دجال

آخری قسط

علیم الحق حقی

اور جیسے ہی فادر ڈی کارلو اس پر جھپٹا اس نے بڑھی پھرتی سے پیٹر کو کھینچ کر اپنے سامنے کر لیا۔ فادر ڈی کارلو نہیں رک سکتا تھا۔ وہ اپنی جھونک میں آگے بڑھتا آیا۔ خنجر ڈیمین کے بجائے پیٹر کی پیٹھ میں اتر گیا۔

''پیٹر'' کیٹ چلائی۔

ڈیمین نے پیٹر کو ایک طرف دھکیلا اور پادری پر جھپٹا اور اس کے ہاتھ پادری کے گلے پر جم گئے۔ اس نے پادری کو دیوار سے لگا دیا۔ کیٹ پیٹر کی طرف لپکی، جو سینے کے بل گرا ہوا تھا اور چاروں ہاتھ پیروں کی مدد سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خنجر اس کی پشت میں پیوست تھا۔

''میرے بچے، یہ کیا ہو گیا؟'' کیٹ اب اس پر پچھتا رہی تھی کہ وہ چیخی کیوں۔ کیوں اس نے ڈیمین کو خبردار کیا۔ اس نے پیٹر کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ ''پیٹر، میرے بچے...... مجھے چھوڑ کر نہ جانا......''۔

''مر نا مت پیٹر...... پلیز پیٹر......''۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں......'' پیٹر نے ٹوٹتی سانسوں کے درمیان کہا۔

''پیٹر......''۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں ڈیمین...... زندگی سے بھی بڑھ کر......'' وہ مسکرایا، اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور اچانک ہی اس کا جسم ایک جھٹکا لے کر ساکت ہو گیا۔

''نہیں پیٹر نہیں......'' ایک لمحے کو کیٹ اپنی بانہوں میں مرنے والے بیٹے کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر پیٹر کو اوندھا لٹایا اور اس کی پیٹھ سے خنجر نکالا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

ادھر ڈیمین نے فادر ڈی کارلو کو گھٹنوں کے بل جھکا دیا تھا اور پوری قوت سے اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اس نے کیٹ کو اپنی طرف آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیٹ نے خنجر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں اتار دیا۔ ڈیمین کی چیخ میں بے پناہ غصہ تھا......

خنجر ڈیمین کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ چکا تھا۔ کیٹ نے مزید زور لگایا۔ یہاں تک کہ خنجر کا صرف دستہ باہر رہ گیا۔ وہ پیچھے ہٹی تو ڈیمین کی چیخوں سے کھنڈر گونج رہا تھا۔

ڈیمین سیدھا کھڑا رہا۔ وہ خنجر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس کا ہاتھ پہنچ نہیں پا رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا اور جیسے تیسے اسے کھول دیا۔

چند لمحے ساکت کھڑا وہ زرد آنکھوں سے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا ''نزارین......'' وہ چلایا ''تم کہاں ہو نزارین؟'' وہ جھومتا رہا۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ کھڑے رہنے کی کوشش کر رہا تھا ''بولو نزارین، جواب دو'' وہ چنگھاڑا۔

اور اس کے جواب میں عمارت کے افتادہ ترین گوشے میں ایک کڑاکا ہوا اور ایک ہالہ سا روشن ہو گیا۔

ڈیمین ہالے کی سمت بڑھنے لگا۔ اس کے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں میں تیزی تھی۔ اس کا ہاتھ آگے کی سمت پھیلا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اب وہ اپنے قابو میں نہیں ہے۔ اس کی پیٹھ خم کھا گئی تھی۔ چہرہ اذیت سے چیخ رہا تھا اور آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں ''شیطان تم نے میرا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟'' اس نے فریاد کی۔

لیکن اپنی آواز کی بازگشت کے سوا اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ ادھر روشن ہالے کی روشنی اور بڑھ گئی۔

وہ گھٹنوں کے بل گرا اور رینگنے لگا ''سب کچھ ختم ہو گیا فادر'' اس نے سرگوشی میں کہا ''اب مجھے اپنے پاس واپس بلا لو''۔

وہ چاروں ہاتھ پیروں پر چلتا آگے بڑھتا رہا۔ پھر اس کی طاقت جواب دے گئی اور وہ ساکت ہو گیا۔

روشنی اب آنکھوں کو چندھیانے والی تھی۔ لیکن فادر ڈی کارلو پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کیٹ کو دیکھا جو اپنے بیٹے کی لاش پر جھکی ہوئی تھی۔ فادر نے نرمی سے اس کے کندھے کو چھوا۔ پھر مردہ پیٹر کی آنکھوں کے سامنے انگلی سے صلیب کا نشان بنایا۔

کیٹ پیٹر کی لاش کو باہوں میں لئے کھڑی ہو گئی۔ اب وہ دونوں ساتھ کھڑے روشن ہالے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

پھر انہوں نے شکستہ چھت سے جھانکتے آسمان کو دیکھا۔ وہاں سپیدہ سحر نمایاں ہونے لگا تھا۔ ایک نئے عہد کا آغاز ہو رہا تھا!

..................x..................

دجال

قسط نمبر: 100 علیم الحق حقی

آج شام تک ڈیلیوری چاہئے۔ کیا یہ ممکن ہے؟''

منیجر کی باچھیں کھل گئیں۔ ''جی مسز ہیرس، کیوں نہیں۔ کمپیوٹر ہمارے گودام میں موجود ہیں۔ میں ذاتی طور پر آخری مرحلے تک اس ڈیلیوری کی نگرانی کروں گا۔ یہ بتائیں، ادائیگی نقد ہوگی یا میں کے آئی جی کے اکاؤنٹ میں ڈال دوں۔''

''ادائیگی ڈیلیوری کے وقت۔'' کیلی نے جواب دیا۔

باہر نکلتے ہوئے ڈیانا نے ستائشی لہجے میں کیلی سے کہا۔ ''زبردست سوجھی ہے تمہیں۔''

کیلی مسکرادی۔

............x............

کیتھی نے میئر کی طرف کچھ اخبار بڑھائے۔ ''یہ دیکھیں مسٹر کنگسلے۔''

تقریباً تمام اخبارات نے وہ خبر نمایاں کرکے شائع کی تھی۔

آسٹریلیا میں عجوبہ.....طوفان گرد وبار

آسٹریلیا کی تاریخ میں پہلی بار وہاں زبردست آندھی آئی، جس نے چھ دیہات صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالے۔ ابھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جانی نقصان کتنا ہوا ہے۔

ماہرین موسمیات دنیا میں موسم کے بدلتے ہوئے رجحانات کو دیکھ کر ششدر رہ گئے ہیں۔

ان کے خیال میں یہ سب کچھ اوزون کی شکستگی کی وجہ سے ہورہا ہے۔

''انہیں ایک نوٹ کے ساتھ سینیٹر وان لوون کو بھجوادو۔'' میئر نے کیتھی سے کہا۔ ''نوٹ میری طرف سے لکھنا۔ لکھنا.....میرا خیال ہے کہ وقت بہت تیزی سے نکلا جارہا ہے۔ بہترین خواہشات کے ساتھ۔ میئر کنگسلے۔''

''جی بہتر۔'' کیتھی نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

اسی لمحے ایک آواز سنائی دی۔ میئر نے چونک کر ایک کمپیوٹر اسکرین کی طرف دیکھا۔ یہ اس کے آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے الرٹ سگنل موصول ہوا تھا۔

میئر نے اپنے آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کے لئے اسپائیڈرز نصب کرائے تھے۔ وہ ہائی ٹیک سوفٹ ویئر مستقل طور پر انٹرنیٹ کو کھنگالتے رہتے تھے۔ وہ ہر وقت معلومات کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ اس نے کمپیوٹر مانیٹر کو بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

پھر اس نے ایک بزر دبایا۔ ''اینڈریو.....یہاں تو آنا۔''

اینڈریو اپنے آفس میں کھلی آنکھوں سے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اسے وہ حادثہ یاد آیا تھا، جو اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ اس وقت ڈریسنگ روم میں تھا اور اس اسپیس سوٹ کو دیکھ رہا تھا، جو آرمی والوں نے بھجوایا تھا۔ اس نے ریک سے خلائی سوٹ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر اسی وقت میئر نے ایک اور سوٹ اور گیس ماسک اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ پہن لو۔ یہ تمہیں خوش بختی دلائے گا۔'' میئر کہہ رہا تھا.....

اسی لمحے میئر کی تحکمانہ آواز نے اسے چونکا دیا۔ ''اینڈریو.....یہاں تو آنا۔''

اینڈریو اٹھا اور تھکے تھکے قدموں سے میئر کے آفس کی طرف چل دیا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' میئر نے کہا۔

اینڈریو بیٹھ گیا۔

''ان منحوس عورتوں نے برلن میں ہماری ویب سائٹ کو ہٹ کیا ہے۔ اس کا مطلب سمجھتے ہو؟''

''ہاں.....میں.....نہیں.....''

اسی لمحے میئر کی سیکریٹری نے بزر دبایا۔ ''کمپیوٹر یہاں پہنچ چکے ہیں مسٹر کنگسلے۔''

''کون سے کمپیوٹر؟'' میئر نے حیرت سے کہا۔

''جن کا آپ نے آرڈر دیا تھا۔''

میئر کا ذہن الجھ گیا۔ وہ اٹھا اور استقبالیہ کمرے کی طرف گیا۔ وہاں تین درجن کمپیوٹر رکھے تھے۔ اسٹور منیجر بھی وہاں موجود تھا۔ اس کے ساتھ تین اور آدمی تھے، جو ڈانگریاں پہنے ہوئے تھے۔

میئر کو دیکھ کر اسٹور منیجر کا چہرہ چمک اٹھا۔ ''سب آپ کی خواہش کے عین مطابق ہے سر۔'' اس نے کہا۔ ''ہمارے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بلا جھجک حکم کریں.....''

میئر حیرت سے کمپیوٹرز کو دیکھ رہا تھا۔ ''یہ آرڈر کس نے دیا؟'' اس نے پوچھا۔

''آپ کی اسسٹنٹ کیلی ہیرس نے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو فوری طور پر ان کی ضرورت ہے۔ اسی لئے.....''۔

''انہیں واپس لے جاؤ۔'' میئر نے نرم لہجے میں کہا۔ ''جہاں وہ جانے والی ہے، وہاں اسے ان کی ضرورت نہیں پڑے گی۔'' یہ کہہ کر میئر پلٹا اور اپنے آفس میں واپس چلا گیا۔ ''اینڈریو.....تمہیں اندازہ ہے کہ انہوں نے ہمارے ویب سائٹ پر حملہ کیوں کیا؟ نہیں سمجھے! میں بتاتا ہوں۔ وہ یہ دیکھ رہی ہیں کہ کون کون ہمارا شکار ہوا ہے۔ اور اس کے بعد وہ وجہ جاننا چاہیں گی۔'' وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''اس کے لئے انہیں یورپ جانا ہوگا۔ لیکن وہ وہاں نہیں پہنچ سکیں گی۔''

''نہیں.....کیوں.....؟'' اینڈریو نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

میئر نے بے حد نفرت سے اپنے بھائی کو دیکھا۔ ''کاش تمہاری جگہ کوئی صحیح الدماغ شخص میری بات سن رہا ہوتا۔ یہ بتاؤ، انہیں روکا کیسے جائے؟''۔

اینڈریو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بس روک دیا جائے۔''

''تم تو ڈفر ہو.....ڈفر۔'' میئر نے نفرت سے کہا۔ پھر وہ ایک کمپیوٹر کی طرف گیا اور کچھ ٹائپ کرنے لگا۔ ''ہمیں سب سے پہلے ان کے تمام اثاثے منجمد کر دینے ہوں گے۔ ان کے سوشل سیکورٹی نمبر ہمارے پاس ہیں۔ یہ دیکھو، ڈیانا اسٹیونز.....'' وہ ٹائپ کرتا رہا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

یہ اس کے ہائی ٹیک سوفٹ ویئر کا کمال تھا کہ وہ کسی کے بھی مالی معاملات تک پہنچ سکتا تھا حالانکہ ان میں ردوبدل بھی کرسکتا تھا۔''یہ رہیں اس کی تفصیلات......''۔

''ہاں......یہ رہیں......''۔اینڈریو نے کہا۔

''اب میں یہاں انٹری کروں گا کہ اس کے کریڈٹ کارڈ چوری ہوگئے ہیں اور پھر یہی کام کیلی ہیرس کے ساتھ کریں گے۔اب ہم ڈیانا کے بینک کی ویب سائٹ کو دیکھتے ہیں''۔اس نے مزید چند بٹن دبائے۔ذرا دیر میں وہ اس کا کریڈٹ ڈیٹا مکمل طور پر کینسل کرچکا تھا۔

''تمہیں پتا ہے اینڈریو، میں نے کیا کیا ہے؟''ٹیمز نے اینڈریو سے پوچھا۔

''نہیں ٹیمز''۔

''میں نے اس کے کریڈٹ کو ڈیبٹ میں تبدیل کردیا ہے۔اب بینک کا وصولی ڈپارٹمنٹ الٹا اس کے پیچھے پڑ جائے گا۔چلو......اب کیلی ہیرس کے ساتھ بھی یہی ہاتھ کرتے ہیں''۔

اس کام سے نمٹ کر ٹیمز اینڈریو کی طرف بڑھا''لو بھئی ہوگیا کام۔اب ان کے پاس نہ کوئی پیسہ ہے نہ کریڈٹ کارڈ۔اب وہ یہاں پھنس چکی ہیں۔وہ اس ملک سے نکل نہیں سکتیں۔اب بولو،تم اپنے چھوٹے بھائی کو کیا کہو گے؟''۔

''میں......وہ رات کو میں ٹی وی پر فلم دیکھ رہا تھا۔اس میں......''۔

ٹیمز غصے میں آپے سے باہر ہوگیا اس نے اینڈریو کے منہ پر اتنے زور کا گھونسہ مارا کہ وہ کرسی سے لڑھک گیا''تم بولنے کی ہمت کیسے کرتے ہو خبیث''۔وہ دہاڑا۔''جب میں بولوں تو تم صرف دھیان سے سنا کرو''۔

دروازہ کھلا اور ٹیمز کی سیکریٹری کیتھی اندر آئی۔''سب ٹھیک تو ہے نا مسٹر کنگسلے؟''۔اس نے پوچھا۔

''سب ٹھیک ہے۔بس اینڈریو کرسی سے گر گیا تھا''۔

کیتھی نے ٹیمز کے ساتھ مل کر اینڈریو کو اٹھایا۔''کیا میں گر گیا تھا؟''۔اینڈریو نے بے حد معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں اینڈریو۔مگر تم ٹھیک ہو''ٹیمز نے بے حد نرمی سے کہا۔

کیتھی نے سرگوشی میں کہا۔''مسٹر کنگسلے میرے خیال میں آپ کو اپنے بھائی کے لئے کسی ہوم میں بندوبست کرنا چاہئے''۔

''وہ تو ہے۔مگر کیتھی، میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔کے آئی جی ہی اس کا گھر ہے۔اور پھر میں اس کا خیال رکھ سکتا ہوں''ٹیمز نے کہا۔

''آپ عظیم انسان ہیں مسٹر کنگسلے''۔کیتھی نے ستائشی لہجے میں کہا۔

ٹیمز نے انکسار سے سر جھکاتے ہوئے کندھے جھٹک دیئے۔''آخر یہ میرا بھائی ہے''۔اس نے کہا۔

............x............

دس منٹ بعد ٹیمز کی سیکریٹری دوبارہ آفس میں آئی۔''گڈ نیوز مسٹر کنگسلے۔ابھی ابھی یہ فیکس سینیٹر وان لوون کے آفس سے آیا ہے''۔

''دکھاؤ تو''۔

ٹیمز نے فیکس کا جائزہ لیا......

ڈیئر مسٹر کنگسلے

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ماحولیات کے بارے میں سینیٹ کی سلیکٹ کمیٹی نے دنیا بھر میں تیزی سے بدلتے موسموں کے رجحانات پر نظر رکھنے اور اس سے موثر انداز میں نمٹنے کے لئے فوری طور پر بھاری فنڈز کی منظوری دے دی ہے۔

خلوص کیش

سینیٹر وان لوون

............x............

انگلیوں میں سنسناہٹ سی ہوئی تو ڈینین کی پلکیں جھپکیں۔وہ بہت دیر سے آسمان کو دیکھے جارہا تھا......اتنے انہماک سے کہ وقت کا احساس بھی کھو بیٹھا تھا۔اس نے سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جن سے وہ خنجر تھامے ہوئے تھا۔اس کی پوریں سفید ہورہی تھیں اور انگلیاں نیلی۔اس نے خنجر کو چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھوں کو باہم رگڑنے لگا۔اسی لمحے اس کی نظر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر پڑی۔وہ بدنما اور بدصورت گھڑی تھی......دینے والے کی بدذوقی کی مظہر۔لیکن دینے والا امریکی صدر تھا۔اسی لئے ڈینین بری لگنے کے باوجود کلائی پر وہ گھڑی باندھتا تھا۔اسی کو تو ڈپلومیسی کہتے ہیں۔اور صدر صاحب نے گھڑی اسے دیتے ہوئے بڑے فخر سے بتایا تھا کہ اس گھڑی سے نہ صرف وقت بلکہ دن، تاریخ، سال درجہ حرارت، ہوا میں نمی کا تناسب اور خدا جانے کیا کیا معلوم کیا جاسکتا ہے۔

گھڑی شاک پروف، واٹر پروف، طوفان پروف، آسمانی بجلی سے محفوظ اور مقناطیسیت سے محفوظ تھی۔صدر نے کہا تھا آپ اسے باندھ کر ایورسٹ پر چڑھ جائیں یا صحرا میں صحرا نوردی کریں، اس سے گھڑی کی کارکردگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 102

آپ سمندر میں ہزاروں فٹ کی گہرائی میں چلے جائیں، تب بھی یہ گھڑی آپ کو درست ترین معلومات فراہم کرے گی۔ اس پر ڈیمین نے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ شاید زندگی بھر اسے کوہ پیائی کا موقع ملے گا، نہ صحرانوردی کا۔ اور غوطہ خوری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ مارچ کی 23 تاریخ تھی اور دس بج کر 35 منٹ ہوئے تھے۔ ڈیمین نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ اسے احساس ہوا کہ اسے کھڑکی میں کھڑے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔ اس نے ایک بار پھر آسمان کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کو۔ اس کی انگلیاں نارمل ہو چکی تھیں۔ وہ پلٹا اور کمرے سے نکل کر پہلی منزل پر لے جانے والے زینے کی طرف بڑھا۔ ''جارج''۔ اس نے پکارا۔

ایک دروازہ کھلا اور بٹلر نے جھانکا۔

''اب آج مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی''۔ اس نے کہا۔

یہ حکم تھا کہ اب اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ بٹلر نے مودبانہ انداز میں کہا۔ ''بہت بہتر جناب''۔

ڈیمین بٹلر کے دروازہ بند کرنے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ شام کے اس ڈرامے اور جھلس کر کوئلہ بن جانے والے شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ شخص جو نائیلون کے جلتے ہوئے پردوں میں الجھا ایک زنجیر سے پنڈولم کی طرح جھولتا رہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی کو پھیلا کر دیکھا۔ اس پر اب بھی خنجر کا نقش تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے وجود میں سرد اور تند غصے کی لہر دوڑ گئی۔

وہ گیلری کی طرف گیا۔ سامنے ہی داخلی ہال نظر آ رہا تھا۔ ریلنگ کو انگلی سے سہلاتے ہوئے اس کے دماغ میں ایک یاد کا جھماکا سا ہوا، جس نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بچپن کی ایک بھولی بسری یاد تھی۔ وہ ایک ٹوائے بائیسکل چلا رہا تھا۔ اس کی ماں ایک اسٹول پر کھڑی گیلری کے باہر پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ اسے یاد تھا کہ وہ ایک دائرے میں سائیکل چلا رہا تھا اور ہر چکر میں سائیکل کی رفتار بڑھا رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ منہ سے موٹر جیسی آوازیں بھی نکالتا رہا تھا۔ اور وہ شرارت بھرے انداز میں سائیکل کو ماں کے قریب...... اور قریب لے جاتا رہا تھا۔ اسے ماں کے چہرے پر تشویش کا تاثر یاد آیا۔ اس کا منہ کھلا تھا۔ وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ دور رہے۔ لیکن وہ سائیکل کو تیز کرتے ہوئے اس سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر سائیکل اسٹول سے ٹکرائی تھی۔ ماں کے حلق سے چیخ نکلی تھی اور وہ نیچے فرش پر جا گری تھی۔ اسے خوب یاد تھا۔ خوف اور شاک کے باوجود فتح کا ایک سنسنی آمیز احساس اس کے رگ و پے میں دوڑ رہا تھا۔ اسے ایسا لگا تھا، جیسے اس نے کوئی زبردست شاندار کام کیا ہو۔

وہ وہاں سے ہٹا اور ایک تاریک راہداری میں آ گیا۔ وہ نپے تلے قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک طرف مڑ کر وہ دوسری...... اور پھر تیسری راہداری میں آیا۔ وہ ایک کھلے دروازے سے گزرا تو کتا کمرے سے باہر آیا اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اندھیرے میں کتے کی زرد آنکھیں بجھتے ہوئے انگاروں جیسی لگ رہی تھیں۔

بالآخر ایک تنگ راہداری میں رکا۔ اس نے جھک کر ایک دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو کر اسے بند کر دیا۔ کتا دروازے کے باہر جم کر بیٹھ گیا اور اب اس طرف دیکھے جا رہا تھا، جدھر سے وہ آئے تھے۔ اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ گول ساخت کا ایک سیاہ گرجا تھا۔ اس کی چھت کو چھ ستون سہارا دیئے ہوئے تھے۔ گرجا بالکل خالی تھا۔ بس وہاں کمرے کے بیچوں بیچ ایک صلیب تھی۔ اس پر کرائسٹ کا قدِ آدم مجسمہ مصلوب تھا اور وہ مجسمہ بالکل عریاں تھا۔

چھت سے روشنی کی ایک لکیر سیدھی کرائسٹ کی شبیہہ پر پڑ رہی تھی۔ دوسری نظر میں اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مجسمہ باطنی ناپاکی کا مظہر ہے اور حقیقی المیے کا مضحکہ اڑانے کے لئے ہے۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 103

دور افتادہ دیوار پر ایک خوب صورت بچے کی شبیہہ اسے گھور رہی تھی۔ وہ ایک پاگل آدمی کی پینٹ کی ہوئی تصویر تھی۔ وہ پاگل آدمی، جس کا دعویٰ تھا کہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔ شیطان خود اس کے پاس آیا تھا۔ اور شیطان کو دیکھنے کے بعد اس نے زندگی بھر شیطان ہی کو پینٹ کیا تھا...... شیطان کی زندگی کے مختلف ادوار میں۔ اس بچے کو بھی اس نے ان گنت بار پینٹ کیا تھا۔ ایک تصویر اس نے دیوار پر بنائی تھی...... اور وہ دیوار صدیوں کی دست برد سے محفوظ رہی تھی۔ بعد میں اسے ماہر آثار قدیمہ کارل بیوگن ہیگن نے دریافت کیا تھا۔ جن لوگوں نے بھی اس دیوار کو دیکھا تھا، ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہا تھا۔ کیونکہ وہ چہرہ ڈیمین تھورن کے بچپن کا چہرہ تھا ڈیمین نے نظر بھر کر بچپن کے اس چہرے کو دیکھا اور پھر خلا میں گھورنے لگا۔

''اے میرے باپ، سناٹوں کے مالک، تباہ کاری اور بربادی کے خداوند عظیم، اے تو کہ انسان تجھے گالیاں دیتا ہے، دشمن جانتا ہے اور دوسری طرف تجھ سے ہم آغوش ہونے کیلئے تڑپتا ہے، میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ مجھے طاقت دے کہ میں دنیا کو کرائسٹ کے دوسرے نزول کی ابتلا سے بچا سکوں۔ یہ مصیبت دو ہزار سال سے دنیا پر مسلط ہے اور اب دنیا کو اس سے چھٹکارا ملنا چاہئے''۔ وہ عاجزانہ یہ دعا کرتا ہوا صلیب کی طرف بڑھا اور مصلوب کو تکنے لگا۔ ''اے عظیم باپ، انسانیت کو جہنم کا راستہ دکھا، اس میں شیطنت کی روح پھونک دے۔ اسے اذیت کی جنت تک پہنچا دے''۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس کی ہتھیلیاں اوپر کی سمت تھیں۔ گرجا کی تاریکی میں اس کی زرد آنکھیں بجھتے ہوئے انگاروں جیسی لگ رہی تھیں۔ اب وہ مصلوب مجسمے کے سر کو گھور رہا تھا۔ ''نزارین...... اے مسیح''۔ اس نے پکارا۔ ''تم انسان کو کیا دے سکتے ہو؟''۔ اس نے توقف کیا، جیسے کسی جواب کا منتظر ہو۔ ''جب سے تم پیدا ہوئے تم نے انسانوں کی خواہشات کا گلا گھونٹنے اور اسے اخلاقیات کا درس دینے کے سوا کچھ نہیں کیا''۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ اب اس کی سانسیں مجسمے کی گردن کو چھو رہی تھیں۔ اس نے صلیب کو یوں تھاما، جیسے ٹوٹے پھوٹے جسم والے اس مجسمے کو توڑ پھوڑ دینا چاہتا ہو۔ اب اس کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔ ''تم نے جوانوں کی امنگوں کو تباہ کر دیا۔ تم نے انہیں پہلے ازلی گناہ کی لذت سے محروم کرنا چاہا۔ تم نے مجھ سے، میرے باپ سے جنگ کی۔ تم نے ہمیں تباہ کرنے، مٹا ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن تم ناکام ہو جاؤ گے نزارین...... ماضی کی طرح تم اب بھی ہار جاؤ گے...... اور تم ہمیشہ شکست خوردہ رہو گے''۔

اس نے الفاظ اتنی تندی اور تلخی سے ادا کئے تھے کہ وہ نڈھال ہو گیا تھا، جیسے جسم کی تمام توانائیاں خرچ ہو گئی ہوں۔ اس نے سر جھکا لیا۔ اس کے بال مجسمے کے کندھوں پر پڑے تھے۔ اس کے ہاتھوں نے مجسمے کے شکستہ جسم کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

چند لمحے بعد اس نے سر اٹھایا۔ اب وہ بولا تو اس کی آواز پوری طرح اس کے قابو میں تھی۔ ''میں شیطان کا نطفہ ہوں نزارین اور مادہ گیدڑ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ تم نے صلیب پر جو اذیت سہی، جس کے دنیا گیت گاتی ہے، میرے باپ کی اذیت کے سامنے تمہاری وہ اذیت ایک ذرے سے زیادہ نہیں۔ میرے باپ کی عظمت ملیامیٹ ہوئی۔ وہ مرتبے سے محروم ہوا، جنت سے نکالا گیا۔ اس پر لعنت کی گئی۔ کون اندازہ لگا سکتا ہے، کون تصور کر سکتا ہے اس اذیت کا''۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مجسمے کا سر تھام لیا۔ سر پر رکھے ہوئے تاج کے کانٹے اس کی ہتھیلیوں میں چبھنے لگے۔ ''میں کانٹوں کو تمہارے منحوس پنجر میں اتار دوں گا نزارین''۔

وہ پیچھے کی طرف ہٹا، آنکھیں بند کیں اور دہاڑنے لگا۔ اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی اور اس میں اذیت تھی۔ ''شیطان...... میرے محبوب باپ، میں تیری اذیت کا بدلہ ضرور لوں گا۔ میں کرائسٹ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں گا''۔

وہ مٹھیاں بھینچ کر چلایا۔ کانٹوں کے تاج کے آہنی کانٹے اس کی ہتھیلیوں میں پیوست ہو گئے۔ اس کے ہاتھ سے بہہ نکلنے والا خون کرائسٹ کی آنکھوں میں گیا۔ اب ایسا لگا کہ مسیح خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اس کے چہرے کی اذیت اور دکھ جیسے دو چند ہو گیا تھا۔

............x............

جنوب کی سمت بیس میل دور جان فاویل ڈاؤنز کے علاقے میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے وجود میں اس وقت تجسس اور ہیجان لہریں لے رہا تھا۔ اس نے موسم کی پیش گوئی چیک کی تھی۔ اس نے اس خدا سے دعا کی تھی، جسے برسوں پہلے وہ ترک کر چکا تھا، اس نے دعا کی تھی کہ مطلع صاف رہے، ابر آلود نہ ہو، جیسا کہ محکمہ موسمیات والے کہہ رہے ہیں۔ اور اس کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ اب وہ اس قران کو ریکارڈ کر سکے گا...... تین ستاروں کا قران! یہ اس کا سوچا ہوا نام تھا۔ وہ اسے تثلیث مقدس تو نہیں کہہ سکتا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 104

علیم الحق حقی

مذہبی اصطلاحات استعمال کر کے وہ معاملات کو پیچیدہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔

پادری نے پہلی بار اس سے رابطہ کیا تھا اور آنے کی اجازت چاہی تھی۔ تب فاویل خود پر خفا ہوا تھا۔ وہ دیر تک بڑبڑاتا رہا تھا کہ معاملات ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں اسے پہلی بار ہی پادری کو اطلاع نہیں دینی چاہیے تھی۔ وہی اس کی غلطی تھی۔ اس نے تو ایک اخلاقی فرض نبھایا تھا۔ مگر وہ اس کے گلے پڑ گیا تھا اور اب اس کے معمولات ڈسٹرب ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ کبھی کسی کو اپنی آبزرویٹری میں نہیں آنے دیتا تھا۔ لوگ آئیں گے تو الٹے سیدھے سوال پوچھیں گے، ڈسٹرب کریں گے۔ مگر جب اس نے اس پر سوچا، غور کیا تو وہ خود متجسس ہو گیا۔ تب اس نے سوچا، اس میں حرج ہی کیا ہے۔ غیر سائنسی لوگوں کا ردعمل دیکھنا بھی دلچسپ ہو گا۔ اس نے کارنر پر گاڑی کو موڑا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر آبزرویٹری کی بہت بڑی ریسیونگ ڈش کو دیکھا۔ اسے اپنے ایک دوست کے الفاظ یاد آئے۔ اس نے کہا تھا کہ شادی کے پندرہ سال بعد بھی اپنی بیوی کی قربت میں اس کے جسم میں سنسنی دوڑنے لگتی ہے۔ جان فاویل اپنے کام کے بارے میں یہی کہتا تھا۔

وہ لفٹ میں بیٹھ کر اوپر پہنچا۔ اس کا ٹیکنیشن بیری پہلے ہی اپنے کام میں مصروف تھا۔ دونوں کے درمیان علیک سلیک ہوئی۔

پہلے چند گھنٹوں کے دوران وہ دونوں معمول کے کاموں میں مصروف رہے۔ لیکن وہ دونوں ہی ارتکاز سے محروم تھے۔ وہ بار بار اپنی اپنی گھڑی دیکھتے۔ یہاں تک کہ بزر کی آواز سنائی دی۔ بیری نے بڑھ کر فون اٹھایا اور سنتا رہا۔ پھر وہ فاویل کی طرف مڑا۔ ''وہ دیوانہ راہب آ گیا ہے''۔

''بری باتیں مت کرو''۔ فاویل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اسے اندر بلا لو''۔

''اسے نہیں، انہیں''۔ بیری نے کہا اور نیچے کا دروازہ کھولنے والا بٹن دبا دیا۔

''کیا مطلب؟ فاویل بری طرح چونکا۔

''وہ تین افراد ہیں''۔

''لعنت ہو''۔ فاویل غرایا۔ وہاں اتنے افراد کے لئے جگہ کہاں تھی۔ وہ جھنجھلاہٹ میں بڑبڑاتا رہا۔

چند لمحے بعد فادر ڈی کارلو اندر آیا۔ اس کے پیچھے برادر انٹونیو اور سائمن تھے۔ انہیں دیکھتے ہی فاویل کا چڑچڑا پن ختم ہو گیا۔ مہمان اتنے شریف النفس منکسر المزاج اور باوقار تھے کہ ان پر جھنجھلایا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

فادر ڈی کارلو نے اپنے ساتھیوں کا ان سے تعارف کرایا۔ ''ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں مقدس تثلیث کے بارے میں اطلاع دی''۔

''اس کی ضرورت نہیں''۔ فاویل نے جلدی سے کہا۔

''خدا تمہیں اس کی جزائے عظیم دے گا''۔ فادر ڈی کارلو بولا۔

''دیکھیے، میں عقیدے کے معاملے میں آپ سے مختلف......''

''اس کے باوجود وہ تمہیں جزا دے گا''۔ ڈی کارلو نے سادگی سے کہا۔

فاویل نے کندھے جھٹکے اور انہیں آبزرویٹری دکھانے لگا۔ وہ انہیں بتا رہا تھا کہ یہ دوربین دنیا بھر میں اپنی نوعیت کی بہترین دوربین ہے۔ اس نے انہیں کمپیوٹر، ڈاٹا پینلز اور مانیٹرز دکھائے۔ پھر اس نے لائٹ باکس کے سامنے چند زائچے رکھ دیئے۔ پھر وہ تینوں سیاروں کی نقل و حرکت کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ اتنا تیز بول رہا تھا کہ انہیں سوال کرنے کی مہلت ہی نہیں مل رہی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 105

''ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ولادت کہاں ہوگی؟'' ۔ڈی کارلو نے کہا۔

''ابھی دیکھ لیتے ہیں۔ویسے ہم مقام کا تعین پوری قطعیت کے ساتھ کر سکتے ہیں''۔

فاویل دوربین کی طرف واپس گیا۔بیری بار بار اپنی گھڑی کو دیکھ رہا تھا،جیسے فاویل کو یاد دلا رہا ہو کہ ان راہبوں سے جلد از جلد جان چھڑانا بہتر رہے گا۔فاویل نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور تینوں راہبوں کو دور افتادہ گوشے کی طرف لے گیا۔اس نے انہیں ایک اسکیننگ مانیٹر کے سامنے بٹھا دیا۔''آپ صرف دیکھتے رہیے۔باقی کام ہم پر چھوڑ دیجیے'' ۔اس نے کہا۔

مانیٹر اسکرین پر اوپر داہنی جانب ہندسوں کے دو سیٹ نظر آ رہے تھے۔فادر ڈی کارلو نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''اور یہ نمبر......''۔

''یہ دن،گھنٹے اور منٹ ہیں'' ۔فاویل نے کہا۔''اور تیز چلنے والا ٹائمر سیکنڈز کا ہے''۔

وہ تینوں اسکرین کی طرف متوجہ تھے۔سب سے جوان راہب کا منہ کھلے کا کھلا تھا۔فاویل کنسول کی طرف بڑھ گیا۔وہ ایک بے حد پیچیدہ آلہ تھا۔ایک بار بیری نے اسے اسٹار شپ برج سے تشبیہہ دی تھی۔اس نے ہنس کر کہا تھا کہ ایک دن وہ آبزرویٹری کو اڑا کر لے جائے گا اور مریخ پر اترے گا۔لیکن اس وقت بیری بھی مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔فاویل نے نظر اٹھا کر بیری کو دیکھا کو کنٹرولز پر بیٹھا تھا۔پھر وہ خود اپنے سامنے رکھے دو مانیٹرز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ان میں سے ایک پر ستاروں کی فیلڈ نظر آ رہی تھی۔دوسرے پر مذہبی کرے کا گرڈ والا نقشہ نظر آ رہا تھا۔اس نے کارنر میں موجود متحرک ہندسوں کو دیکھا،انگلیاں چٹخائیں اور انٹر کام کی طرف جھکا۔اب اس کا ہیجان ختم ہو چکا تھا۔اس کی پوری توانائی اور توجہ اسکرین پر مرکوز تھی۔اب وہ ایک پروفیشنل تھا۔

''ایکس رے 84 پر لاؤ'' ۔اس نے انٹر کام پر کہا۔

اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے مانیٹر کو تھوڑا سا گھمایا اور اس کے بعد پھر آگے کی طرف جھک گیا۔

''فریم اے آر 4،44 درجے 21 دقیقے'' ۔اس نے انٹر کام پر مزید ہدایات دیں۔

دوربین اس کے بتائے ہوئے ایریا پر مرکوز ہو گئی۔اس نے اتنی تیزی سے اسٹار فیلڈ میں زوم ان کیا تھا کہ فادر ڈی کارلو کو چکر سا آ گیا۔

''بس روک دو''۔

مانیٹر اسکرین پر موجود تصویر ساکت ہو گئی۔

''سپر پولا رائزنگ فلٹرون اے''۔

اسکرین پر اندھیرا چھا گیا۔فاویل نے وقت کے سیکونس کو چیک کیا۔تینوں راہبوں کے حلق سے بلا ارادہ استعجابیہ آواز نکلی۔اسکرین پر انہیں آسمان کا شارپ فوکس نظر آ رہا تھا۔

لیکن فاویل نے وہ استعجابیہ آواز نہیں سنی۔اب وہ اپنی مشین میں گم خلا کا ایک مسافر تھا......آبزرویٹری سے دور۔اب آبزرویٹری میں آگ بھی لگ جاتی تو شاید اسے پتا نہ چلتا۔

اسکرین پر چند لمحے اندھیرا رہا۔پھر اچانک دو نچلے کونوں سے اور اوپری حصے کے درمیان سے ایک روشنی سی رسنے لگی۔فادر ڈی کارلو نے اپنی سانس روک لی۔اس کے دونوں ہاتھ خود بخود دلے اور دعائیہ انداز میں پھیل گئے۔

اب وہ تینوں روشنیاں بتدریج ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔چمک دھیرے دھیرے کم ہو رہی تھی۔اس کی وجہ سے اب وہ تین سورج صاف نظر آ رہے تھے......تین روشن،دہکتے ہوئے کرے۔فادر ڈی کارلو پلکیں جھپکانے لگا۔تینوں کروں سے دہکتے ہوئے شعلوں کی بے حد بڑی اور لمبی زبانیں سی لپلپاتی نظر آ رہی تھیں۔اس نے سر گھما کر جان فاویل کو دیکھا۔وہ اس سے بات کرنا،معلومات حاصل کرنا،اس کا تبصرہ سننا چاہتا تھا۔لیکن جان فاویل اپنے کام میں پوری طرح منہمک تھا۔وہ کبھی تینوں روشن کروں کو دیکھتا اور کبھی ہندسوں کو اور اس کے بعد روشن لفظوں والے نقشے کو،جس پر تین متحرک دائرے ایک دوسرے کی طرف بڑھتے نظر آ رہے تھے۔

فاویل نے ایک بار پھر انٹر کام پر ہدایات دیں۔نقشہ کلوز اپ میں چلا گیا۔مرکزیت ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ہوئے روشن کروں کو حاصل ہو گئی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 106

اب وہ تینوں آپس میں ضم ہو رہے تھے۔ ان کی چمک سب سے زیادہ جزائر برطانیہ کے علاقے میں تھی۔
ڈی کارلو نے اسکرین کے کارنر میں متحرک ہندسوں کو دیکھا، جو سیکنڈز کو ظاہر کر رہے تھے۔

-007-008-0009 -0010-0011-0012

اس نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور سانس روک لی۔
جان فاول کی آنکھیں اب تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ مانیٹر اور نقشے کے درمیان! اس کی انگلیاں کنسول کو تھپتھپا رہی تھیں۔ اب دونوں مانیٹرز سے منعکس ہونے والی روشنی اتنی تیز تھی کہ پوری آبزرویٹری جگمگا اٹھی تھی۔ تینوں راہب اس بین الاکائناتی روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔

-001-002-003

نقشے پر جو رونی ہوئی، اس نے جیسے دونوں مانیٹر اسکرین دہکا ڈالے۔ تینوں روشن دائرے اب ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہو کر دھڑک رہے تھے۔ اور وہ مقام جنوبی انگلینڈ تھا۔
تینوں راہب گھٹنوں کے بل گر گئے اور دعا کرنے لگے۔ فادر ڈی کارلو کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

............x............

شمال میں بیس میل دور ڈیمین تھورن یوں جھٹکے سے بستر پر اٹھ بیٹھا، جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ وہ یوں تن کر بیٹھا تھا، جیسے کسی نے اسے آہنی تاروں سے باندھ دیا ہو۔ آدھے گھنٹے تک وہ اپنے ڈراؤنے خواب میں کروٹیں بدلتا، بل کھاتا اور ایڑیاں رگڑتا رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس کا ڈراؤنا خواب حقیقت بن چکا ہے۔ پسینے سے نہ صرف اس کا جسم، بلکہ اوڑھنے والے چادریں اور نیچے بچھے ہوئے گدے بھی تر ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں دہشت کی چمک تھی اور اس کا منہ ایک خاموش چیخ کی وجہ سے کھلا ہوا تھا، اس کی مضطرب انگلیاں اس کی ران میں گڑی جا رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ اسی لمحے اسے کتے کے رونے کی کریہہ اور خوف ناک آواز سنائی دی۔ وہ آواز ایسی تھی، جیسے کوئی طاقت اس کی روح کو کھینچ کر اس کے جسم سے جدا کر رہی ہو۔
ڈیمین تھورن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے!

............x............

''تمہارے پاس پاس پوٹ ہے؟'' ۔ ڈیانا نے پوچھا۔
''ملک سے باہر میں اسے ہمیشہ ساتھ رکھتی ہوں'' ۔ کیلی نے کہا۔
ڈیانا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میرا پاسپورٹ بینک کے والٹ میں ہے۔ وہ نکالنا ہوگا۔ اور رقم کی بھی ضرورت پڑے گی''۔

............x............

وہ بینک میں داخل ہوئیں۔ ڈیانا نیچے والٹ میں چلی گئی۔ وہاں اس نے اپنا سیفٹی ڈپازٹ باکس کھولا۔ اس نے پاسپورٹ نکال کر اپنے بیگ میں رکھا۔ پھر وہ اوپر آئی تو کیشیئر کے پاس گئی۔ ''میں اپنا اکاؤنٹ بند کرنا چاہتی ہوں'' ۔ اس نے کہا۔
''جی ضرور۔ آپ کا نام؟'' ۔
''ڈیانا اسٹیونز'' ۔
کیشیئر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ایک منٹ پلیز'' ۔ پھر وہ فائلنگ کیبنٹ کی طرف بڑھا۔ اس نے کارڈز سے بھری ہوئی دراز کھولی اور کارڈ ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے ایک کارڈ کھینچ کر باہر نکالا اور چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا۔ اس کے بعد وہ واپس آیا۔ ''آپ کا اکاؤنٹ تو پہلے ہی بند ہو چکا ہے مسز اسٹیونز'' ۔ اس نے کہا۔
''تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے'' ۔
کیشیئر نے کارڈ ڈیانا کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر چھپا تھا...... موکل کی وفات کی وجہ سے اکاؤنٹ بند کر دیا گیا ہے۔
ڈیانا بے یقینی سے اس عبارت کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کیشیئر کو دیکھا۔ ''کیا مجھے دیکھ کر تمہیں لگتا ہے کہ میں وفات پا چکی ہوں؟'' ۔
''جی...... جی...... نہیں تو۔ آئی ایم سوری۔ آپ کہیں تو میں منیجر سے......'' ۔
''نہیں......'' ۔ بات اچانک ڈیانا کی سمجھ میں آنے لگی۔ اس کے جسم میں سرد لہر سی دوڑ گئی۔ ''نہیں، شکریہ'' ۔
وہ دروازے کی طرف لپکی، جہاں کیلی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ''سب ٹھیک تو ہے'' ۔ کیلی نے اس سے پوچھا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 107

علیم الحق حقی

''پاسپورٹ تو مجھے مل گیا۔ لیکن کم بختوں نے میرا اکاؤنٹ بند کرادیا''۔

''یہ کیسے ممکن......''۔

''بہت آسان بات ہے۔ وہ کے آئی جی ہیں اور میں ایک معمولی فرد''۔ یہ کہتے کہتے ڈیانا چونکی۔ ''او مائی گاڈ''۔

''اب کیا ہوا؟''۔

''مجھے ایک فون کرنا ہے فوری طور پر''۔ ڈیانا جلدی سے فون بوتھ کی طرف بڑھی۔ اس نے ایک نمبر ملایا اور بیگ سے اپنا کریڈٹ کارڈ نکالا۔ پھر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''یہ اکاؤنٹ ڈیانا اسٹیونز کے نام ہے......''۔

''آئی ایم سوری مسز اسٹیونز۔ ہمارا ریکارڈ بتاتا ہے کہ آپ کا کریڈٹ کارڈ چوری ہوگیا ہے''۔ دوسری طرف سے اس کی بات کاٹ کر کہا گیا۔ ''آپ کہیں تو ہم دو تین دن میں نیا کریڈٹ کارڈ جاری کرسکتے ہیں''۔

''اس کی ضرورت نہیں''۔ ڈیانا نے ریسیور پٹخ دیا۔ ''انہوں نے میرے کریڈٹ کارڈ بھی منسوخ کرادیئے ہیں''۔ اس نے کیلی سے کہا۔

کیلی نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''اب میں بھی دو ایک کالز کرلوں''۔

کیلی آدھے گھنٹے تک فون کرتی رہی۔ پھر وہ ڈیانا کی طرف آئی۔ اس کا غصے سے برا حال تھا۔ ''یہ لوگ تو ہشت پا ہیں۔ میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا ہے۔ لیکن خیر...... میرا پیرس والا اکاؤنٹ تو ہے''۔

''ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کیلی۔ ہمیں فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہے۔ یہ بتاؤ، اس وقت تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟''

''اتنی تو ہے کہ ہم بروک لین واپس جاسکتے ہیں۔ تمہاری کیا پوزیشن ہے؟''۔

''میں تمہیں نیوجرسی تک پہنچا سکتی ہوں''۔

''تب تو ہم دونوں پھنس چکی ہیں۔ تم ان کا مقصد سمجھ رہی ہونا۔ وہ نہیں چاہتے کہ ہم یورپ جاکر اس معاملے کی تفتیش کریں''۔

''اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوگئے''۔

کیلی کسی گہری سوچ میں تھی۔ ''ایسی کوئی بات نہیں''۔ وہ بولی۔ ''یورپ تو ہم جائیں گے''۔

''کیسے؟ خلائی جہاز میں بیٹھ کر؟''۔ ڈیانا نے طنز کیا۔

''دیکھتی رہو''۔

............x............

ففتھ ایونیو جیولری شاپ کے جوزف بیری نے ان خوب صورت عورتوں کو آتے دیکھا تو اپنے ہونٹوں پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ سجالی۔

''کہیے...... میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''۔

کیلی نے کہا۔ ''میں اپنی انگوٹھی فروخت کرنا چاہتی ہوں''۔

جوزف بیری کی مسکراہٹ ہوا ہوگئی۔ ''مجھے افسوس ہے۔ ہم جیولری نہیں خریدتے''۔

''اس کا تو آپ کو واقعی افسوس ہونا چاہئے''۔

جوزف بیری پلٹنے لگا۔ اسی لمحے کیلی نے اپنی مٹھی کھولی اور جوزف کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اس انگوٹھی میں بہت اعلیٰ درجے کا بہت بڑا زمرد لگا تھا۔ ''یہ پلاٹینم کی انگوٹھی ہے۔ سات قیراط کا زمرد ہے اور اس کے گرد تین قیراط کے ہیرے ہیں''۔ کیلی نے کہا۔

جوزف پلٹنا بھول گیا تھا اور مبہوت ہوکر انگوٹھی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے جوہریوں والا عدسہ آنکھ سے لگایا اور انگوٹھی کو دیکھنے لگا۔ ''خوب صورت...... بے حد خوب صورت۔ لیکن میں دکان کے ضابطے سے مجبور......''۔

''میں اس کے بیس ہزار ڈالر مانگ رہی ہوں۔ صرف بیس ہزار ڈالر''۔

''بیس ہزار ڈالر کہا ہے نا آپ نے؟''۔

''جی ہاں۔ لیکن نقد''۔

ڈیانا نے کیلی کو کڑی نظروں سے دیکھا۔ ''کیلی...... یہ کیا......''۔

جوزف بیری نے جلدی سے کہا۔ ''میں ابھی کچھ کرتا ہوں''۔ یہ کہہ کر وہ دکان کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔

کیلی نے ڈیانا سے کہا۔ ''ہمارے لئے یہاں سے نکلنا بہت ضروری ہے۔ جان ہے تو جہان ہے''۔

ڈیانا کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ''لیکن کیلی......''۔

''ارے کوئی بات نہیں۔ یہ محض ایک انگوٹھی ہی تو ہے''۔ کیلی نے کہا۔

مگر کیلی جانتی تھی کہ وہ محض ایک انگوٹھی نہیں۔ وہ تو محبت کی ایک بہت قیمتی......

وہ یادوں میں کھوگئی۔

............x............

وہ اس کا برتھ ڈے تھا۔ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف مارک تھا۔ شاید اس نے سالگرہ مبارک کہنے کے لئے فون کیا تھا۔ لیکن مارک نے کہا۔ ''آج فرصت ہے تمہیں؟''۔

''کیا ارادہ ہے؟''۔

'ہائیکنگ کا ارادہ ہے۔ چلوگی؟''۔

بات کیلی کی توقع کے برعکس تھی۔ اسے مایوسی ہوئی۔ ایک ہفتہ پہلے ان کے درمیان سالگرہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔ لیکن اب مارک شاید بھول چکا تھا۔ ''کیوں نہیں''۔ اس نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

''میں ایک گھنٹے میں تمہیں لینے آرہا ہوں''۔ مارک نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 108

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ہائیکنگ کے لباس میں کار میں تھے۔ ''ہم کہاں جارہے ہیں؟'' کیلی نے پوچھا۔

''فاؤنٹین بلیو''۔

''تم وہاں جاتے رہتے ہو؟''۔

''جایا کرتا تھا۔وہاں میرا احساسِ تنہائی کم ہوجاتا تھا'' ۔مارک مسکرایا۔''لیکن تم سے ملنے کے بعد میں نے وہاں جانا چھوڑ دیا''۔

وہ واقعی خوب صورت جگہ تھی ۔لیکن کیلی کی مایوسی بڑھتی جارہی تھی ۔کاش مارک نے اسے ایک برتھ ڈے کارڈ ہی دے دیا ہوتا۔

کار سے اتر کر وہ جنگل کی طرف چل دیئے۔''تم ایک میل چل سکتی ہو؟''۔مارک نے اس سے پوچھا۔

کیلی ہنس دی۔''ہر روز میں اس سے زیادہ دوڑتی ہوں''۔

مارک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔''آؤ پھر......ہو جائے''۔

وہ دوڑتے ہوئے جنگل میں داخل ہوئے۔اب وہ اکیلے تھے۔سرسبز جنگل میں بیشتر درخت بہت پرانے تھے۔درختوں سے چھن کر آتی ہوئی دھوپ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی۔

''کیوں......ہے نا خوب صورت جگہ؟''۔مارک نے پوچھا۔

''واقعی بہت خوب صورت ہے''۔کیلی نے کہا۔''لیکن سنو......تمہیں تو کام پر جانا چاہئے تھا''۔

''میں نے آج چھٹی لے لی''۔

اب وہ جنگل میں چہل قدمی کررہے تھے۔کوئی پندرہ منٹ بعد کیلی نے پوچھا۔''اور کتنی دور جانا ہے؟''۔

''کچھ آگے میری ایک پسندیدہ جگہ ہے۔بس ہم پہنچنے ہی والے ہیں''۔

چند منٹ بعد وہ ایک مسطح قطعہ زمین پر پہنچ گئے۔وہاں شاہ بلوط کا ایک بہت بوڑھا درخت تھا۔''یہ لو......ہم پہنچ گئے''۔مارک نے کہا۔

''واہ......بڑی پرسکون جگہ ہے یہ''۔کیلی نے کہا۔اسی لمحے اسے بوڑھے درخت کے تنے پر کندہ حروف نظر آئے۔اس نے آگے جاکر دیکھا۔لکھا تھا......سالگرہ مبارک ہو کیلی۔

کیلی نے آنکھیں بھیگ گئیں۔گویا مارک اس کے جنم دن کو بھولا نہیں تھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ اس درخت کے اندر بھی کچھ ہے''۔مارک نے کہا۔

''درخت کے اندر!''۔کیلی نے حیرت سے کہا اور قریب جاکر اسے غور سے دیکھنے لگی۔آنکھ کی سطح پر درخت کا تنا کھوکھلا تھا۔پھر وہاں ایک خلا سا نظر آیا۔اس نے خلا میں ہاتھ ڈالا۔وہاں ایک پیکٹ موجود تھا۔اس نے پیکٹ باہر نکالا۔وہ ایک گفٹ باکس تھا۔

''اسے کھول کر تو دیکھو''۔مارک بولا۔

کیلی نے باکس کھولا۔اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔چھوٹے چھوٹے ہیروں کے درمیان گھرا ہوا وہ بڑا سا زمرد جگمگا رہا تھا۔اس میں سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں،جیسے درختوں سے چھن کر آتی ہوئی دھوپ۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔پھر سرگوشی میں بولی۔

''بہت......بہت......بہت شکریہ مارک''۔

''تم طلب کرتیں تو میں آسمان سے چاند بھی توڑلاتا۔میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کیلی کہ تمہارے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں''۔

وہ اس سے لپٹ گئی۔

''بس اب ہمیں شادی کر لینی چاہئے......آج ہی''۔مارک نے کہا۔

''نہیں''۔کیلی کی آواز اچانک کرخت ہوگئی۔

مارک نے حیرت سے اسے دیکھا۔''کیوں؟''۔

''یہ نہیں ہوسکتا''۔

''کیلی،تمہیں اب بھی میری محبت پر یقین نہیں ہے؟''۔

''یہ بات نہیں''۔

''تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟''۔

''میں تم سے محبت کرتی ہوں''۔

''تو پھر شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟''۔

''میں چاہتی تو ہوں۔لیکن کر نہیں سکتی''۔

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔سمجھاؤ تو''۔

کیلی نے سمجھ لیا کہ اب مارک کو سب کچھ بتانا پڑے گا۔سوتیلے باپ کا وہ خوف ناک تجربہ......اور اسے سننے کے بعد مارک کبھی بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرے گا۔لیکن اور کوئی صورت نہیں تھی۔''میں تمہارے لئے......صحیح معنوں میں کبھی بیوی نہیں بن سکوں گی''۔ بالآخر اس نے لب کشائی کی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 109

''کیا مطلب؟ میں کچھ سمجھا نہیں''۔

اب کیلی کو مشکل ترین بات کہنی تھی۔''تمہیں میری قربت میسر نہیں آسکتی۔ میں چاہوں بھی تو تمہیں کچھ نہیں دے سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں...... ''۔ پھر وہ بولتی ہی چلی گئی۔''اب میں کیا کروں؟''۔ اس نے آخر میں کہا۔''میں بہت ڈرتی ہوں۔ سچ پوچھو تو میں مکمل عورت ہوں ہی نہیں۔ آدھی عورت ہوں میں''۔ اب وہ خود کو رونے سے روکنے کیلئے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

مارک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔''مجھے افسوس ہے کیلی۔ میں تمہاری اذیت کو سمجھ سکتا ہوں''۔

کیلی خاموش رہی۔ اس کے پاس کہنے کو اب کچھ تھا ہی نہیں۔

''شادی میں اس بات کی بے شک بڑی اہمیت ہوتی ہے''۔

کیلی نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور دانتوں سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ کیا کہے گا۔

''لیکن یہ جسمانی قربت ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ میرے نزدیک شادی زندگی کے ہر لمحے کو ایک ایسے شخص کے ساتھ شیئر کرنے کا نام ہے، جس سے آپ محبت کرتے ہوں۔ خوشی ہو یا غم، اس محبوب کے ساتھ بانٹنے کا نام شادی ہے''۔

کیلی سن ہو کر رہ گئی۔ یہ سب اس کیلئے بالکل خلاف توقع تھا۔

''جسمانی قربت وقت کے ساتھ ساتھ اپنی کشش کھو بیٹھتی ہے۔ لیکن محبت کبھی کم نہیں ہوتی...... نہ دل سے، نہ روح سے۔ میں پوری سچائی کے ساتھ تم سے کہوں کہ میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ اور میں جسمانی قربت کے بغیر بھی کام چلا سکتا ہوں''۔

کیلی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔''نہیں مارک...... میں دانستہ تمہیں محرومی نہیں دے سکتی''۔

''کیوں؟''۔

''کیونکہ ایک دن ایسا آئے گا، جب تمہارے پاس پچھتاووں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اور پھر تمہیں کسی ایسی عورت سے محبت ہو جائے گی جو تمہیں وہ سب کچھ دے سکے گی جو میں نہیں دے سکتی۔ پھر تم مجھے چھوڑ دو گے اور میرے پاس ٹوٹے ہوئے دل کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا''۔

مارک نے بڑھ کر کیلی کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔''جانتی ہو، میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ پوچھو کیوں؟ کیونکہ تم میرے وجود کا حصہ ہو...... بہترین حصہ! سنو کیلی، ہم شادی کر رہے ہیں''۔

کیلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔''سوچ لو کہ تم خود کو کس مصیبت میں پھنسا رہے ہو''۔

مارک مسکرایا۔''تم اپنی سوچو۔ تم تو کسی مصیبت میں نہیں پھنس رہی ہو''۔

کیلی ہنس دی۔''مجھے یقین نہیں آتا۔ کیا واقعی......''۔

''بس اب تم ہاں کہہ دو''۔

کیلی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔''میں انکار کیسے کر سکتی ہوں''۔

مارک نے زمرد کی وہ انگوٹھی اسے پہنا دی۔

دونوں چند لمحوں تک گنگ کھڑے رہے۔ پھر کیلی نے کہا۔''کل میں تمہیں اپنی کچھ ساتھی ماڈلز سے ملواؤں گی......''۔

''میرے خیال میں تو یہ خلاف ضابطہ ہے''۔

''اب ضابطے بدل چکے ہیں''۔

مارک کھلکھلا کر ہنس دیا۔

............x............

اگلی صبح کیلی ہیرس کے ساتھ سیلون کی طرف جا رہی تھی...... اسے اپنی ساتھی ماڈلز سے ملوانے۔ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مارک سے کہا۔''لگتا ہے، بارش ہونے والی ہے۔ لوگ موسم کی سختی کے متعلق باتیں تو بہت کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں کوشش کوئی نہیں کرتا''۔

مارک نے سر گھما کر اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

کیلی نے اس کے تاثر کو دیکھ کر جلدی سے معذرت کی۔''سوری۔ تم تو سائنسداں ہو۔ مجھے تم سے ایسی بات نہیں کہنی چاہئے''۔

مارک نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

وہ سیلون پہنچے۔ ڈریسنگ روم میں چھ سات ماڈل گرلز موجود تھیں۔ کیلی نے وہاں پہنچتے ہی کہا۔''میں ایک اہم اعلان کر رہی ہوں۔ اتوار کو میری شادی ہے اور اس میں تم کو شرکت کرنی ہے''۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 110

علیم الحق حقی

اگلے ہی لمحے ڈریسنگ روم چیخوں سے بھر گیا۔ ''ہمیں اس پراسرار ہینڈسم سے ملواؤنا''۔ کسی نے کہا۔

''کیا ہم اسے جانتے ہیں؟''۔ دوسری نے پوچھا۔

''وہ کیسا لگتا ہے؟''۔ تیسری نے سوال اٹھایا۔

''بس یہ سمجھ لو کہ وہ کیری گرانٹ کی جوانی ہے''۔ کیلی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''تو ہم سے کب ملوا رہی ہو اسے؟''۔

''ابھی...... اسی وقت''۔ کیلی نے دروازے کو پوری طرح کھولتے ہوئے پکارا۔ ''اندر چلے آؤ مارک''۔

مارک ڈریسنگ روم میں داخل ہوا اور اگلے ہی لمحے وہاں سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک ماڈل نے سرگوشی میں دوسری سے کہا۔ ''یہ کوئی مذاق ہے......؟''۔

''ایسا ہی لگتا ہے''۔ دوسری نے جواب دیا۔

مارک ہیرس کا قد کیلی سے پورے بارہ انچ کم تھا۔ اور وہ بے حد عام سا آدمی تھا، جس کے بالوں میں سفیدی جھلملا رہی تھی۔

پھر جب وہ پہلے شاک سے سنبھل گئیں تو تمام ماڈلز ان دونوں کو مبارکباد دینے لگیں۔

''بہت شاندار خبر ہے''۔

''ہم سب بہت خوش ہیں تمہارے لئے''۔

''ہمیں یقین ہے، تم ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش رہو گے''

کیلی اور مارک ڈریسنگ روم سے نکل آئے۔ باہر آ کر مارک نے پوچھا۔ ''کیا ان لوگوں کو میں اچھا لگا؟''۔

کیلی مسکرائی۔ ''ظاہر ہے۔ کون ایسا ہے جو تمہیں ناپسند کر سکے......''۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔ ''ارے......''۔

''کیا ہوا؟''۔

''وہ فیشن میگزین کے سرورق پر میری تصویر چھپی ہے۔ وہ میں لانا بھول گئی۔ ابھی تمہیں لا کر دکھاتی ہوں''۔

کیلی ڈریسنگ روم کی طرف پلٹی۔ مگر دروازے پر ہی رک گئی۔ اندر اس کی ساتھی کہہ رہی تھی۔ ''کیلی کیا سچ مچ اس سے شادی کر رہی ہے؟''۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ وہ پاگل ہو گئی ہے''۔ دوسری بولی۔

''ارے...... کیسے کیسے خوبرو اور دولت مند مردوں کو ٹھکرا چکی ہے۔ وہ تو کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتی تھی''۔

''پتا نہیں، اس شخص میں اسے کیا نظر آ گیا!''۔

کیلی کھڑی ان کی باتیں سنتی رہی۔

ایک منہ پھٹ ماڈل نے کہا۔ ''بہت سیدھی سی بات ہے''۔

''کچھ بتاؤ تو''۔

''تم لوگ ہنسو گی''۔

''اس کی پروا مت کرو''۔

''ایک محاورہ ہے...... خوب صورتی درحقیقت محبت سے دیکھنے والی آنکھ میں ہوتی ہے''۔

لیکن یہ سن کر ہنسا کوئی نہیں۔

..................X..................

انہوں نے اپنا ہنی مون سینٹ موریٹز میں منایا۔ پیلس ہوٹل، جہاں انہوں نے قیام کیا، ایک پہاڑی پر بنایا گیا تھا۔ مارک نے وہاں ہنی مون سوئٹ پہلے ہی ریزرو کرا لیا تھا۔

وہ وہاں پہنچے تو ہوٹل کے منیجر نے ان کا استقبال کیا۔ ''شام بخیر مسٹر اینڈ مسز ہیرس۔ آپ کا سوئٹ بالکل تیار ہے''۔

مارک چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''آپ ہمارے سوئٹ میں دو الگ الگ بیڈ فراہم کر سکتے ہیں؟''

منیجر بڑی مشکل سے اپنا لہجہ بے تاثر رکھ سکا۔ ''دو بیڈ؟''

''جی ہاں...... پلیز''۔

''جی...... کیوں نہیں''۔

''شکریہ''۔ مارک نے کہا اور کیلی کی طرف مڑا۔ ''یہاں خوب صورت مقامات کی کمی نہیں۔ اینگاڈین میوزیم......''۔

..................X..................

اب وہ دونوں اپنے سائٹ میں اکیلے تھے۔ مارک نے کہا۔ ''کیلی ڈارلنگ، تمہیں اسی صورت حال کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کسی بات کی پروا نہیں۔ میرے لئے بس اتنا کافی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ یہ میرے لئے زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے''۔

کیلی اس سے لپٹ گئی۔ ''او مارک...... میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں''۔

مارک مسکرایا۔ ''بس...... کچھ نہ کہو''۔

رات کا کھانا انہوں نے نیچے ریسٹورنٹ میں کھایا۔ پھر وہ اپنے بیڈ روم میں آ گئے۔ وہاں ان کیلئے دو جڑواں بیڈ بچھا دیئے گئے تھے۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی
قسط نمبر:111

کیلی اپنے بستر پر لیٹی سوچتی رہی۔ یہ دنیا کی انوکھی سہاگ رات تھی۔ خدا نے اسے کتنا اچھا شوہر دیا...... پچھلے دکھوں اور اذیتوں کا انعام! وہ اس سہاگ رات میں اپنے شوہر سے دور لیٹی اس بھیانک رات کے بارے میں سوچ رہی تھی، جس نے اس کی زندگی بدل ڈالی تھی...... تباہ کردی تھی۔ اس کے کانوں میں اپنے سوتیلے باپ کی منحوس آواز گونج رہی تھی...... ششش...... منہ سے آواز نہ نکلے۔ اگر تم نے کسی کو کچھ بتایا تو میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس نے اس کے اندر بہت کچھ ختم کردیا تھا۔ اس کے وجود کا ایک حصہ قتل ہوگیا تھا۔ وہ اندھیرے سے...... مردوں سے اور محبت سے خوف کھانے لگی تھی اور اب شاید زندگی بھر وہ ایسی ہی......

اس لمحے اس کے اندر ایک تحریک مچلی نہیں...... وہ ایسا نہیں ہونے دے گی۔ اب سچی محبت کا سہارا اسے حاصل ہے تو اسے لڑنا ہوگا۔

اس نے ایک عزم سے کروٹ بدلی اور مارک کو دیکھا۔ وہ دوسرے بیڈ پر لیٹا تھا...... دوسری طرف کروٹ لئے......! ''ہو...... میرے لئے جگہ بناؤ''۔ اس نے سرگوشی میں مارک سے کہا۔

مارک اٹھ بیٹھا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی۔ ''تم نے تو کہا تھا...... تم...... میں......''۔

اس رات نے زندگی تباہ کردینے والی بھیانک رات کے تمام نقش مٹادیے۔ مارک نے لائٹ آف کی تو کیلی کا جسم تن گیا۔ اسے لگا کہ وہ دہشت سے چیخ اٹھے گی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور ہونٹ بھینچ لئے۔ چند لمحے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ ارے...... یہ محبت میں کیسا جادو ہے۔ اس نے حیرت اور خوشی سے سوچا۔ میرا اندھیرے کا خوف بھی لٹ گیا! پھر وہ......

..................X..................

کیلی؟ کیلی!۔

وہ چونک کر ماضی کے منظر سے نکل آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ نیویارک میں ففتھ ایونیو پر جیولری شاپ میں کھڑی تھی۔ جوزف ری نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ ''یہ رہے آپ کے بیس ہزار ڈالر نقد''۔

کیلی کو سنبھلنے میں چند لمحے لگے۔ پھر اس نے نوٹوں کی گڈی لیتے ہوئے کہا۔ ''شکریہ''۔

وہ دونوں باہر نکل آئیں۔ کیلی نے گن کر دس ہزار ڈالر ڈیانا کی طرف بڑھا دیے۔ ''یہ لو......''۔

''کیا مطلب؟''

''یہ تمہارا حصہ ہے''۔

''وہ کیوں......؟ نہیں، میں یہ نہیں لے سکتی''۔

''خدا ہمیں زندگی دے۔ جب چاہو واپس لوٹا دینا اور اگر ہم زندہ ہی نہ رہے تو اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ اب ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہے''۔

..................X..................

گروس وینز اسکوائر میں صبح ہی سے مظاہرین چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں جمع ہو رہے تھے۔ دوپہر ہوتے ہوتے مجمع اتنا ہوگا کہ سنو ہل اسٹیشن سے پولیس کی اضافی نفری طلب کرنی پڑ گئی۔ پھر اخباری نمائندے اور ان کے پیچھے ٹیلی ویژن والے بھی آپہنچے۔ کیمرے سیٹ کئے جانے لگے۔ اس دوران مجمع اور بڑھ گیا۔ اب وہاں اتنا ہجوم تھا کہ مظاہرین کے نعروں کی آواز آکسفورڈ اسٹریٹ اور پارک لین تک پہنچ رہی تھی۔

امریکی سفیر کی لیموزین نظر آئی تو مظاہرین کے ایک گروہ نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے رسی باندھ کر حد بندی کے ذریعے انہیں محدود کردیا تھا۔ پھر پولیس کے جوان انہیں وہ حد پار کرنے سے روکنے کے لئے بھی موجود تھے۔

ڈیکین کار سے اترا اور مظاہرین کی طرف رخ کرکے کھڑا ہوگیا۔ وہاں جو بینر لگے تھے، وہ ان کا جائزہ لے رہا تھا۔

''انسانوں کے قاتل اسرائیل کی مذمت کرو''۔

''تمہاری آواز کیوں گم ہوگئی امریکا؟''

''اسرائیلی بھیڑیوں کی حمایت ختم کرو''۔

ڈیکین تاریک شیشوں کا چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ پلٹا اور سفارتخانے کے داخلی دروازے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں جابجا اخباری رپورٹرز کھڑے تھے۔

''آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں مسٹر ایمبیسڈر؟'' ان میں سے ایک نے اس سے پوچھا۔

''بہت اچھا''۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

''آپ کے خیال میں بی بی سی کے اسٹوڈیوز میں پیش آنے والے حادثے کا آج کی اس خبر سے کوئی تعلق ہے؟''

''نہیں..... ہرگز نہیں''۔ ڈیمین نے تیز لہجے میں کہا۔

وہ دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ اخباری نمائندے اور ٹیلی ویژن کریو اب بھی اس کے پیچھے لگے تھے۔ سب اپنی اپنی بول رہے تھے۔ مگر ایک آواز واضح طور پر سب سے بلند تھی۔

''شریڈر نے جو انکشاف کیا ہے کہ اسوان ڈیم کی تباہی میں اسرائیل کا ہاتھ ہے، اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟''

ڈیمین پلٹا اور سوال کرنے والے کا سامنا کیا۔ ''اگر یہ سچ ہے تو یہ عالمی امن کی کوششوں پر کیا جانے والا بہت کاری وار ہے''۔ اس نے کہا۔

''کیا اس مذمت کی حیثیت سرکاری ہے؟'' ایک اور آواز ابھری۔

''تشدد کسی بھی روپ میں ہو، میں اس کی مذمت کرتا ہوں''۔ ڈیمین نے کہا ''لیکن ابھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا''۔

''روس نے مصر کو ہر طرح کی مدد کی پیش کش کی ہے۔ اس پر آپ کا کیا ردعمل ہے؟''

سیکورٹی گارڈ نے دروازہ کھولا۔ ڈیمین نے معذرت خواہانہ انداز میں ایک ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے حضرات۔ فی الوقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا، جو کہہ چکا ہوں''۔

وہ عمارت میں داخل ہو رہا تھا کہ کسی نے اس کے نام سے اسے پکارا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ کیٹ مجمع کو چیرتی پھاڑتی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''صبح بخیر مس رینالڈ''۔ اس نے کہا اور سیکورٹی گارڈ کو اشارہ کیا کہ وہ کیٹ کو اندر آنے دے۔ اس پر وہاں موجود صحافیوں اور ٹی وی والوں نے عورتوں کو فوقیت دینے سے متعلق بے حد نامناسب فقرے چست کئے۔

کیٹ اندر آئی اور اس کے ساتھ چلتی لفٹ کی طرف بڑھی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔

''میں نے کل رات آپ کو فون کیا تھا۔ مگر کسی نے ریسیو ہی نہیں کیا''۔ کیٹ نے کہا اور سر اٹھا کر ڈیمین کو دیکھا۔ اسٹوڈیو والے حادثے کی بنا پر وہ اب بھی اس سے شرمندہ لگ رہی تھی۔ ''ہم تلافی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے ہیں؟''

''مثلاً؟'' ڈیمین نے لفٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور ایک بٹن دبایا۔

کیٹ نے کندھے جھٹک دیے۔ معذرت کے سوا وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ذہن پر زور دے رہی تھی کہ کیا کہے۔ مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

ڈیمین نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ ''مثلاً یہ کہ وہ انٹرویو ہی مکمل کر لیا جائے؟''

کیٹ نے شکرگزاری سے اثبات میں سر ہلایا۔

''لیکن میں اصرار کروں گا کہ انٹرویو میرے گھر میں ریکارڈ کیا جائے۔ تمہارا اسٹوڈیو میرے ذوق کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہی ڈرامائی ہے''۔

کیٹ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ پرسکون ہو گئی۔

اسی لمحے لفٹ کا دروازہ کھلا۔ ڈیمین نے چشمہ اتارا۔ ''انٹرویو کے بعد تم چاہو تو میرے ساتھ ڈنر کر سکتی ہو''۔ وہ لفٹ کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ ''بس ہم تینوں ہوں گے ڈنر میں''۔

کیٹ نے پلکیں جھپکائیں۔ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''تم، میں اور پیٹر''۔ ڈیمین نے وضاحت کی۔

پیٹر؟ کیٹ نے سوچا۔ مگر پیٹر کیوں؟ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی لفظ اس کے ہونٹوں سے پھسل پڑے۔ ''ٹھیک ہے ڈیمین، شکریہ۔ لیکن اس کے لئے پیٹر کو بھی آپ کے گھر آنا ہوگا''۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 113

"ہاں۔ یہی تو میں چاہتا ہوں"۔ ڈیمین نے کہا اور دروازہ چھوڑ دیا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوا اور وہ نیچے جانے لگی۔

کیٹ کو اب خود پر غصہ آرہا تھا۔ کیوں اس نے منہ سے یہ بات نکالی۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ کہہ رہی ہو...... پیٹر کی کیا ضرورت ہے۔ بس ڈنر پر ہم دونوں ہوں۔ چھوڑو اسے۔ اور اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ گر جانے کی حد تک خود کو اس پر تھوپ رہی ہو۔ طشتری میں رکھ کر اپنے وجود کو پیش کر رہی ہو اور اس کے ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ وہ خود اپنے بیٹے سے جل رہی ہے۔ ڈیمین کی خاطر وہ پیٹر سے حسد کر رہی ہے اور اسے یہ احساس بھی ہوا کہ جیسے پیٹر اور ڈیمین باہم رازدار ہیں اور اس کے پیٹھ پیچھے اس کے بارے میں باتیں کرتے رہے ہیں۔

لفٹ سے اتر کر بھی وہ زیر لب ممناتی رہی۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔ ایک سیکورٹی گارڈ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

دروازے پر پہنچ کر وہ آپ ہی آپ مسکرائی۔ ڈیمین خود کو کیا سمجھتا ہے۔ اب وہ اسے ایک معزز خاتون بن کر دکھائے گی۔ کیا مطلب تھا اس کا یہ کہنے کا کہ اپنے بیٹے کو ساتھ لانا۔ مطلب یہ کہ کوئی ان کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات نہ سوچے۔ کتنا معزز سمجھتا ہے وہ خود کو......

اور پھر اس نے سوچا، یہ معزز شخص گزشتہ رات کہاں رہا ہے اور کیا کرتا رہا ہے۔ کیونکہ اس کے چہرے اور متورم آنکھوں سے صاف لگتا ہے کہ گزشتہ رات وہ ایک لمحے کیلئے بھی نہیں سویا ہوگا!۔

..................X..................

سفارت خانے کا فرنیچر اور اس کی آرائش یکسر تبدیل ہو چکی تھی۔ اینڈریو ڈوائل کے زمانے میں چمڑے اور مہاگنی کا غلبہ تھا جبکہ اب وہاں رنگ برنگی فرنیچر تھا۔

ہاروے ڈین کھڑکی میں کھڑا تھا۔ خون اس کے کان سے لگا تھا اور اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ وہ پہلے بھی کر چکا ہے۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ شکاگو میں ہے اور بلوہ ہوتے دیکھ رہا ہے۔ مظاہرین اسے بالکل صاف اور واضح دکھائی دے رہے تھے اور ساؤنڈ پروفنگ کے باوجود اسے ان کے نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ وہ مجمعے کی تعداد کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وائٹ ہاؤس کو کب پتا چلا؟" اس نے ریسیور میں کہا۔ دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔" ...... ہمارے وقت کے مطابق ڈھائی بجے۔ اس کا مطلب ہے کہ ردعمل سامنے آنے میں ...... کیا ...... تمہارے ہاں کے مطابق دوپہر کو......"۔

اس نے داہنی سمت سے پولیس کی نفری کو اندر گھستے دیکھا۔" ایسا زبردست مظاہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا" اس نے طمانیت بھرے لہجے میں کہا۔" میں تو یہ سوچ کر حیران ہوں کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو اس وقت اسرائیلی سفارت خانے میں ہیں"۔

وہ پلٹا اور کمرے کے وسط میں چلا آیا۔ ٹیلی فون کا تار اس کے عقب میں سانپ کی طرح لہراتا چل رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"نہیں بھئی، بیٹا ہے"۔ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔" اور خاصا بدصورت ہے لیکن ایک نظر میں اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت وجیہہ نکلے گا"۔ دوسری طرف سے مبارک باد دی گئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ڈیمین کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔" ٹھیک ہے پال۔ پھر ملاقات ہوگی"۔ اس نے کہا۔

ڈیمین کے ہونٹوں سے سرکاری مسکراہٹ معدوم ہو چکی تھی۔ آفس کے بند دروازوں کے پیچھے وہ اپنے اصل موڈ کا اظہار کر سکتا تھا، جو کہ بہت خراب تھا۔

"یہ بوہر سے بات ہو رہی تھی میری"۔ ڈین نے اسے بتایا۔ اسے فضا کی تبدیلی کا بالکل احساس نہیں تھا۔" اس نے این ایل ایف رپورٹ وائٹ ہاؤس بھیج دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ رپورٹ بہت کمزور ہے"۔

ڈیمین نے جواب میں کچھ نہیں کہا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

"پھول بھجوانے کا شکریہ"۔ ڈین نے کہا۔" باربرا کو پھول بہت پسند آئے"۔

"اور خنجروں کے بارے میں کیا کہا اس نے؟" ڈیمین نے چڑچڑے پن سے کہا۔ وہ ڈین کو جتنا رہا تھا کہ یہ وقت پھولوں پر بات کرنے کا نہیں ہے۔

ہاروے ڈین کی خوش دلی ہوا ہو گئی۔ وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔" بوہر نے اپنے چیلوں کو اس کام پر لگا دیا ہے"۔ اس نے کہا۔" پتا چلا ہے کہ حال ہی میں ان کی نیلامی ہوئی تھی۔ وہاں ایک پادری نے اس کی بولی چھڑائی اور اس نے خنجر اٹلی کی ایک خانقاہ کو بھیج دیئے"۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 114 علیم الحق حقی

وہ میز کی طرف بڑھا اور اپنے نوٹس کا جائزہ لینے لگا۔ ''اس جگہ کا نام سوب...... '' وہ اٹک گیا۔

''سوبیا کوہوکا''۔ ڈیمین نے کہا۔ ''اور وہ خانقاہ سانتا بنی ڈکٹس کی ہوگی''۔

''جی ہاں، بالکل درست''۔ ڈین بولا۔ اسے خوشی تھی کہ ڈیمین کچھ بولا تو۔ اس سے اس کا کچھ حوصلہ بڑھا۔ ''اب اٹلی میں ہمارے لوگ اس معاملے کی مزید چھان بین کر رہے ہیں۔ امید ہے...... ''۔

''اب بہت دیر ہوگئی۔ پرندے وہاں سے اڑ چکے ہوں گے''۔ ڈیمین نے اس کی بات کاٹ دی۔

ڈیمین پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ وہ یوں خودکلامی کر رہا تھا، جیسے اسے ہاروے ڈین کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔ ''وہ اس وقت انگلینڈ میں ہوں گے...... نزارین کی دوسری ولادت کے منتظر اور وہ مجھے ختم کرنا چاہیں گے...... اس سے پہلے کہ میں انہیں ختم کردوں''۔ وہ آسمان کو گھورنے لگا۔ ''اور وہ کل رات پیدا ہوگیا''۔

ہاروے ڈین نے پلکیں جھپکائیں۔ اس کے نوٹس فرش پر گر گئے اور بکھر کر ادھر ادھر اڑنے لگے۔ لیکن اسے اس کا احساس ہی نہیں تھا۔

''اس کی پیدائش کے لمحے سے مجھے اس کی موجودگی کا احساس مستقل ستا رہا ہے''۔ ڈیمین نے پلٹ کر ہاروے ڈین کو دیکھا۔ ''جیسے وہ کوئی وائرس ہے جو میری توانائیاں چاٹ رہا ہے۔ میری طاقت سلب کرنے کی کوشش کر رہا ہے''۔

بات ہاروے ڈین کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ پہلی بار اس نے غور کیا کہ ڈیمین کسی قدر تھکا ہوا اور نڈھال لگ رہا ہے، اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تھے۔ چہرے پر لکیریں کھنچ گئی تھیں۔ اس کے چہرے پر پہلے جیسی تازگی اور نوعمری نہیں تھی۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ ایک ہی رات میں وہ بوڑھا ہوگیا ہے۔

''اب جب تک وہ زندہ رہے گا، اس کی طاقت بڑھے گی اور میری طاقت کم ہوگی''۔ ڈیمین نے کہا۔ پھر وہ دوبارہ پلٹا اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ''کیا تم اتنے بزدل ہو نزارین کہ اکیلے میرا سامنا نہیں کرسکتے''۔ اس کے لفظوں میں چیلنج تھا۔ لیکن لہجے میں تھکن تھی۔ ''لیکن تم کہیں بھی چھپو، بالآخر میں تمہیں ڈھونڈ کر شکار کرلوں گا اور میں اس بار تمہیں عدم کی صلیب پر لٹکا دوں گا۔ تاکہ انسانیت کو تقویٰ کی صلیب سے نجات مل جائے''۔

ہاروے ڈین کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ جو کچھ ڈیمین دیکھ رہا تھا، وہ بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسے سمجھنا چاہتا تھا۔ اس اذیت کو شیئر کرنا چاہتا تھا، جس سے ڈیمین گزر رہا تھا۔

نیچے لوگوں کا ہجوم تھا۔ ہاروے ڈین اسے ٹٹولنے والی نظروں سے...... بائیں سے دائیں دیکھتا رہا۔ اچانک اس کی نظر ہجوم کے عین درمیان ایک پلے کارڈ پر جم گئیں۔ وہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ اس نے ڈیمین کو پکارا اور اس سمیت اشارہ کیا۔

ڈیمین نے اشارے کی سمت اس پلے کارڈ کو دیکھا......

''جشن مناؤ۔ مسیح علیہ السلام دوبارہ پیدا ہوگئے ہیں''۔

اور وہ دونوں اس شخص کو دیکھنے لگے، جس کے ہاتھ میں وہ پلے کارڈ تھا۔ وہ شخص جوغہ پہنے ہوئے تھا۔ اسی لمحے اس نے بھی ان دونوں کو دیکھا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر فاتحانہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

ڈیمین کا جسم تھرتھرایا اور وہ یوں جھٹکے سے پیچھے ہٹا، جیسے کسی نے اسے زوردار گھونسہ مارا ہو۔ اس نے نفی میں سر ہلایا اور کرسی پر ڈھیر ہوگیا۔

..............X..............

رات کا آغاز ہوا اور مظاہرہ دم توڑنے لگا۔ مظاہرین چھوٹے چھوٹے گروپوں میں منتشر ہو کر اسکوائر سے ہٹنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسکوائر خالی ہوگیا۔ لیکن وہ شخص موجود رہا۔ وہ بنچ پر بیٹھا کبوتروں کو دانہ ڈالتا رہا۔ اس کا پلے کارڈ بنچ پر اس کے پہلو میں پڑا تھا۔

ہر چند منٹ بعد برادر میتھیوز سر اٹھا کر عمارت کو دیکھتا۔ عمارت میں ایک ایک کرکے لائٹس آف ہو رہی تھیں۔ مختلف دروازوں سے اسٹاف کے لوگ باہر نکل کر اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ پھر لیموزین آتی دکھائی دی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گھاس پر چلتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ گاڑی رک گئی، انجن بند ہوا اور ڈرائیور نے اپنے چہرے پر کیپ جھکائی اور سیٹ سے ٹیک لگا کر اونگھنے لگا۔

اب عمارت میں صرف ایک کمرا روشن تھا اور اس کی کھڑکی سے برادر میتھیوز کو وہ دونوں آدمی جھانکتے نظر آئے۔

''جشن مناؤ۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام دوبارہ پیدا ہو چکے ہیں''۔ (جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 115

علیم الحق حقی

برادر میتھیوز نے دھیمی آواز میں کہا۔

اندر سفارت خانے میں ہاروے ڈین بے چین اور مضطرب تھا۔ وہ پوری شام ضائع ہو گئی تھی۔ کام کا ڈھیر لگتا رہا تھا۔ لیکن ڈیمین نے کام کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو بس گم سم سا کھڑکی سے باہر اسکوائر میں دیکھتا رہا تھا اور وہ خاموش بھی تھا۔ ہاروے ڈین صرف کمرے کے سوگوار ماحول سے بچنے کے لئے بلا ضرورت واش روم کے چکر لگاتا رہا تھا۔

اور ڈیمین اب بھی دیکھے جا رہا تھا۔

''یہ کیا کر رہا ہے آخر؟ کیوں بیٹھا ہے وہاں؟'' ہاروے ڈین بڑبڑایا۔

''میرا انتظار کر رہا ہے''۔ ڈیمین نے مشینی انداز میں کہا۔ ''وہ میرے لئے جال بچھائے بیٹھا ہے''۔

''بے وقوف ہے...... پاگل کہیں کا''۔ ہاروے ڈین نے نفرت سے کہا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ پولیس کو اس شخص کے بارے میں مطلع کر دے۔ اس کی یہاں موجودگی ہی توہین تھی۔ ''وہ یہ کیوں سمجھتا ہے کہ تم اس کے جال میں جا پھنسو گے؟''۔

''کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں''۔

''ڈین نے کندھے جھٹک دیے۔ اس کی سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ اسے اسٹوڈیو میں وہ جھلستی ہوئی لاش یاد آئی۔ پھر اسے ایک خیال آیا۔ ''ممکن ہے، اس کے پاس بھی ایک خنجر ہو''۔ اس نے کہا۔

ڈیمین ڈیسک کی طرف گیا اور وہاں سے ایک دوربین اٹھا لایا۔ کھڑکی میں آ کر اس نے دوربین کو اس شخص پر فوکس کیا۔ ''یقیناً...... اس کے پاس بھی خنجر ہے''۔ اس نے کہا۔ ''اگر نہ ہوا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنا وقت ضائع کیا ہے''۔

ہاروے ڈین نے سر جھٹکا۔ یہ سب اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ ڈیمین معمول میں بات کر رہا تھا۔ لیکن شاید بہتری بھی اسی میں تھی۔ اس نے سوچا، جتنا کم معلوم ہو، اتنا ہی اچھا ہے۔ کون الجھن میں پڑے۔

............x............

لیکسنگٹن ایونیو پر ڈیانا نے ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟''۔

''لاگارڈیا ایئر پورٹ''۔

کیلی نے اسے حیرت سے دیکھا۔ ''جانتی ہو کہ وہ تمام ایئر پورٹس کی نگرانی کر رہے ہوں گے!''۔

''ہاں، مجھے یہی امید ہے''۔

''تو پھر تم خودکشی......''۔ کیلی کہتے کہتے رک گئی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تمہارا کوئی منصوبہ ہے''۔

''بالکل''۔ ڈیانا نے کہا۔ ''چلو میرے ساتھ''۔ اس نے کیلی کا ہاتھ تھام لیا۔

............x............

لاگارڈیا کے ٹرمینل میں ڈیانا ال اطالیہ ایئر لائنز کے کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔ کیلی اس کے پیچھے تھی۔

''صبح بخیر خواتین''۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ایجنٹ نے کہا۔ ''کہیے...... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''۔

ڈیانا مسکرائی۔ ''ہمیں لاس اینجلز کے دو ٹکٹ درکار ہیں''۔

''کب جانا چاہیں گی آپ؟''۔

''پہلی دستیاب فلائٹ پر۔ میں ڈیانا اسٹیونز ہوں اور یہ کیلی ہیرس''۔

کیلی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

ٹکٹ ایجنٹ شیڈول چیک کر رہا تھا۔ پھر اس نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''سوا دو بجے کی فلائٹ کے ٹکٹ مل سکتے ہیں آپ کو''۔

''جی...... بہت مناسب ہے''۔

''ادائیگی کیش سے کریں گی یا کریڈٹ کارڈ سے؟''۔

''کیش سے''۔ ڈیانا نے کہا اور رقم نکال کر ادائیگی کر دی۔

''یہ تو تم خود کو مشتہر کر رہی ہو۔ تاکہ کنگسلے کو ہمیں ڈھونڈنے میں پریشانی نہ ہو''۔ کیلی نے کہا۔

''تم پریشان بہت ہوتی ہو''۔ ڈیانا نے بے پروائی سے کہا۔

اب وہ امریکن ایئر لائنز کے بوتھ کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔ وہاں سے ڈیانا نے میامی کی فلائٹ کیلئے دو سیٹیں بک کرا لیں فلائٹ تین گھنٹے بعد روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے وہاں بھی نقد ادائیگی کی۔

وہ وہاں سے ہٹیں تو کیلی نے کہا۔ ''اس سے تو تم کسی بچے کو بھی بے وقوف نہیں بنا سکتیں۔ وہ تو جینیئس لوگ ہیں''۔

''تم دیکھتی رہو''۔ ڈیانا نے کہا اور باہر جانے والے دروازے کی طرف چل دی۔

کیلی اس کے ساتھ تھی۔ ''اب کہاں جا رہی ہو؟'' اس نے پوچھا۔ پھر جلدی سے بولی۔ ''بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں جاننا بھی نہیں چاہتی۔

وہ ٹرمینل سے نکلیں۔ باہر ٹیکسیوں کی قطار تھی۔ اسی وقت ٹیکسی گیٹ کے پاس آئی۔ ڈیانا نے اسے روک لیا۔ ''ہمیں کینیڈی ایئر پورٹ جانا ہے''۔

''بیٹھ جائیے''۔

ٹیکسی چلی تو ڈیانا نے ڈرائیور سے کہا۔ ''تمہیں یہ خیال رکھنا ہو گا کہ کوئی ہمارا تعاقب نہ کر پائے''۔

ڈرائیور نے عقب نما میں اسے دیکھا اور مسکرایا۔ ''آپ نے بہت اچھی ٹیکسی کا انتخاب کیا ہے مادام۔ بے فکر ہو جائیں''۔ یہ کہہ کر اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور بالکل اچانک یوٹرن لیا۔ پہلے کارنر پر اس نے گاڑی اسٹریٹ پر لی اور پھر ایک گلی میں موڑ لیا۔

دونوں عورتوں نے پیچھے دیکھا۔ ان کے عقب میں کوئی کار نہیں تھی۔

اگلے آدھے گھنٹے میں ڈرائیور اسی انداز میں ٹیکسی چلاتا رہا۔ اس دوران وہ کئی سائیڈ اسٹریٹس سے گزرے۔ بالآخر ٹیکسی کینیڈی ایئر پورٹ پہنچ کر رک گئی۔ ''یہ لیجیے...... آ گیا ایئر پورٹ''۔ ڈرائیور نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

ڈیانا نے پرس سے کچھ نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیے۔ ''کرائے کے علاوہ یہ تمہارا انعام ہے''۔

ڈرائیور نے نوٹ لئے اور مسکرایا۔ ''شکریہ خاتون''۔

وہ دونوں عورتوں کو ٹرمینل میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔ وہ اندر چلی گئیں تو اس نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔ ''ٹینر کنگسلے سے بات کرائیے پلیز......''۔

............x............

ڈیلٹا ایئر لائن کے کاؤنٹر پر ٹکٹ ایجنٹ نے سامنے رکھے بورڈ کا جائزہ لیا۔ ''جی ہاں۔ آپ کی مطلوبہ فلائٹ پر دو سیٹیں دستیاب ہیں''۔ اس نے کہا۔ ''فلائٹ شام پانچ بج کر پچاس منٹ پر روانہ ہو گی۔ میڈرڈ میں جہاز ایک گھنٹا رکے گا۔ اور بارسلونا صبح نو بج کر بیس منٹ پر پہنچے گا''۔

''ٹھیک ہے''۔

''آپ کیش دیں گی یا کریڈٹ کارڈ......''۔

ڈیانا نے پرس سے رقم نکالی اور ٹکٹ ایجنٹ کی طرف بڑھائی۔ پھر وہ کیلی کی طرف مڑی۔ ''آؤ...... اب لاؤنج میں چلیں''۔

............x............

آدھے گھنٹے بعد ہیری فلنٹ موبائل پر ٹینر کنگسلے سے بات کر رہا تھا۔ ''جو آپ چاہتے تھے، وہ میں معلوم کر چکا ہوں۔ وہ ڈیلٹا کی فلائٹ سے بارسلونا جا رہی ہیں۔ فلائٹ کا ٹائم پانچ بج کر پچاس منٹ ہے۔ جہاز ایک گھنٹا میڈرڈ میں رکے گا اور صبح نو بیس پر بارسلونا پہنچے گا''۔

''گڈ۔ تم کمپنی کے جیٹ کے ذریعے بارسلونا پہنچو مسٹر فلنٹ اور وہاں ان کا خیر مقدم کرو...... گرم جوشی سے''۔

ٹینر نے فون رکھا ہی تھا کہ اینڈریو اندر آیا۔ ''یہ شیڈول دیکھ......''۔ اس کے کوٹ کے کالر میں کورونیشن لگا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے''۔ ٹینر غرایا۔

''تمہی نے تو کہا تھا......''۔

''میں کالر کے اس پھول کے بارے میں پوچھ رہا ہوں''۔

اینڈریو کا چہرہ کھل اٹھا۔ ''تمہاری شادی میں، میں تمہارا شہ بالا بنوں گا''۔

ٹینر کا منہ بن گیا۔ ''یہ تم کیا کہہ......''۔ پھر اچانک ہی بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ ''یہ تو سات سال پرانی بات ہے احمق۔ اور شادی تو ہو ہی نہیں پائی تھی۔ اچھا، اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ''۔

اینڈریو اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر شاک کا تاثر تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

''چلے جاؤ''۔

ٹینر اینڈریو کو جاتے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا...... اب وقت آ گیا ہے کہ اینڈریو سے جان چھڑائی جائے...... اسے کہیں بھجوا دیا جائے!

............x............

جہاز ٹیک آف کر چکا تھا۔ کیلی کھڑکی سے نیویارک کو دور ہوتے دیکھ رہی تھی۔ ''تمہارا کیا خیال ہے، ہم بچ نکلیں گے؟''۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر:116

ڈیانا نے نفی میں سر ہلایا۔''جلد یا بدیر، انہیں پتا چل ہی جائے گا۔مگر یہ تو ہے کہ ہم نیویارک سے نکل آئے''۔اس نے اپنے بیگ سے کمپیوٹر کا پرنٹ آؤٹ نکالا اور اس کا جائزہ لینے لگی۔''برلن میں سونجا دربرگ۔وہ مرچکی ہے اور اس کا شوہر غائب ہے۔ڈین ور میں گیری رینالڈز......''۔وہ ہچکچائی۔مگر پھر بولی۔''اور مارک اور رچرڈ......''۔

کیلی نے پرنٹ آؤٹ کو دیکھا۔''تو ہمیں پیرس، برلن اور ڈین ور جانا ہے۔پھر نیویارک واپس آنا ہے''۔

''ہاں۔ہم سان سبستیان سے سرحد پار کر کے فرانس میں داخل ہوں گے''۔

............x............

کیلی فرانس پہنچنے کے لئے بے تاب تھی۔وہاں وہ سام میڈوز سے بات کرنا چاہتی تھی۔اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی مدد کر سکے گا۔دوسری طرف انجلو بھی تو اس کا منتظر ہو گا۔

''تم کبھی اسپین گئی ہو؟''۔ڈیانا نے اس سے پوچھا۔

''مارک ایک بار مجھے وہاں لے گیا تھا۔وہ بے حد......''۔وہ کہتے کہتے رک گئی۔خاصی دیر وہ خاموش رہی۔پھر بولی۔''شاید زندگی بھر اب یہ میرا مسئلہ رہے گا۔میرے پاس ہر حوالہ مارک کا ہے۔شاید تمہارا اور رچرڈ کا بھی کچھ ایسا ہی تعلق تھا۔بعض شادیاں ایسی ہی ہوتی ہیں''۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو''۔ڈیانا نے نرم لہجے میں کہا۔''یہ بتاؤ، مارک کیسا تھا؟''۔

''اس میں معصومیت ننھے بچوں کی سی تھی۔دل بچے کا اور دماغ جینیئس کا۔جب وہ پہلی بار مجھے ڈیٹ پر لے کر گیا تو اس نے بہت خراب فٹنگ والا گرے سوٹ پہنا تھا۔جوتے براؤن تھے، شرٹ گرین اور سرخ چمک دار ٹائی۔شادی کے بعد میں نے ہمیشہ اس کے لباس کا خاص طور پر خیال رکھا''۔کیلی کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولی۔''مارک مجھے تحفوں کی شکل میں سرپرائز دیتا رہتا تھا۔لیکن اس کا سب سے بڑا تحفہ یہ تھا کہ اس نے مجھے محبت کرنا سکھا دیا''۔اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔اس نے رومال سے انہیں خشک کرتے ہوئے کہا۔''اب مجھے رچرڈ کے بارے میں بتاؤ''۔

ڈیانا مسکرائی۔''وہ بہت رومان پسند تھا۔وہ بہت ذہین سائنس داں تھا۔گھر میں چھوٹی چھوٹی چیزیں مرمت کرنا اسے بہت پسند تھا۔لیکن اس کے مرمت کرنے کے بعد مجھے کسی ایکسپرٹ کو بلا کر دوبارہ مرمت کرانی پڑتی تھی۔مگر میں نے اسے کبھی اس بات کی خبر نہیں ہونے دی''۔

آدھی رات تک وہ دونوں باتوں میں لگی رہیں۔ڈیانا کو احساس ہو رہا تھا کہ ان دونوں نے پہلی بار اپنے شوہروں کے بارے میں بات کی ہے۔ایسا لگتا تھا کہ دونوں کے درمیان جو اجنبیت کی دیوار کھڑی تھی، گر گئی ہے۔

کیلی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔''بھئی اب کچھ دیر سو لیا جائے۔مجھے لگتا ہے کہ کل کا دن بہت تھکا دینے والا اور سنسنی خیز ہو گا''۔

یہ کہتے ہوئے اسے اندازہ نہیں تھا کہ آنے والے دن کی سنسنی خیزی اس کے تصور سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔

............x............

بارسلونا کے ایل پرات ایئرپورٹ پر ہیری فلنٹ ہجوم میں جگہ بناتی آگے بڑھ رہا تھا۔وہ اس بڑی کھڑکی کی طرف گیا، جہاں سے رن وے کا منظر نظر آتا تھا۔پھر اس نے سر گھما کر اس بورڈ کا جائزہ لیا، جس پر آمد اور روانگی والی پروازوں کی تفصیل موجود تھی۔یہ دیکھ کر اسے اطمینان ہوا کہ نیویارک سے آنے والی فلائٹ لیٹ نہیں ہے۔اسے آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جانا تھا۔سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہو رہا تھا۔اسے بس انتظار کرنا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

 علیم الحق حقی

تیس منٹ بعد نیو یارک سے آنے والی پرواز کے مسافر اترنے لگے۔ ان کے انداز میں ہیجان تھا۔ کیونکہ ان میں اکثریت سیاحت کی غرض سے آنے والوں کی تھی ان میں بچے بھی تھے اور نوبیاہتا جوڑے بھی، جو ہنی مون منانے نکلے تھے۔

ہیری فلنٹ ایسی جگہ کھڑا تھا، جہاں سے وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر تمام مسافروں کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ کیلی اور ڈیانا کا منتظر تھا۔ فلائٹ کے مسافروں کی آمد کا سلسلہ رک گیا۔ مگر وہ دونوں ابھی تک نظر نہیں آئی تھیں۔ اس نے پانچ منٹ مزید انتظار کیا۔ پھر وہ بورڈنگ گیٹ کی طرف چل دیا۔

''سر...... آپ وہاں نہیں جاسکتے''۔ سیکورٹی افسر نے اسے روک دیا۔

''ایف اے اے''۔ فلنٹ نے سخت لہجے میں کہا ''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جہاز کے ٹوائلٹ میں ایک پیکٹ چھپایا گیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فوری طور پر جا کر اسے چیک کروں''۔ یہ کہہ کر وہ بے پروائی سے جہاز کی طرف بڑھ گیا۔

جہاز سے اب عملے کے افراد باہر آرہے تھے۔ ''میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں؟''۔ ایک فلائٹ اٹینڈنٹ نے پوچھا۔

''ایف اے اے انسپکشن''۔ فلنٹ نے کہا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر جہاز میں داخل ہوا۔ مگر وہاں کوئی مسافر موجود نہیں تھا۔

''کوئی مسئلہ ہے جناب؟''۔ ایک اور فلائٹ اٹینڈنٹ نے پوچھا

''ہاں۔ یہاں بم کی موجودگی کی اطلاع ملی ہے''۔

ہیری فلنٹ نے پورے جہاز کو چھان مارا۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ دونوں عورتیں نجانے کہاں غائب ہوگئی تھیں۔

............x............

''وہ جہاز پر موجود نہیں تھیں مسٹر کنگسلے''۔

ٹینر کی آواز خطرناک حد تک نرم اور دھیمی تھی۔ ''تم نے انہیں جہاز پر سوار ہوتے دیکھا تھا مسٹر فلنٹ؟''۔

''جی ہاں جناب''۔

''اور جہاز کے ٹیک آف کے وقت بھی وہ جہاز میں ہی تھیں؟''۔

''جی ہاں جناب''۔

''تو سیدھی سی بات ہے۔ وہ اڑتے ہوئے جہاز سے تو نہیں اتر سکتیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ میڈرڈ میں اتر گئی ہوں۔''

''جی...... جی ہاں جناب۔''

''اس کا مطلب ہے کہ وہ میڈرڈ سے فرانس میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں۔'' ٹینر نے کہا ''اب ان کے سامنے چار امکانات ہیں، نمبر ایک، وہ بارسلونا کے لئے دوسری فلائٹ پکڑ سکتی ہیں۔ نمبر دو، وہ ٹرین، بس یا کار میں سفر کرسکتی ہیں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہ سان سباستین کے بارڈر سے کار میں سرحد پار کرکے فرانس میں داخل ہوں گی۔''

''اگر......''

''میری بات مت کاٹو مسٹر فلنٹ۔ میڈرڈ سے سان سباستین تک پانچ گھنٹے کی ڈرائیو ہے۔ اب میں وہ بتاؤں گا جو تم سے چاہتا ہوں۔ تم جہاز کے ذریعے میڈرڈ جاؤ۔ وہاں ایئرپورٹ پر کار کرائے پر دینے والی ہر ایجنسی کو چیک کرو۔ یہ معلوم کرو کہ انہوں نے کس طرح کی کار کرائے پر لی ہے۔ اس کا کلر، میک، ہر چیز......''

''بہت بہتر جناب۔''

''پھر تم کمپنی کے جہاز سے سان سباستین جاؤ۔ وہاں ایک بڑی کار کرائے پر لو اور ہائی وے پر ان کا انتظار کرو۔ میں یہ نہیں چاہوں گا کہ وہ سان سباستین پہنچ پائیں۔ اس سے پہلے ہی تمہیں ان کا استقبال کرنا ہوگا اور ہاں مسٹر فلنٹ، یاد رکھو۔ ان کی موت حادثہ نظر آنی چاہئے۔''

............x............

ڈیانا اور کیلی نے میڈرڈ ایئرپورٹ پر ایک اوسط درجے کی کار رینٹل ایجنسی سے کرائے پر کار لی۔ انہوں نے مشہور ایجنسیوں کو نظر انداز کردیا تھا۔

''سان سباستین جلد از جلد پہنچنے کا راستہ بتاؤ۔'' ڈیانا نے کہا۔

''پانچ گھنٹے کا ڈرائیو ہے اور راستہ بہت آسان ہے۔'' ایجنسی کے کلرک نے کہا اور انہیں راستہ سمجھانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کیلی اور ڈیانا روانہ ہوگئیں۔

............x............

کے آئی جی کا پرائیویٹ جیٹ ایک گھنٹے بعد میڈرڈ ایئرپورٹ پر اترا۔ ہیری فلنٹ اترا اور کرائے پر کار دینے والی ایجنسیوں سے پوچھ گچھ کرنے لگا۔ ''یہاں مجھے اپنی بہن اور اس کی سہیلی سے ملنا تھا۔'' وہ ہر جگہ یہی کہا ''میری بہن کی سہیلی یوریشین ہے اور بہت پرکشش عورت ہے۔ وہ دونوں ڈیلٹا کی فلائٹ سے نیو یارک سے یہاں آئی ہیں۔ یہاں سے انہوں نے کار تو کرائے پر نہیں لی۔''

ہر بڑی ایجنسی سے اسے نفی میں جواب ملا۔ تب وہ چھوٹی ایجنسیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ بالآخر لیلسا پر اسے مثبت جواب ملا۔ ''جی سینور، مجھے وہ دونوں یاد ہیں۔ وہ......''

''کون سی کار لی انہوں نے؟''

''سرخ رنگ کی پی جو......''

''اس کا پلیٹ نمبر بتا سکتے ہو مجھے؟''

''ایک منٹ سینور، جی...... یہ رہا۔''

فلنٹ نے نمبر نوٹ کرلیا۔

دس منٹ بعد فلنٹ دوبارہ کمپنی کے جیٹ میں بارسلونا روانہ ہوگیا۔ اس کا پروگرام تھا کہ وہاں سے وہ کرائے پر ایک کار لے گا اور ان کا پیچھا کرے گا۔ پھر جہاں سڑک سنسان نظر آئی، وہاں وہ ان کے لئے حادثاتی موت کا اہتمام کرے گا۔

............x............

ڈیانا اور کیلی کو بارسلونا سے نکلے آدھا گھنٹا ہوا تھا۔ وہ خاموش ڈرائیو تھی۔ ہائی وے پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا۔ گرد و پیش کے نظارے خوب صورت تھے، کھیت لہلہا رہے تھے۔ فضا پھولوں کی خوشبو سے بوجھل تھی۔ ایک طرف پھلوں کے باغات تھے۔

''ہم تقریباً نکل ہی آئے۔'' ڈیانا نے کہا۔ اسی لمحے اس نے سامنے دیکھا اور اس کا منہ بن گیا۔ اس کا پاؤں بریک پر پڑا۔ ان سے کوئی دو سو فٹ آگے ایک جلتی ہوئی کار دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے گرد مجمع لگا تھا اور کچھ باوردی افراد نے سڑک بلاک کردی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' ڈیانا کے لہجے میں الجھن تھی۔

''اس وقت ہم باسک علاقے میں ہیں۔ باسک لوگ گزشتہ پچاس سال سے ہسپانویوں سے لڑ رہے ہیں۔''

ہری وردی میں ملبوس ایک مسلح شخص کار کی طرف بڑھا۔ اس نے انہیں گاڑی سائیڈ میں لگانے کا اشارہ کیا۔

کیلی نے زیرِ لب ڈیانا سے کہا ''یہ اس ٹی اے والا ہے۔ رکنا مناسب نہیں ورنہ پتا نہیں، کتنی دیر رکنا پڑے۔''

آفیسر کار کے پاس آگیا تھا۔ ''میں کیپٹن ارادی ہوں۔ آپ دونوں نیچے اتر آیئے پلیز۔''

ڈیانا اسے دیکھ کر مسکرائی۔ ''میں آپ کی جنگ میں آپ کا ساتھ ضرور دیتی۔ لیکن اس وقت تو ہم خود حالت جنگ میں ہیں۔'' اتنا کہہ کر اس نے ایکسیلیٹر دبایا اور گاڑی تیزی سے جلتی ہوئی کار کے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔

کیلی نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ ''کیا ہم فائرنگ کی زد میں ہیں؟''

''ایسی کوئی بات نہیں۔ تم بےفکر رہو۔''

کیلی نے آنکھیں کھولیں اور سائیڈ مرر میں دیکھا۔ وہ خوف سے ٹھٹھر گئی۔ ایک سیاہ کار ان کی کار کے پیچھے آرہی تھی اور ڈرائیو کرنے والے شخص کو پہچاننے میں وہ کبھی غلطی نہیں کرسکتی تھی۔

''ارے...... گوڈزیلا ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''کیا کہہ رہی ہو۔ اتنی جلدی انہوں نے کیسے تلاش کرلیا ہمیں؟'' ڈیانا نے کہا اور ایکسیلیٹر کو آخری حد تک دبا دیا۔ لیکن سیاہ کار ان کی گاڑی کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔ ان کی اپنی گاڑی 110 میل کی رفتار سے جا رہی تھی۔

''تم بہت خطرناک ڈرائیونگ کر رہی ہو۔'' کیلی نروس ہو رہی تھی۔

کوئی ایک میل آگے ڈیانا کو فرانس اور اسپین کی سرحد پر کسٹم چیک پوسٹ نظر آرہی تھی۔

''تم مجھے مارو۔'' ڈیانا نے اچانک کیلی سے کہا۔

''مذاق کر رہی ہو؟'' کیلی اور نروس ہوگئی۔

''میں کہہ رہی ہو، میرے منہ پر گھونسہ مارا۔''

''تم کیا چاہتی......''

''کیلی...... خدا کیلئے، جو میں کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ جلدی کرو۔''

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔

''اس سے کام نہیں چلے گا۔ گھونسہ مارو...... اور پوری قوت سے مارو۔''

اب سڑک پر ان دو کاروں کے درمیان صرف دو کاریں تھیں۔ ''جلدی کرو۔'' ڈیانا دہاڑی۔

کیلی نے ڈیانا کے رخسار پر گھونسہ مارا۔

''اور زور سے۔''

کیلی نے دوبارہ گھونسہ مارا۔ اس بار اس کی انگوٹھی کے نگ نے ڈیانا کے رخسار کو پھاڑ دیا۔ لمحوں میں اس کا چہرہ خونا خون ہوگیا۔ کیلی خون دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی۔ ''سوری ڈیانا، میں یہ نہیں''

اس لمحے وہ چیک پوسٹ پر پہنچ گئے تھے۔ ڈیانا نے بریک لگائے۔ گاڑی رکی اور ایک گارڈ اس کی طرف بڑھا۔ اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''شام بخیر خواتین۔''

''شام بخیر۔'' ڈیانا نے سر گھماتے ہوئے کہا۔ تاکہ گارڈ اس کا پھٹا ہوا رخسار اور بہتا ہوا خون دیکھ لے۔

اور ردِ عمل توقع کے عین مطابق تھا۔ گارڈ کا منہ کھل گیا۔ ''یہ کیا ہوا سینورا؟'' اس نے پوچھا۔

ڈیانا دانتوں سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ ''یہ میرے سابقہ شوہر کا کیا دھرا ہے۔ مجھے مار کر وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اب اس وقت بھی وہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ کوئی میری مدد نہیں کرسکتا۔ کوئی مجھے اس سے نہیں بچا سکتا۔ یہ پٹنا میرا مقدر ہے۔''

گارڈ نے پلٹ کر آنے والی کاروں کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سنگینی تھی۔ ''کون سی کار ہے موصوف کی؟'' اس نے پوچھا۔

''دو گاڑیوں کے پیچھے جو سیاہ گاڑی ہے، وہ اس کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس بار وہ مجھے قتل ہی کردے گا۔ اس کے تیور بہت خراب ہیں۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' گارڈ غرایا۔ ''آپ لوگ پلیز، جائیں۔ اب آپ کو اس کی طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں دیکھ لوں گا اسے۔''

ڈیانا نے اسے تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔ ''شکریہ جناب...... بہت بہت شکریہ۔''

انہوں نے سرحد پار کی اور فرانس میں داخل ہوگئیں۔ ''ڈیانا......؟'' کیلی نے کہا۔

''ہاں...... کیا بات ہے؟''

کیلی نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں......'' اس نے ڈیانا کے زخمی رخسار کی طرف اشارہ کیا۔

ڈیانا ہنسنے لگی۔ ''ارے نہیں۔ اسی کی وجہ سے تو گوڈزیلا سے پیچھا چھوٹا ہے ہمارا۔ ارے...... ارے تم رو رہی ہو!'' اس نے حیرت سے کہا۔

''شکر گزاری کے آنسو ہیں۔ تم صرف حسین نہیں ہو ڈیانا، ذہین بھی ہو...... بہت ذہین۔''

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 118 علیم الحق حقی

ہیری فلنٹ بارڈر چیک پوسٹ پر پہنچا تو گارڈ اس کا منتظر تھا۔ ''آپ کار سے اتر آیئے پلیز۔''

''میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔'' فلنٹ نے کہا۔ ''میں جلدی میں ہوں۔ مجھے......''

''میں کہتا ہوں، کار سے اتر آؤ۔'' اس بار گارڈ کا لہجہ سخت تھا۔

فلنٹ نے اسے غور سے دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟ مسئلہ کیا ہے؟''

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس گاڑی کے ذریعے منشیات اسمگل کی جا رہی ہیں۔ اس گاڑی کی تلاشی لی جائے گی۔''

فلنٹ کو غصہ آ گیا۔ اس نے غرا کر کہا۔ ''تم پاگل ہو گئے ہو۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں جلدی میں ہوں اور میں اور اسمگلنگ'' اچانک ایک خیال نے اسے چونکا دیا۔ ''اوہ...... اب میں سمجھا۔'' اس نے جیب سے سو ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر گارڈ کی طرف بڑھایا۔ ''لو...... یہ لو اپنا چائے پانی کا خرچا اور اب اس اطلاع کو بھول جاؤ۔''

''جوز...... ذرا یہاں تو آؤ۔'' گارڈ نے اپنے ساتھی کو پکارا۔

اس پکار پر ایک باوردی کیپٹن کار کی طرف چلا آیا۔ گارڈ نے سو ڈالر کا نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس شخص نے مجھے یہ رشوت دینے کی کوشش کی ہے۔'' گارڈ نے کہا۔

کیپٹن نے سخت لہجے میں فلنٹ سے کہا۔ ''تم شرافت سے نیچے اتر آؤ۔ میں رشوت دینے کے الزام میں تمہیں گرفتار کر رہا ہوں۔''

''نہیں۔ تم اس وقت مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔'' فلنٹ نے احتجاج کیا۔ ''میں اس وقت ایک اہم جاب......''

''اور اب تم پر دوسرا الزام گرفتاری کے خلاف مزاحمت کا ہے۔'' کیپٹن نے کہا اور گارڈ کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم اضافی مدد طلب کرو۔''

فلنٹ نے گہری سانس لے کر سامنے ہائی وے کو دیکھا۔ سرخ پی جو نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

............x............

ڈیانا اور کیلی فرانس کے مضافاتی علاقے سے گزر رہی تھیں۔ ڈیانا نے کہا۔ ''تم کہہ رہی تھیں کہ پیرس میں تمہارا کوئی دوست ہے؟''

''ہاں...... سام میڈوز۔ وہ مارک کے ساتھ کام کرتا تھا۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔'' اس نے اپنے بیگ سے اپنا موبائل فون نکالا اور پیرس کا ایک نمبر ڈائل کیا۔

''کے آئی جی۔'' دوسری طرف سے آپریٹر نے کہا۔

''میں سام میڈوز سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

چند لمحے بعد لائن پر سام میڈوز کی آواز ابھری۔ ''ہیلو؟''

''سام، میں کیلی بات کر رہی ہوں۔ میں فرانس واپس آ گئی ہوں۔''

''مائی گاڈ، میں تمہارے لئے بہت پریشان تھا۔ خیریت تو ہے نا؟''

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں...... میں ٹھیک ہوں۔''

''مجھے تو یہ ڈراؤنا خواب لگ رہا ہے۔ یقین ہی نہیں آتا کس طرح۔''

میرا بھی یہی حال ہے۔ کیلی نے دل میں سوچا۔ ''سام، میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مارک کو قتل کیا گیا ہے۔''

سام میڈوز کے جواب نے کیلی کے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑا دی۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے کیلی۔''

کیلی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کس طرح کرے۔ ''میں حقیقت جاننا چاہتی ہوں۔ تم میری مدد کرو گے سام؟''

''سنو کیلی، یہ باتیں فون پر نہیں کی جا سکتیں۔''

''ہم...... میں سمجھ رہی ہوں......''

''آج رات میرے گھر آؤ۔ کھانا میرے ساتھ ہی کھانا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''سات بجے کا وقت مناسب رہے گا؟''

''میں پہنچ جاؤں گی۔''

کیلی نے فون بند کیا اور ڈیانا سے بولی۔ ''آج شاید مجھے کچھ سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔''

''تم یہاں یہ کام کرو۔ میں برلن جا کر فرانز وربرگ کے ساتھ کام کرنے والوں سے مل کر پوچھ گچھ کروں گی۔'' ڈیانا نے کہا۔

کیلی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بجھ سی گئی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

ڈیانا نے غور سے دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں۔ بس یہ..... دراصل ہم دونوں کی جوڑی بہت اچھی رہی ہے۔ مجھے تم سے جدا ہونا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ کیوں نہ ہم ساتھ ہی پیرس چلیں۔ پھر میں تمہارے ساتھ برلن.....''

''ہم جدا نہیں ہو رہے ہیں کیلی۔ بس وقت بچا رہے ہیں۔ تم یہاں سام میڈوز سے معلومات حاصل کرو گی۔ پھر تم مجھے فون کر لینا اور ہم برلن میں ملیں گے۔ اس وقت تک ممکن ہے، میں بھی کچھ معلومات حاصل کر چکی ہوں اور فون کے ذریعے ہم بہر حال رابطے میں رہیں گے۔''

............x............

وہ پیرس پہنچ گئیں!

ڈیانا نے عقب نما آئینے میں دیکھا اور مسکرائی۔ ''کوئی سیاہ کار نہیں۔ لگتا ہے، ان سے پیچھا چھوٹ گیا ہمارا۔''

کیلی نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اب وہ ایئر پورٹ کے قریب تھے۔ ''تم یہاں مجھے اتار دو۔ میں ٹیکسی پکڑ لوں گی۔''

''اوکے پارٹنر۔ اپنا خیال رکھنا۔''

''شکریہ پارٹنر۔ تم بھی اپنا خیال رکھنا۔''

............x............

دو منٹ بعد کیلی ٹیکسی میں بیٹھی اپنے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی۔ گھر جانے کے خیال سے ہی اسے خوشی ہو رہی تھی، پھر اس کے بعد وہ سام میڈوز سے اس کے اپارٹمنٹ میں ڈنر پر ملے گی۔

ٹیکسی بلڈنگ کے سامنے رکی تو اس نے سکون کی سانس لی۔ وہ گھر واپس آ گئی تھی۔

دربان نے اس کے لئے دروازہ کھولا۔

کیلی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ کہنے والی تھی..... میں واپس آ گئی مارٹن..... لیکن وہ کہتے کہتے رک گئی۔ دربان تو کوئی اجنبی تھا۔

''شام بخیر مادام۔'' دربان نے کہا۔

''شام بخیر۔ مارٹن کہاں ہے؟''

''مارٹن اب یہاں کام نہیں کرتا۔ وہ جا چکا ہے۔''

''اوہ..... آئی ایم سوری''۔ کیلی افسردہ ہو گئی۔

''پلیز مادام، میں اپنا تعارف کرا دوں۔ میرا نام جیروم مالو ہے''۔

کیلی نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

وہ لابی میں داخل ہوئی۔ استقبالیہ ڈیسک پر بھی ایک اجنبی کھڑا تھا۔ برابر میں ٹیلی فون آپریٹر نکولا سوئچ بورڈ پر مصروف تھی۔

اجنبی مسکرایا۔ ''گڈ ایوننگ مسز ہیرس۔ ہم آپ کے منتظر تھے۔ میں الفانسے جیرارڈ ہوں..... اس بلڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ''۔

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ''فلپ کہاں ہے''۔

''اوہ وہ..... فلپ اور اس کی فیملی اسپین میں کہیں شفٹ ہو گئی ہے''۔

کیلی کو اب تشویش ہو رہی تھی۔ ''اور ان کی بیٹی؟''۔

''وہ ان کے ساتھ ہی گئی ہے''۔

کیلی کو یاد تھا..... فلپ نے فخریہ لہجے میں اسے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی کو لاسوربون میں داخلہ مل گیا ہے۔ یہ اس کی بیٹی کا خواب تھا۔

کیلی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''کب گئے وہ لوگ؟''۔

''ابھی چند روز پہلے۔ لیکن آپ فکر نہ کریں مادام۔ آپ کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے گا۔ آپ کا اپارٹمنٹ آپ کے لئے تیار کر دیا گیا ہے''۔

نکولا نے سر اٹھا کر دیکھا اور بولی۔ ''خوش آمدید مادام''۔ لیکن اس کی نگاہیں کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔

''انجلو کہاں ہے؟''۔

''اوہ..... آپ کا کتا! اسے تو فلپ اپنے ساتھ لے گیا ہے''۔

اب کیلی پر خوف طاری ہونے لگا تھا۔ اسے سانس لینے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔

''چلیں مادام؟ ہم نے آپ کے اپارٹمنٹ میں آپ کے لئے ایک سرپرائز کا اہتمام کیا ہے''۔ نئے سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 120 علیم الحق حقی

یہ تو یقینی ہے۔ کیلی نے دل میں سوچا۔ پھر جلدی سے بولی۔ ''ایک منٹ، میں ایک اہم چیز لانا بھول گئی ہوں''۔ اور اس نے الفانسے کو بولنے کا موقع بھی نہیں دیا اور تیزی سے باہر نکل آئی۔

الفانسے اور جیروم باہر فٹ پاتھ پر کھڑے اسے جاتے دیکھ رہے تھے۔ وہ بے بس تھے۔ کسی طرح اسے روک نہیں سکتے تھے۔

کیلی نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی۔ خدا کی پناہ! وہ سوچ رہی تھی۔ فلپ اور اس کی فیملی کے ساتھ کیا کیا ہے انہوں نے؟ اور میرا انجلو!

''کہاں جائیں گی ماموزیل؟'' ڈرائیور نے اسے چونکا دیا۔

''بس تم چل دو۔ میں بعد میں بتاؤں گی''۔ کیلی نے کہا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ آج شام مجھے سام میڈوز سے کچھ اہم سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔ مگر اس سے پہلے مجھے چار گھنٹے گزارنے ہیں......

............x............

اپنے اپارٹمنٹ میں سام میڈوز فون پر گفتگو کر رہا تھا۔'' ہاں...... میں اس کی اہمیت سمجھ رہا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں سنبھال لوں گا...... جی...... ابھی کچھ دیر میں وہ ڈنر کے لئے میرے گھر آنے والی ہے۔ جی...... جی ہاں...... میں نے اس کی لاش ٹھکانے لگانے کیلئے ایک مناسب آدمی کی خدمات حاصل کرلی ہیں...... شکریہ جناب...... یہ آپ کی بڑی عنایت ہے مسٹر کنکسلے''۔

سام میڈوز نے ریسیور رکھا اور کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس کی حسین مہمان کی آمد میں چند ہی منٹ باقی تھے۔

............x............

ٹرین کی کھڑکی سے برادر میتھیوز فادر ڈی کارلو کو دیکھتا رہا، جو دور ہوتے ہوتے محض ایک چھوٹا سا نقطہ معلوم ہو رہا تھا۔ برادر میتھیوز نے آخری بار الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔

پھر وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی دوپہر نہیں ہوئی تھی اور وہ خود کو نڈھال محسوس کر رہا تھا۔ اس کی رات دراصل اچھی نہیں گزری تھی۔ وہ رات بھر کروٹیں بدلتا اور پاؤں پٹختا رہا تھا۔ ڈراؤنے خواب کی وجہ سے اس کی آنکھ بار بار کھلتی رہی تھی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ اس کا وہ ساتھی راہب کون تھا، جو اسے جگاتا تھا اور بار بار اس کی خیریت پوچھتا تھا۔ شاید وہ سائمن تھا، یا پھر مارٹن؟ بیدار ہونے پر بھی وہ پوری طرح ڈراؤنے خواب سے نہیں نکل پاتا تھا۔ اسی لئے اسے نہیں معلوم ہو سکا کہ جب خواب میں اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اس کیفیت سے اسے نکالنے کیلئے کون جگاتا تھا۔ خواب میں وہ پوری رات ایک ایسے راہب کو دیکھتا رہا تھا، جس کا جسم تو انسانی تھا۔ لیکن چہرہ کسی درندے کا تھا۔

اس کا جسم تھرتھرا کر رہ گیا۔ گزشتہ رات جیسی اذیت سے وہ صرف اس عرصے میں گزرا تھا، جب وہ جوان تھا اور خیر و شر کی قوتیں اس کی روح پر قبضہ کرنے کے لئے آپس میں لڑ رہی تھیں۔ اس کے بعد تو بس کل رات ہی......

اور بالآخر جب وہ ڈراؤنے خواب سے نجات پا کر سو گیا تھا تو اس کے ساتھیوں نے اسے چارپائی پر لٹا دیا تھا۔ وہ پھر پریشان ہو کر جاگا تھا۔ لیکن فادر ڈی کارلو نے چند لمحوں میں اسے پرسکون کر دیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو وہ پریشان ہو گیا۔ وہاں فادر ڈی کارلو کے سوا کوئی نہیں تھا۔

''سب جا چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے''۔ فادر نے کہا تھا

وہ کھڑکی سے مضافات کے گزرتے منظر دیکھتا رہا لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ گزشتہ تیس سال سے وہ خدا کی پناہ میں تھا...... عافیت اور سکون کی بانہوں میں۔ اس عرصے میں اسے نہ کبھی کسی خوف نے ستایا اور نہ ہی کسی شک نے۔ لیکن کل رات وہ خوف زدہ بھی تھا اور بے یقین بھی۔

اسے یاد تھا۔ جوانی میں خواہشات اور ترغیب نے اسے کیسے کیسے ستایا تھا۔ شیطان نے اسے ممنوعہ لذتوں کا راستہ دکھایا تھا۔ مگر بڑی کوشش اور جدوجہد کے بعد اسے سیدھا راستہ مل گیا تھا۔ اسے خدا کی رحمت کے سائے میں امان مل گئی تھی۔ اسے یاد تھا، برادر بینیٹو نے بھی ایسی ہی لڑائی لڑی تھی۔ فرق بس یہ تھا یہ تھا کہ بینیٹو کی جنگ ابھی حال ہی کی بات تھی۔ اور اب بینیٹو خدا کے پاس جا چکا تھا۔

میتھیوز نے سر جھکایا اور خدا سے دعا کرنے لگا...... طاقت اور مضبوطی کی دعا!

اسے اچانک احساس ہوا کہ خانقاہ میں جانے کے بعد سے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ اکیلا ہے۔ سوبیا کو میں وہ کبھی تنہا نہیں رہا تھا۔ کبھی وہ گاؤں جاتا تھا تو بھی اکیلا نہیں، دوسروں کے ساتھ ہی جاتا تھا۔

اس نے دوسرے مسافروں کا جائزہ لیا۔ برابر والی سیٹ پر جو شخص بیٹھا تھا، وہ اپنا بریف کیس کھول کر اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ سامنے ایک فیملی تھی، جو کھانا کھا رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں سینڈوچ تھے اور وہ تھرماس سے پیالیوں میں کافی انڈیل رہے تھے۔ آگے دو عورتیں بیٹھی تھیں۔ وہ شرم و حیا سے عاری تھیں۔ ان کے لباس ایسے تھے کہ جسم چھپا کم اور دکھا زیادہ رہے تھے۔ میتھیوز نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔

اس نے کندھے سے لٹکا ہوا بیگ ریک پر نہیں رکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ غلطی سے اس کا بیگ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ویسے اسے بیگ کی پہلو والی جیب میں رکھے خنجر کا نقشہ صاف نظر آ رہا تھا۔

خنجر کا خیال آتے ہی اسے پسینہ آنے لگا۔ کیا وقت آنے پر وہ اس خنجر کو استعمال کر سکے گا؟ کیا وہ اسے گوشت اور ہڈیوں کے درمیان دستے تک اتار سکے گا؟ وہ اذیت بھری انسانی چیخ برداشت کر سکے گا؟

رات کا ڈراؤنا خواب اسے پھر یاد آنے لگا اور وہ گھبرا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ دن میں خواب دیکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ وہ ارتکاز سے محروم ہوگا تو دہشت اسے اسیر کرلے گی۔ وہ بے مقصد باہر دیکھتا رہا۔ گاڑی کے اندر دیکھنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہاں وہ بے شرم عورتیں جو تھیں۔

''مجھے موقع دو فادر...... مجھے موقع دو''۔ اتوار کے دن اس نے فادر سے کیسے کیسے خوشامد کی تھی۔ مگر اس وقت موقع بینیٹو کو ملا تھا۔ ہاں...... اب اس کی باری تھی۔ اب ایک خیال زبردستی اس کے ذہن میں بار بار سر اٹھا رہا تھا۔ کیوں میں نے اتنی خوشامد کی...... اصرار کیا۔ نہ کیا ہوتا تو اس وقت وہ بھی دوسروں کے ساتھ ہوتا اور کسی خبر کا انتظار کر رہا ہوتا۔

اس کا منہ بن گیا۔ یہ کیا سوچ رہا ہوں میں؟ جو کچھ میں کرنے کیلئے نکلا ہوں، وہ تو بہت بڑا اعزاز ہے...... خوش نصیبی ہے۔ اسے وہ موقع یاد آیا، جب اس نے پہلی بار دجال کو دیکھا تھا۔ اسے پہچان کر کیسی سنسنی اس کے جسم میں دوڑی تھی۔ اور اس نے کیسے دعا کی تھی، جیسے دعا کے لفظ اسے بچالیں گے۔ اور وہ آنکھیں کیسے اسے اپنی گدی میں چبھتی...... اترتی محسوس ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ان آنکھوں کو دیکھا تھا...... وہ زرد...... جانور جیسی آنکھیں۔ مگر وہ ڈیمین تھورن کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا تھا۔ اس نے نظر نہیں جھکائی تھی۔ وہ ڈٹ گیا تھا۔

اور فادر ڈی کارلو نے اس کی بات سن کر کہا تھا۔ ''یہ بات طے ہے کہ جیسے تم اس کے خیالات پڑھ رہے تھے، وہ بھی تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوگا''۔

فادر کے اس جملے نے ہی اسے راہ دکھائی تھی۔ اس نے سوچا، اینٹی کرائسٹ...... دجال یقیناً میرا پیچھا کرے گا تا کہ نومولود مسیح تک پہنچ سکے۔ اسی وقت اس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ وہ دجال کے شکار کے لئے چارہ بننا چاہتا ہے۔ اور اس خیال سے وہ بیک وقت خوف زدہ بھی تھا اور ہیجان میں مبتلا بھی۔

اس نے سوچا، ممکن ہے، ڈیمین تھورن بھی اس ٹرین میں ہو۔ فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا ہو۔ لیکن نہیں...... اس نے فوراً ہی اس خیال کو رد کر دیا۔ ڈیمین تھورن کے پاس وسائل کی کمی نہیں۔ اس کے پاس اپنا ٹرانسپورٹ ہے۔ اس کا تعاقب کرنا ڈیمین کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ اور اسی بات پر تو میتھیوز انحصار کر رہا تھا۔

اس نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر وہ کتاب نکالی جو اس نے اٹلی میں خریدی تھی۔ وہ پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن اس کا دھیان کتاب میں نہیں تھا۔ وہ پھر کھڑکی سے باہر مضافات کے اڑتے ہوئے منظر دیکھنے لگا۔ ٹرین اب آکسفورڈ کے پاس پہنچ رہی تھی۔ اس کے یونیورسٹی ٹاؤن پہنچتے پہنچتے میتھیوز کو اونگھ آ گئی۔ یہی وہ وقت تھا کہ گزشتہ رات کے ڈراؤنے خواب والے مردہ خور جانور پر اس پر حملہ آور ہو گئے۔

وہ گھبرا کر جاگا تو اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور حلق سے پھنسی پھنسی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وردی پہنے ہوئے ایک شخص اس پر جھکا کھڑا تھا۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ دوسرے تمام مسافر بھی کھڑے اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اس نے سر کے اشارے سے بتایا کہ وہ ٹھیک ہے۔ پھر اس نے معذرت کی۔ تب وہ سب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد اس نے راستے بھر پلک جھپکنے کی بھی ہمت نہیں کی۔ اسے احساس تھا کہ ساتھی مسافر اسے تجسس بھری نظروں سے گھور رہے ہیں۔

سہ پہر کے بعد وہ ٹرین سے اترا۔ برج پار کرکے وہ ایک چھوٹے پلیٹ فارم پر پہنچا اور وہاں کھڑی ایک چھوٹی ٹرین میں بیٹھا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے ڈبے تھے، جن میں راہداری بھی نہیں تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ بڑی ٹرین سے کوئی اس کے پیچھے نہیں اترا تھا اور اس کے پیچھے اس ٹرین میں نہیں آیا تھا۔ وہ اپنی نشست پر پھیل کر بیٹھ گیا۔

سفر کا یہ دوسرا مرحلہ خاموشی میں کٹا۔ انجن کے شور اور ڈبوں کی کھڑکھڑاہٹ کے سوا وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ باہر اب زیادہ ہریالی نظر آ رہی تھی۔ کبھی کبھی کوئی سنسان، خالی اسٹیشن نظر آتا تھا۔ ٹرین کئی بار رکی۔ لیکن نہ کوئی ٹرین سے اترا، نہ ہی کوئی ٹرین پر سوار ہوا۔ میتھیوز نے بیگ سے خنجر نکالا اور اس سے کھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر کتاب پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے پڑھا نہیں گیا۔

منزل پر پہنچا تو پہلی بار اس نے سکون کی سانس لی۔

اسٹیشن پر کوئی ٹکٹ چیک کرنے والا بھی نہیں تھا۔ وہ مضافاتی علاقہ تھا۔ باہر نکل کر وہ ایک کچی سڑک پر چلنے لگا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

کندھے سے بیگ لٹکائے ہوئے وہ بس اسٹاپ پر پہنچا اور بس کا انتظار کرنے لگا۔

''چارہ''......! اس کے ذہن میں یہ لفظ گونجا۔ اس کے تصور میں کانٹے کی طرف لپکتی ہوئی مچھلیاں......اور شیر کے انتظار میں ممیاتی بکریاں نظر آئیں۔ اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ یہاں وہ خود چارہ تھا......انسانی چارہ!

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ درختوں پر بیٹھے کوے کائیں کائیں کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد بس آتی دکھائی دی۔ اس نے سکون کی سانس لی۔ بس میں ڈرائیور کے عین پیچھے کی سیٹ پر دو افراد بیٹھے تھے۔ وہ انہیں نظر انداز کر کے بس کے عقبی حصے کی طرف چل دیا۔

بس روانہ ہوگئی۔ میتھیوز نے پلٹ کر دیکھا۔ بس کے پیچھے کوئی آدھے میل کے فاصلے میں ایک رینج روور آ رہی تھی۔ فاصلہ کچھ کم ہوا تو وہ ڈرائیور کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ ایک لمحے کے لئے ڈرائیور سے اس کی نظریں چار ہوئیں۔ پھر رینج روور کی رفتار کم ہوئی اور دونوں گاڑیوں کے درمیان فاصلہ بڑھنے لگا۔ اب وہ دو سو گز پیچھے رہ کر بس کا تعاقب کر رہی تھی۔

میتھیوز کی کیفیت ایسی تھی کہ اس کے ہر مسام جاں میں جیسے اس کا دل دھڑک رہا ہو۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ اسے احساس تھا کہ اسے چارے کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا ہے۔

اس کے دل میں ایک عجیب سی خواہش سر ابھار رہی تھی۔ کاش، اس کے اولاد ہوتی......اور وہ اپنے بیٹے کو یہ کہانی سناتا۔ اس کا بیٹا سنتا اور اس پر فخر کرتا۔ لیکن فوراً ہی اس نے خود کو روک دیا۔ وہ غرور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ گناہ گار ہو رہا تھا۔

بس درمیان میں دو بار رکی۔ دوسرے اسٹاپ پر دونوں مسافر اتر گئے۔ اور بس میں وہ اکیلا رہ گیا۔ اب سڑک بھی دو طرفہ ٹریفک کیلئے ہوگئی تھی۔ پہلے جو اکا دکا سرائیں اور فارم ہاؤس نظر آ رہے تھے، وہ بھی اب نہیں تھے۔ بس کہیں دو چار بھیڑیں سبزہ چرتی نظر آ جاتی تھیں۔ سڑک پر بس کے سوا کوئی اور گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ البتہ آدھے میل پیچھے رینج روور اب بھی چلی آ رہی تھی۔

میتھیوز نے بیگ کھولا اور وہ چھوٹا سا ریڈیو سیٹ نکالا جو فادر ڈی کارلو نے اسے دیا تھا۔ اس نے اس کے کنٹرولز کو چھیڑا اور پھر اسے کان سے لگایا۔ اس سے پہلے اس نے دو طرفہ ریڈیو کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔ فادر نے بتایا تھا کہ اسے واکی ٹاکی کہتے ہیں۔ بہر حال اسے خوشی تھی کہ رابطے کا یہ ذریعہ اس کے پاس ہے اور اس کے ذریعے وہ جانی پہچانی آوازیں سن سکتا ہے۔ اپنی بات ان سے کہہ سکتا ہے اور ان کی بات سن سکتا ہے۔ اور وہ زیادہ دور بھی نہیں ہوں گے۔

اس نے نقشے کو چیک کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

انجن کی آواز تبدیل ہونے لگی۔ ڈرائیور گیئر لگا رہا تھا۔ پھر گاڑی نے ایک گہرا موڑ کاٹا اور اس کی رفتار کم ہونے لگی۔

''یہ آخری اسٹاپ ہے''۔ ڈرائیور نے اسے بتایا۔

بس رکی۔ میتھیوز نے ڈرائیور کا شکریہ ادا کیا اور بس سے اتر آیا۔ نیچے اتر کر ایسا لگا، جیسے وہ مسلسل کئی دن سے حالت سفر میں ہے۔

بس چلی گئی۔ میتھیوز وہیں کھڑا رینج روور کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہ نہیں آئی۔ بلکہ اس کی آواز تک سنائی نہیں دی۔

اس نے پھر نقشے کا جائزہ لیا۔ لکڑی کے جنگلے کو پھلانگ کر وہ غیر مزروعہ زمین میں پہنچا۔ وہاں گھاس اور جھاڑیاں بے ترتیبی میں تھیں۔ چلنے کے نتیجے میں دوران خون بحال ہوا اور اس کی ٹانگوں میں جان آنے لگی۔ اس نے گہری سانس لیکر پھیپھڑوں میں ہوا بھری۔ دل چاہ رہا تھا کہ وہ پلٹ کر دیکھے۔ لیکن اس نے قوت ارادی کے زور پر خود کو باز رکھا۔ قریب ہی ایک بھیڑ چر رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر بے نیازی سے اسے دیکھا اور پھر دوبارہ چرنے میں مشغول ہوگئی۔

وہ چند گز آگے ہی گیا ہوگا کہ اسے رینج روور کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اب بھی اس سے کوئی آدھے میل دور تھی۔

''گڈ''۔ وہ بڑبڑایا اور دلدلی زمین میں آگے بڑھنے لگا۔

وادی میں پہنچنے میں اسے بیس منٹ لگے۔ سامنے ایک ٹیلے پر اسے ایک معبد کا کھنڈر سا دکھائی دیا۔ چھت تو شاید اس کی بہت پہلے گر چکی تھی۔ وہ چھٹ پٹے کا سماں تھا۔ کھنڈر اندھیرا الگ رہا تھا۔ میتھیوز اداس ہوگیا۔ اس اجڑے ہوئے معبد کو دیکھ کر اسے اپنی خانقاہ بری طرح یاد آئی تھی۔

قریب جانے پر اسے سفید نشان نظر آیا۔ وہاں رک کر اس نے بیگ سے ریڈیو نکالا اور یہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ اسے کون سا بٹن دبانا ہے۔ انہوں نے اسے بتایا تھا کہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں اور اس کا استعمال بہت آسان ہے۔ اس نے ایک بٹن دبایا اور ریڈیو کو اپنے منہ کے پاس لے گیا۔ اس میں بولتے ہوئے اسے اپنے بے وقوف ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

اس کی آواز نے چرتی ہوئی بھیڑوں کو ہڑبڑا دیا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 122 علیم الحق حقی

"میتھیوز، آدھے کلومیٹر کے نشان پر۔ تھورن میرے متوازی مجھ سے پانچ سو میٹر دور شمال مغرب میں ہے۔ وہ نیلا کوٹ پہنے ہے۔ اوور"۔
اب وہ مشین کو دیکھ کر پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اسی لمحے اسے جواب مل گیا۔ "منصوبے کے مطابق آگے بڑھو.....اوور اینڈ آؤٹ"۔
میتھیوز مسکرایا۔ جدید سائنس بھی کیا کمال ہے۔ برادر مارٹن کی آواز کتنی صاف آ رہی تھی۔ لگتا تھا، وہ دو قدم کے فاصلے پر کھڑا بات کر رہا ہے۔ اس نے ریڈیو بیگ میں ٹھونسا اور دوبارہ چل پڑا۔ رینج روور کے انجن کی آواز بدستور سنائی دے رہی تھی۔ مگر پھر ایسا لگا کہ وہ رک گئی ہے۔ اب میتھیوز کو اپنی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

............x............

کتا اس پورے سفر کے دوران ساکت رہا تھا۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ونڈ اسکرین سے باہر دیکھتا رہا تھا۔ گاڑی رکی تو اس نے متوقع نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ کار کا دروازہ کھلا تو وہ نیچے اترا اور دلدلی زمین کی طرف چل دیا۔ اسے کسی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ایسے حرکت کر رہا تھا کہ آواز بالکل نہیں تھی۔ ہر قدم اسے اپنے شکار کے قریب لے جا رہا تھا۔

............x............

وقت تقریباً ہو چکا تھا۔ میتھیوز قبرستان پہنچ چکا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر معبد کی بلند و بالا کھنڈر نما عمارت کو دیکھا۔ معبد کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں سے چاند دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں فادر ڈی کارلو کو سراہا، جس نے موقعے کی مناسبت سے بے حد ڈرامائی مقام کا انتخاب کیا تھا۔ یہ کھنڈر سہی، اجاڑ اور ویران سہی، مگر ہے تو خدا کا گھر۔
اس کا دل طمانیت سے بھر گیا۔ اس نے اپنے حصے کا کام کر دیا تھا۔ اب دوسرے جانیں اور ان کا کام۔
وہ بڑی احتیاط سے قبروں کے درمیان قدم اٹھاتا آگے بڑھا۔ اس نے کتبوں کی تحریر پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن وقت نے انہیں بری طرح دھندلا دیا تھا۔ کتبوں کے لفظ کہیں کہیں تو پوری طرح مٹ چکے تھے۔ وہ ایک قدیم قبرستان تھا۔ قبروں کے درمیان حرکت کرتے سائے نظر آ رہے تھے۔ اس کے قریب پہنچنے پر ایک بھیڑ ممیانے لگی۔ پھر وہ ڈر کر بری طرح بھاگ کھڑی ہوئی۔
میتھیوز اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اسے بھیڑ کے خوف زدہ ہونے پر حیرت ہوئی تھی۔ بھیڑ کو کسی راہب سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔
اسی لمحے اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے وہ ڈراؤنا خواب نظر آیا۔ وہ کھلا ہوا جبڑا جہنم کا دروازہ تھا......

............x............

وہ دونوں شام سے ہی نگرانی کر رہے تھے۔ حوصلہ مجتمع رکھنے کیلئے وہ غیر اہم باتوں پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ وہ نارمل باتیں کر رہے تھے......ایب نارمل چیز سے دھیان ہٹانے کے لئے۔
پاؤلو نے کتنی بار میتھیوز کو دنیا کا بہادر ترین آدمی قرار دیا تھا، مارٹن کو اس کی گنتی بھی یاد نہیں تھی۔ ویسے یہ حقیقت بھی تھی۔ خود کو دجال کے لئے انسانی چارہ بنا کر پیش کرنا دلیری ہی کا کام تھا۔ لیکن جب پاؤلو بار بار یہی بات دہراتا رہا تو مارٹن کو اکتاہٹ ہونے لگی۔ اس نے جھنجھلا کر پاؤلو سے خاموش رہنے کو کہا۔ میتھیوز کے پہنچنے پر اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور پاؤلو سے کہا کہ وہ چٹان سے ٹک کر بیٹھ جائے۔
اب اندھیرا ہو گیا تھا۔ وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیکھ رہے تھے۔ لیکن انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ انہیں ایک بھیڑ کے ممیانے اور اس کے اندھا دھند بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا۔ لیکن اب بھی وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔
"وہ اب کسی بھی لمحے یہاں پہنچ جائے گا"۔ پاؤلو نے سرگوشی میں کہا۔
اسی لمحے مارٹن نے دیوار کے اوپر جھانکتے ہوئے اپنے سر کو تیزی سے نیچے کر لیا۔ اس نے وہ لمبا نیلا کوٹ دیکھ لیا تھا، جس کے بارے میں میتھیوز نے ریڈیو پر بتایا تھا۔ اس نے پاؤلو کا ہاتھ تھاما اور معبد کے ٹوٹے ہوئے دروازے کی طرف رینگ گیا۔ وہ دونوں تیزی سے سنگی قربان گاہ کی طرف لپکے، جو معبد میں سب سے نمایاں مقام تھا۔ وہاں وہ دونوں تاریکی میں دبک گئے۔
ٹوٹی ہوئی چھت سے انہیں آسمان پر ستارے نظر آ رہے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے طور پر خاموشی سے دعا کی، پھر اپنے اپنے خنجر کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ مارٹن نے پاؤلو کو دیکھا اور سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ سانس روکے کھڑا تھا اور اس کے جسم میں تناؤ تھا۔
باہر سے آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ سیڑھیاں چالیس فٹ اونچی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ اوپر آتے آتے وہ تھک چکا ہو گا۔ پاؤلو کو یاد تھا کہ لوہے کی زنگ آلود سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا تھا تو اس کے بازو دکھ چکے تھے اور اس کی سانسیں سینے میں نہیں سما رہی تھیں۔ اور اب انہیں پھولی ہوئی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اوپر آ رہا تھا۔
وہ دیوار سے اور چپک گئے۔ دروازے میں ایک ہیولا نمودار ہوا
یہ کام قربان گاہ پر ہونا ہے۔ پاؤلو نے خود سے کہا اور قدم آگے بڑھایا۔ دوسرے دونوں راہب اس کے پیچھے تھے۔
سب سے پہلے پاؤلو نے چھلانگ لگائی۔ خنجر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے گردن تھامی اور سیدھے ہاتھ سے خنجر اس میں اتارا، جیسا کہ اسے سمجھایا گیا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 123 علیم الحق حقی

خنجر ہڈی سے ٹکرایا اور جھٹکا لگنے کے نتیجے میں اس کا ہاتھ کہنی تک جھنجھنا گیا۔ وہ خنجر کو چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔ لیکن ہدایات کے مطابق اسے ابھی اور زور لگانا تھا۔ خنجر کو دستے تک اتارنا ضروری تھا۔

لیکن ردعمل کے طور پر کوئی چیخ نہیں ابھری۔ اسے ایسا لگا کہ اس نے خنجر کسی مردہ جسم میں اتارا ہے۔

اب مارٹن اس کے برابر آ کھڑا ہوا تھا اور چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر پاؤلو کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آیا۔ خنجر والا ہاتھ بلند ہوا اور نیچے آیا۔ خنجر پاؤلو کے چہرے کے بہت قریب سے گزر رہا تھا۔ خنجر کوٹ سے منسلک کن ٹوپ سے ٹکرایا اور پھسل کر ریڑھ کی ہڈی میں اتر گیا۔

پاؤلو اور مارٹن کے جسم لرز رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹے۔ خنجروں کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا اور اب سحر زدہ سے اس جھولتے ہوئے جسم کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جسم قربان گاہ پر اوندھے منہ گرا۔ ناک کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز بے حد واضح تھی۔

ایک لمحے کو خاموشی رہی۔ پھر پاؤلو ایک قدم آگے بڑھا۔ اس نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور منہ ہی منہ میں کچھ دعائیں بدبدانے لگا۔

مارٹن اب بھی بری طرح دہشت زدہ تھا اور اس کا جسم لرز رہا تھا۔ اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے گرے ہوئے جسم کو سیدھا کیا۔ پھر وہ دونوں حیرت سے برادر میتھیوز کے چہرے کو دیکھتے ہے۔ ان کے ذہن اور جسم شل ہو گئے تھے۔

چند لمحوں کے بعد وہ سنبھلے تو اچھل کر پیچھے ہٹے۔ انہوں نے اپنے اپنے لبادے سے ہاتھ پونچھے اور پھر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ مگر کوئی آواز نہیں تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا ہے۔

پاؤلو نے سر اٹھایا اور آسمان کو دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت میتھیوز کے بے جان چہرے کے سوا کچھ بھی دیکھ سکتا تھا۔

''خداوند...... ہمارے دماغوں کو اینٹی کرائسٹ کی گرفت سے محفوظ فرما۔ خداوند، ہمیں دجال سے بچا......''۔

اس پھنکارتی ہوئی آواز نے پاؤلو کو پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ مارٹن اس سے پہلے ہی پلٹ چکا تھا اور اب ساکت و صامت کھڑا اس سیاہ جسیم کتے کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں ایک ساتھ پیچھے ہٹے۔ کتا باری باری ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے جبڑے کھلے تھے اور کمر کے بال کھڑے تھے۔

پاؤلو کو کھڑکی کا خیال آیا۔ وہ کھڑکی سے چھجے پر کود سکتے تھے۔ بس پھر انہیں اس موذی کتے کے مایوس ہو کر جانے کا انتظار کرنا تھا۔

اسے اپنے بازو پر مارٹن کے ہاتھ کی سخت گرفت کا احساس ہوا۔ وہ قربان گاہ کی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ باہر جھانکنے پر اسے وہ منظر نظر آیا، جس نے میتھیوز کو پاگل کر دیا تھا۔

کھڑکی کے فریم میں گیدڑ کی وہ کھوپڑی تھی، جس نے آسمان کو پوری طرح چھپا لیا تھا۔ اور وہ بے نور آنکھیں انہیں گھورتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اور وہ کھوپڑی اندر سے روشن تھی۔

وہ منہ سے بے معنی آوازیں نکالتے پیچھے ہٹے۔ مارٹن قربان گاہ سے ٹکرا کر لڑکھڑایا۔ اپنا توازن قائم رکھنے کی کوشش کے دوران اس کے ہاتھ میں میتھیوز کے بال آ گئے۔ اس کی انگلیاں میتھیوز کی زندگی سے محروم آنکھوں میں گھس گئیں۔ وہ چلاتے ہوئے ایڑیوں کے بل گھوما، دوبارہ لڑکھڑایا اور قربان گاہ کی سل پر ڈھیر ہو گیا۔ وہاں گرے ہوئے اسے فرش پر ایک زنگ آلود، ادھ کھلا جنگلا نظر آیا۔ جبلی طور پر وہ گھسٹتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک پرانا کنواں تھا۔ اس کی دیواریں سیاہ اور ہموار تھیں۔ وہ بغیر ہچکچاہٹ کے اس میں اترنے لگا۔ جنگلے کی سلاخوں کو تھام کر اس نے کنویں کی دیوار سے نکلے ہوئے کونوں پر پاؤں جمائے اور پاؤلو کو پکارا۔

پاؤلو بھی اس طرف آ گیا۔ وہ دونوں کنویں میں لٹک گئے۔ کنویں کی تہہ میں ٹوٹی ہوئی چٹانوں کا ڈھیر تھا اور فاصلہ کوئی پچاس فٹ کا ہو گا۔ وہ دونوں دیوار سے پیٹھ لگائے پاؤں جمانے کے لئے مزید کگریں ٹٹول رہے تھے۔

دونوں لٹکے رہے۔ پاؤلو اپنے گھٹنوں کے درمیان دیکھ کر کوئی کگر تلاش کر رہا تھا۔ کتے کے لپکنے کی آہٹ سن کر اس نے اوپر دیکھا۔ اسی وقت کتا نمودار ہوا۔ وہ ان دونوں کو گھور رہا تھا۔ اس کے کھلے ہوئے جبڑوں سے بہنے والی رال مارٹن کے چہرے پر گر رہی تھی۔ کوئی ایک منٹ تک وہ وہیں کھڑا رہا۔ پھر جنگلے سے آوازیں ابھریں اور کھلا ہوا پٹ بند ہونے لگا۔ اس کے ساتھ وہ دونوں بھی حرکت میں آئے تھے۔ ان کے ہاتھ گرل کے درمیان دب رہے تھے۔ انگلیوں کی پوریں سفید پڑ رہی تھیں۔ اب وہ دیوار کے سہارے سے محروم تھے اور کنویں میں جھول رہے تھے۔

گرل پوری طرح سے بند ہوئی۔ کتا غرایا۔ پاؤلو نے اسے دیکھا۔ اس کی میتھیو کے خون سے چپچپاتی ہوئی انگلیاں اب گرل سے پھسل رہی تھیں۔ اس نے ایک ہاتھ ہٹا لیا۔ اب وہ صرف ایک ہاتھ کے زور پر لٹکا ہوا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 124

پھر اس نے خود کو جھلاتے ہوئے پیروں سے دیوار کو چھوا۔ وہ اب بھی کسی لنگر کی تلاش میں تھا۔ اسی لمحے کتا مارٹن کی انگلیوں پر چڑھ گیا۔ مارٹن تکلیف سے چلایا اور اس نے کتے کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی۔

''ہلومت''۔ پاؤلو نے سرگوشی میں کہا۔ ''اسے چھوڑ دو.......''۔

مارٹن کا چہرہ اذیت سے چیخ رہا تھا۔ مارٹن نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا منہ کچھ کہنے کیلئے کھلا۔ مگر اسی لمحے اس کی انگلیوں کی گرفت کمزور ہوتے ہوتے ختم ہوئی اور وہ کنویں میں گرنے لگا۔ پاؤلو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن وہ کان تو کسی طرح بند نہیں کر سکتا تھا۔ اسے مارٹن کی چیخیں اور پھر ان چیخوں کی بازگشت سنائی دیتی رہی۔ پھر مارٹن کے جسم کے چٹانوں سے ٹکرانے کی آواز...... اور چیخوں کی بازگشت اب بھی سنائی دے رہی تھی، جیسے قبر سے کوئی مردہ چیخ رہا ہو۔

کتا پھر غرایا اور نظروں سے دور ہو گیا۔ پاؤلو نے آنکھیں کھولیں۔ وہ مضبوط اور جاندار آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ مزید ڈیڑھ منٹ اس طرح لٹکا رہ سکتا ہے۔ جینے کے لئے یہ بہت...... بہت زیادہ مختصر وقت تھا۔ وہ رونے لگا۔ آنسو اس کی ٹھوڑی کو بھگو رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ موت کی اذیت بھی مختصر ہی ہو تو اچھا ہے......

............x............

برلن۔ جرمنی

ٹمپلیوف ایئرپورٹ پر ٹیکسی کے لئے ڈیانا کو پندرہ منٹ قطار میں لگنا پڑا۔ بالآخر اس کی باری آئی۔

ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جرمن زبان میں اس سے کچھ پوچھا۔

''تم انگلش بولتے ہو؟''۔

''جی ہاں فراؤلین''۔ ڈرائیور نے انگلش ہی میں کہا۔

''پلیز...... مجھے کمپنسکی ہوٹل لے چلو''۔

''جی بہتر''۔

پچیس منٹ بعد ڈیانا ہوٹل میں کمرا لے رہی تھی۔ ''مجھے ایک کار بھی چاہئے...... ڈرائیور کے ساتھ''۔ اس نے کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

''مل جائے گی فراؤلین''۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''اور آپ کا سامان؟''۔

''سامان آنے والا ہے''۔

کچھ دیر بعد کار آ گئی۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ ''آپ کہاں جائیں گی فراؤلین''۔

اسے سوچنے کیلئے مہلت درکار تھی۔ ''کچھ دیر بس ڈرائیو کرتے رہو پلیز''۔

''جی بہت بہتر۔ برلن میں قابل دید مقامات کی کمی نہیں فراؤلین''۔

............x............

برلن ڈیانا کے لئے حیران کن تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جنگ عظیم کے دوران بمباری نے اسے تقریباً مٹا ڈالا تھا۔ لیکن اب اس کے سامنے ایک جدید شہر تھا۔ جدید طرز کی عمارتیں اور خوش حالی کی تمام تر علامتیں نظر آ رہی تھیں۔

وہاں سڑکوں کے نام اسے بہت عجیب اور نامانوس لگے۔

ڈرائیو کے دوران ڈرائیور اسے مختلف پارکوں اور عمارتوں کے بارے میں دلچسپ تاریخی حقائق سناتا رہا۔ لیکن ڈیانا درحقیقت کچھ نہیں سن رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اسے فراؤلین وربرگ کے کام کے ساتھیوں سے بات کرنی تھی۔ شاید وہ اسے کام کی کوئی بات بتا پائیں۔ انٹرنیٹ سے پتا چلا تھا کہ اپنی بیوی کے قتل کے بعد فرانز وربرگ غائب ہو گیا تھا۔

اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ ''سائبر لین کمپیوٹر کیفے کہاں ہے؟''۔

''جی ہاں فراؤلین''۔

''مجھے وہاں لے چلو پلیز''۔

''جی ضرور۔ وہ بہت شاندار جگہ ہے...... بہت مشہور۔ وہاں سے آپ کو ہر طرح کی معلومات مل سکتی ہیں''۔

مجھے بھی یہی امید ہے۔ ڈیانا نے دل میں سوچا۔

(جاری ہے)

دجال

سائبر لین کیفے مین ہٹن والے انٹرنیٹ کیفے جتنا بڑا تو نہیں تھا۔ لیکن رش وہاں بھی اتنا ہی تھا۔ ڈیانا جیسے ہی کیفے میں داخل ہوئی، کاؤنٹر کے عقب سے ایک عورت نکل کر اس کی طرف بڑھی ۔''ابھی دس منٹ میں ایک کمپیوٹر خالی ہونے والا ہے فراؤلین''۔وہ بولی۔

''میں منیجر سے بات کرنا چاہتی ہوں''۔ڈیانا نے کہا۔

''میں ہی منیجر ہوں''۔

''اوہ''۔

''آپ کس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہیں؟''۔

''میں آپ سے سونجا وربرگ کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں''۔

عورت نے نفی میں سر ہلایا۔''وہ تو یہاں نہیں ہیں''۔

''میں جانتی ہوں کہ وہ مر چکی ہے''۔ڈیانا نے کہا۔میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ کیسے مری تھی''۔

عورت اب ڈیانا کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔''وہ ایک حادثہ تھا۔اور جب پولیس نے اس کے کمپیوٹر کو ضبط کر کے اس کا معائنہ کیا تو......''۔اس کے چہرے پر اچانک مکاری نظر آئی۔''آپ چند سیکنڈ رکیں...... میں ایک ایسے شخص کو بلاتی ہوں جو اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتا ہے۔میں ابھی آئی''۔

وہ تیز قدموں سے کیفے کے عقبی حصے میں گئی۔اس کے اوجھل ہوتے ہی ڈیانا جلدی سے کیفے سے نکلی اور اپنی کار میں بیٹھ گئی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اب یہاں سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔اس نے فرانز وربرگ کی سیکریٹری سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک فون بوتھ سے اس نے کے آئی جی کا نمبر ملایا۔''کے آئی جی برلن''۔دوسری طرف سے جواب ملا۔

''مجھے فرانز وربرگ کی سیکریٹری سے بات کرنی ہے''۔ڈیانا نے کہا۔

''آپ کون؟''۔

''میں سوزان اسٹریٹ فورڈ ہوں''۔

''ہولڈ آن پلیز''۔

............x............

مین ہٹن۔نیویارک

میئر کے آفس میں نیلی لائٹ روشن ہو گئی تھی۔وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرایا۔''یہ ڈیانا اسٹیونز کی کال ہے بھائی۔دیکھیں، ہم اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں''۔اس نے کال کو لاؤڈ اسپیکر پر منتقل کر دیا۔

کے آئی جی کی آپریٹر کہہ رہی تھی۔''وہ اس وقت یہاں موجود نہیں۔کہیں تو ان کی اسسٹنٹ سے بات کرا دوں''۔

''جی ضرور...... شکریہ''۔

''ایک منٹ پلیز''۔

چند لمحے بعد ایک نسوانی آواز ابھری۔''ہائیڈی فرونک اسپیکنگ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟''۔

ڈیانا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔''میں سوزان اسٹریٹ فورڈ ہوں...... وال اسٹریٹ جرنل کی رپورٹر۔حال ہی میں کے آئی جی کے ملازمین کی جو اموات ہوئی ہیں، میں ان پر کام کر رہی ہوں۔یہ بتائیں، میں آپ سے انٹرویو کر سکتی ہوں؟''۔

''دیکھیں، میں کوئی پکی بات......''۔

''مجھے بس کچھ بیک گراؤنڈ انفارمیشن چاہئے''۔

میئر بہت غور سے سن رہا تھا۔

''آج لنچ میرے ساتھ کریں''۔

''سوری...... میں مصروف ہوں''۔

''ڈنر؟''۔

ہائیڈی کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔تاہم اس نے کہا۔''ہاں...... یہ ممکن ہے''۔

''تو کہاں ملیں گی آپ؟''۔

''روکینڈورف اچھا ریسٹورنٹ ہے۔ساڑھے آٹھ بجے وہاں ملئے''۔

میئر نے سر گھما کر اینڈریو کو دیکھا۔''مجھے یہ فیصلہ بہت پہلے کر لینا چاہئے تھا۔میں یہ معاملہ گریگ ہولیڈے کے سپرد کر رہا ہوں۔اس نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا۔اور وہ ہے تو مہنگا۔لیکن کام پکا کرے گا......''۔وہ آپ ہی آپ مسکرا دیا۔''اور ہم تو بھاری قیمت دے سکتے ہیں''۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 126

کیلی سام میڈوز کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر ہچکچائی۔ معاملات اب اختتام کو پہنچ رہے تھے۔ اسے بالآخر اہم سوالوں کے جواب ملنے والے تھے۔ مگر اب اسے ڈر لگ رہا تھا۔ جانے سننے کو کیا ملے۔

پھر بھی اس نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

دروازہ کھلا اور سام میڈوز کی شکل نظر آئی تو اس کا ہر خوف مٹ گیا۔ اسے دیکھ کر اسے خوشی کا اور بے حد سکون کا احساس ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ شخص مارک سے کتنا قریب رہا تھا۔

''کیلی''۔ سام نے کہا اور گرم جوشی سے اسے لپٹا لیا۔

''اوہ سام''۔

سام نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''آؤ......اندر چلو''۔

کیلی اندر چلی گئی۔ وہ دو بیڈ روم کا پرکشش اپارٹمنٹ تھا۔ ایک زمانے میں اس عمارت میں فرانس کے شرفا رہتے تھے۔ ڈرائنگ روم بے حد کشادہ اور آراستہ تھا۔ ایک طرف بار تھا۔ دیواروں پر قیمتی پینٹنگز آویزاں تھیں۔ ''میں کیا بتاؤں کہ مجھے مارک کی موت کا کتنا دکھ ہوا ہے''۔ سام نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

کیلی نے اس کا بازو تھپتھپایا۔ ''میں جانتی ہوں سام''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔

''مجھے تو یقین ہی نہیں آتا''۔

''میں یہ جاننے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ہوا کیا تھا''۔ کیلی بولی۔ ''اسی لئے تو میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مدد کرو گے''۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ سکون کے احساس کے باوجود اس کے اعصاب کشیدہ ہو رہے تھے۔

سام کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ ''پوری کہانی تو یہاں کسی کو بھی معلوم نہیں۔ مارک ایک خفیہ پروجیکٹ پر کام کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ کے آئی جی کے دو تین آدمی بھی شریک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مارک نے خودکشی کی ہے''۔

''مگر میں اس پر یقین نہیں کر سکتی''۔ کیلی نے پر زور لہجے میں کہا

''یقین تو مجھے بھی نہیں ہے''۔ سام نے نرم لہجے میں کہا۔ ''اور اصل وجہ تم جانتی ہو۔ صرف تمہاری وجہ سے میں اس پر یقین نہیں کرتا''۔

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میں سمجھی نہیں......''۔

''تم جیسی حسین اور خوب صورت عورت کے ہوتے مارک کیسے خودکشی کر سکتا تھا۔ تم جیسی حسین عورت کو تو کوئی بھی نہیں چھوڑے گا''۔

سام غیر محسوس طور پر اس کی طرف کھسک رہا تھا۔ ''جو کچھ ہوا، وہ بہت بڑا المیہ ہے کیلی۔ لیکن زندگی کا سفر کسی المیے کی وجہ سے رکتا نہیں۔ وہ جاری رہتا ہے''۔ اس نے کیلی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''تنہا تو کوئی بھی نہیں جی سکتا۔ آدمی کو آدمی کی ضرورت رہتی ہے۔ ہے نا؟ مارک چلا گیا۔ مگر میں تو موجود ہوں نا۔ تم جیسی عورت کو تو ہر حال میں ایک مرد کی ضرورت ہوتی ہے......''۔

''میری جیسی......!''۔

''مارک نے مجھے بتایا تھا کہ تم کتنی پر جوش اور گرم عورت ہو......خواہشات سے بھری''۔

کیلی نے حیرت سے سر گھما کر اسے دیکھا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ مارک اس کے بارے میں ایسی کوئی بات کہے۔ اس طرح کی باتیں تو وہ کسی سے کرنے والا ہی نہیں تھا۔ وہ تو بے حد شرمیلا آدمی تھا۔

سام کا ہاتھ اب اس کے کندھے پر آ پہنچا تھا۔ ''مارک مجھے تمہاری قربت تمہاری خلوت کے بارے میں بتاتا رہتا تھا''۔

کیلی کا وجود خطرے کے احساس سے جھنجھنا اٹھا تھا۔

''اور کیلی، اگر تمہیں اس سے کچھ سکون کا احساس ہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ مارک کو تکلیف بالکل نہیں ہوئی ہوگی''۔

کیلی نے سام کی آنکھوں میں دیکھا اور سب کچھ سمجھ گئی۔

''ابھی تھوڑی دیر بعد ہم کھانا کھائیں گے''۔ سام نے کہا۔ ''کیوں نہ اس سے پہلے ہم کچھ وقت بیڈ روم میں گزاریں''۔ اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

کیلی کو چکر آنے لگے۔ تاہم اس نے خود کو سنبھالا اور مسکرائی۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ''ضرور سام، کیوں نہیں'' اس نے لگاوٹ بھرے لہجے میں کہا۔ وہ جانتی تھی کہ طاقت میں وہ سام سے بہت کم ہے۔ لڑ نہیں سکتی۔

سام اب دست درازی کر رہا تھا۔ ''بے بی تم ہو بہت خوب صورت''۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

کیلی مسکرائی۔ ''مگر سام، پہلے کھانے کا کچھ کرو۔ بھوک بہت لگ رہی ہے مجھے''۔

''کھانا تقریباً تیار ہے''۔

کیلی سام کے روکنے سے پہلے ہی بستر سے اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔ لیکن ڈنر ٹیبل کو دیکھ کر اسے شاک لگا۔ ٹیبل ایک آدمی کیلئے سیٹ کی گئی تھی۔ اس کا مطلب بھی اس کی سمجھ میں آ گیا

کیلی پلٹی۔ ڈرائنگ روم میں سام دروازے کو لاک کر رہا تھا۔ پھر کیلی نے اسے چابی کو میز کی دراز میں رکھتے دیکھا۔

کیلی دوبارہ کچن میں گئی اور کسی ہتھیار کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ چاقو چھریاں کس دراز میں رکھی ہوں گی۔ چولہے پر ایک دیگچی تھی، جس میں پانی ابل رہا تھا۔ ایک چھوٹی دیگچی میں چٹنی تھی۔

سام کچن میں داخل ہوا اور اس نے کیلی کو لپٹا لیا۔

کیلی بے پروائی سے چٹنی والی دیگچی کو دیکھتی رہی، جیسے سام کا لپٹنا معمول کے مطابق ہو۔ ''چٹنی تو زبردست لگتی ہے''۔ اس نے چٹخارہ لے کر کہا۔

''اسے چھوڑو جان۔ بیڈروم میں چلو۔ یہ بتاؤ، مارک کے ساتھ تم کیا کچھ کرتی تھیں''۔

کیلی کا ذہن تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''مارک کو تو میں پاگل بنا دیتی تھی''۔

سام کا چہرہ جیسے کھل اٹھا۔ ''کیسے؟''۔

''میں گرم بھیگے کپڑے سے......''۔ یہ کہہ کر کیلی نے بڑی صافی اٹھائی۔ ''میں ابھی دکھاتی ہوں''۔

''ضرور''۔

کیلی نے گرم پانی کی دیگچی اٹھائی اور پورا پانی سام کے چہرے کی طرف اچھال دیا۔

سام کی چیخیں بے حد بھیانک تھیں۔ کھولتا ہوا پانی اس کی آنکھوں میں بھی گیا تھا۔ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی چیخیں نہیں رک رہی تھیں۔

کیلی تیزی سے ڈرائنگ روم میں گئی، اس نے دراز سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور بھاگتی ہوئی اپارٹمنٹ سے نکل آئی۔ اندر سے اب بھی سام میڈوز کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔

............x............

وہ موسم کا پہلا گرم دن تھا۔ موسم بہار کی دھوپ ڈیمین کے کنٹری ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں اٹھکیلیاں کر رہی تھی۔ وہاں ٹیلی وژن کا عملہ اپنے آلات میں الجھا ہوا تھا۔ کیٹ کھڑکی میں کھڑی باہر لہلہاتے کھیتوں کو دیکھ رہی تھی۔ ڈیمین کی جاگیر اسے بہت پسند آئی تھی۔ یہاں آنے سے پہلے ''دیہی زندگی'' نامی رسالے میں اس نے پیری فورڈ کے بارے میں پڑھا تھا۔ یہ قلعہ سترہویں صدی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ جاگیر چار سو ایکڑ پر پھیلی ہوئی تھی۔ عمارت کے دو ونگ تھے اور جدید طرز کی انیکسی تھی۔ عمارت میں 63 کمرے تھے۔

پڑھنا ایک بات ہے اور دیکھنا دوسری۔ وہ جگہ سچ مچ ایسی قابل دید تھی کہ اس کی خوب صورتی کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا تھا۔ ڈیمین پر تنقید کی جاتی تھی کہ اسے اور اس کے ملازمین کو ہرگز اتنے کمروں کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف دکھاوے اور اتراہٹ کے لئے پیری فورڈ میں رہ رہا ہے۔ ڈیمین نے ایک بار اس کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''یہ وہ جگہ ہے، جہاں میرے والدین رہتے تھے۔ مجھے اس جگہ سے محبت ہے۔ میں اس ماحول کا بچپن سے عادی ہوں۔ اس لئے مجھے یہاں رہنا اچھا لگتا ہے''۔

کیٹ نے پلٹ کر اپنے عملے کو دیکھا۔ وہ کام میں مصروف تھے۔ لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ گردوپیش سے بھی پوری طرح محظوظ ہو رہے ہیں۔ وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے اور چہک رہے تھے۔ یہ سب دھوپ کا اور اس ماحول کا کمال تھا۔

ڈیمین ٹیرس پر ڈین کے ساتھ تھا۔ دونوں موسم بہار کے پھولوں کو بڑی بدمزگی سے دیکھ رہے تھے۔ ان دونوں کو ہی خزاں زیادہ اچھی لگتی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ ٹہل رہے تھے۔ ڈین سوچ رہا تھا کہ نجانے ڈیمین اب نارمل کب ہوگا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

ڈیمین کے مزاج کا چڑچڑا پن اور بوجھل پن اس کے اسٹاف پر بھی اثر انداز ہو رہا تھا۔ خود ڈین بھی اپنے آپ کو دباؤ میں محسوس کر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ڈیمین کا ڈپریشن چھوت کی بیماری ہے۔ ڈین خود بھی چڑچڑا ہو رہا تھا اور ان دنوں اس کی نیند بھی کم ہو گئی تھی۔ ادھر یہ کیٹ رینالڈ بھی وبال بن گئی تھی۔ وہ کچھ زیادہ ہی سر پر سوار رہنے لگی تھی۔ سچ پوچھو تو مصیبت آئی بھی کیٹ ہی کے توسط سے تھی۔ بہر حال ڈین جانتا تھا کہ اسے یہ سب کچھ سوچنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

خاموشی اسے بوجھ لگنے لگی تو اس نے خاموشی کو توڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ''تو چار مل گئے''۔ اس نے کہا۔

''ہاں۔ اور ابھی تین خنجر باقی ہیں''۔ ڈیمین نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اب میں وقت ضائع کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا''۔ وہ چند لمحوں کیلئے خاموش ہو گیا۔ پھر وہ دوبارہ بولا تو اس کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ ''نزارین سے......نو مولود مسیح سے یقینی نجات پانے کی واحد صورت یہ ہے کہ ملک میں 24 مارچ کو رات بارہ بجے سے طلوع آفتاب کے درمیان پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دیا جائے''۔

پہلے تو ڈین کو یقین ہی نہیں آیا کہ اس نے جو کچھ سنا، ڈیمین نے واقعی وہی کچھ کہا ہے۔ مگر اس میں شبہے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے ڈیمین کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ مگر وہاں سنگینی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

''لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ وہ اسی ملک میں ہو''۔ ڈین نے کمزور لہجے میں کہا۔

''پیش گوئی کے مطابق اسے یہیں پیدا ہونا ہے''۔ ڈیمین نے کہا۔

وہ ساتھ ساتھ چلتے باغیچے میں آ گئے۔ ڈیمین نے ایک کلی توڑی اور اسے نوچ نوچ کر پھینکنے لگا۔ ''باربرا کا کیا حال ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ٹھیک ہے''۔ ڈین نے جواب دیا۔

''اور تمہارا بیٹا؟''۔

ڈین نے اپنے جسم میں دوڑنے والی تھرتھراہٹ کو چھپانے کی کوشش میں کندھے جھٹکے۔ ڈیمین اسے کچھ جتا رہا تھا۔ ایک خوف ناک سمت میں اشارہ کر رہا تھا۔ ''وہ بھی ٹھیک ہے''۔ اس نے کہا۔

عقب سے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ ڈین نے پلٹ کر دیکھا۔ پیٹر دوڑتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اور وہ اتنا خوش تھا کہ ڈین نے کبھی کسی کو اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔

لیکن ڈیمین نے لڑکے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس کی نگاہیں بدستور ڈین پر مرکوز تھیں۔ ''تمہارا بیٹا بھی تو 24 مارچ کو ہی پیدا ہوا ہے؟''۔ اس نے کہا۔

''کون؟''۔ ڈین نے تجاہل عارفانہ سے کام لینے ہی میں عافیت جانی۔

''تمہارا بیٹا''۔

''نہیں''۔ وہ پہلا موقع تھا کہ ڈین نے ڈیمین سے جھوٹ بولا۔ جھوٹ بولنے کی نہ تو کبھی ضرورت پڑی تھی اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیمین اس کے خیالات تک پڑھ لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ''نہیں بھئی، وہ 23 مارچ کے آخری لمحوں میں پیدا ہوا تھا......آدھی رات سے چند منٹ پہلے''۔ اس نے مزید کہا۔

اسی وقت پیٹر آ گیا۔ ''ممی نے کہلوایا ہے کہ ان کی تیاری مکمل ہے''۔ اس نے ڈیمین کو بتایا۔

''ان سے کہو، آدھا منٹ اور رکیں''۔ ڈیمین نے کہا۔

پیٹر بھاگتا ہوا گھر کی طرف چلا گیا۔

ڈیمین اب کلی کی پتیوں کو انگلیوں سے مسل رہا تھا۔ ''مسیح کو ختم کر دو''۔ اس نے دھیرے سے کہا۔

ڈین نے بے بسی سے کندھے جھٹکے۔ یہ کہنا آسان تھا۔ لیکن اس پر عمل...... ''لیکن کیسے؟''۔ وہ بولا تو اس کے لہجے میں چڑچڑا پن تھا۔

''چیلے اسی لئے تو ہوتے ہیں۔ بس جو کہہ دیا، وہ کر دو''۔ ڈیمین نے سادگی اور قطعیت سے کہا۔ ''تمام چیلوں کو اتوار کے روز یہاں انگلینڈ طلب کر لو۔ ہفتے کو میں کیٹ اور پیٹر کو شکار کے لئے کورن وال لے جا رہا ہوں۔ وہاں میں اپنا راستہ آپ بنا لوں گا''۔

ڈیمین پلٹا۔ اسی لمحے پیٹر نے اسے پکارا اور پھر دوبارہ گھر کی طرف بھاگنے لگا۔ ڈیمین نے مسکرا کر ڈین کو دیکھا۔ ''اپنا سر اونچا رکھو اور ٹھوڑی اوپر''۔ اس نے کہا اور پیٹر کے پیچھے چل دیا۔

ڈین اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ٹھوڑی اوپر! کیوں نہیں، اس نے جھنجھلا کر سوچا۔ تاکہ گھونسہ لگے تو ہونٹ اچھی طرح سوج جائے۔ اس لمحے اسے کیٹ نامی اس عورت سے شدید نفرت کا احساس ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اسے منحوس لگتی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 129

پال بوہر سے پہلی ملاقات کے بعد برسوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ ڈین خوف زدہ ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ کوئی خوف ناک غلطی تو نہیں کر بیٹھا ہے۔ اس کے اندر بغاوت کا ایک ننھا سا شعلہ بھڑکنے لگا۔ لیکن اس نے فوراً ہی اسے بجھا دیا۔ پھر وہ اسٹڈی کی طرف چل دیا، جہاں میز پر فائلیں رکھی تھیں۔ اور کوئی جگہ نہیں تھی، جہاں وہ جا سکتا۔ بہت پہلے اس نے اپنی روح کو بیچ دیا تھا...... اور اب اس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اب تو پچھتانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔

بہر حال اپنی ڈیسک پر پہنچ کر ریسیور اٹھاتے اس نے دل میں قسم کھا کر عہد کیا کہ ایک کام ایسا ہے، جو وہ کسی قیمت پر بھی نہیں کرے گا۔ چاہے اس کا بدترین حشر کر دیا جائے۔ ہرگز نہیں...... ہرگز ہرگز نہیں......

............x............

مشرق کی سمت تیس میل دور، انگلستان کے پیشہ قانون کے قلب چانسری لین میں فرینک ہچز نامی ایک جوان بیرسٹر نے ایک فون ریسیو کیا، دوسری طرف کی بات بہت غور سے سنتا رہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔ سنسنی کے احساس سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ پھر اس نے اپنے کلرک کو بلایا اور کہا۔ "اب تم چھٹی کرو۔ آج مجھے تمہاری ضرورت نہیں پڑے گی"۔

پھر اس نے پورے آفس کا جائزہ لیا کہ کوئی وہاں موجود نہیں ہے اور سوئچ بورڈ کلیئر ہے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اس نے اپنی تجوری کھولی، اس میں سے ایک سیاہ ایڈریس بک نکالی اور اسے ٹیلی فون کے پاس رکھ لیا۔

یہ کتنی پرانی بات ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ تین سال پہلے اسے کال کیا گیا تھا۔ پھر ایک سال کے مایوس کر دینے والے انتظار کے بعد اسے پہلا بڑا کام ملا تھا۔ وہ اس کے لئے بڑا اعزاز تھا...... اور اس نے خوش اسلوبی اور کامیابی سے کام کیا تھا۔ اس نے اتوار کے عوامی اخبارات میں شیطان اور شیطنت کے بارے میں مضامین کی سیریز شروع کی تھی۔ اس کے نتیجے میں دلچسپی رکھنے والوں نے اس سے رابطے کئے تھے۔ ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا...... یوں ممبر شپ چلتی رہی تھی۔ پھر اسے کنکروں اور شیشوں کے درمیان سے ہیروں کا انتخاب کرتا تھا۔ وہ ایک طویل اور صبر آزما کام تھا۔ دکھاوے والے اور شوقین لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مگر بہر حال اس نے بالآخر ایک تفصیلی فائل مرتب کر لی تھی۔

اور اب وقت آ گیا تھا۔ پورے دن وہ بغیر کسی وقفے کے کام کرتا رہا۔ اس نے اتنے فون کئے تھے کہ شام کو دفتر سے نکلتے وقت اس کے کان میں فون کی گھنٹیاں بجے جا رہی تھیں۔ تنہا اس نے اتنے فون جو کئے تھے۔ لیکن وہ خوش اور مطمئن تھا۔ اسے اپنی مستعدی اور فرض شناسی پر فخر تھا۔

............x............

نرس لاموںٹ کیلئے اپنی شفٹ تبدیل کرانا ایک طرح کا روزمرہ کا معمول تھا۔ اس کی دوست شیرون جانتی تھی کہ ان دنوں لاموںٹ کا ایک نیا معاشقہ زور وشور سے چل رہا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس بار لاموںٹ سنجیدہ ہے۔ چنانچہ لاموںٹ کی مختصر سی وضاحت کے بعد اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ "ٹھیک ہے۔ میں آج ڈبل شفٹ کر لیتی ہوں"۔ اس نے کہا۔ "دنیا میں ایسے ہی کام چلتا ہے۔ میں تمہاری پیٹھ کھجاتی ہوں۔ وقت ضرورت تم میری پیٹھ کھجا دینا۔ حساب برابر"۔

نرس لاموںٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا، اپنا ویک اینڈ کا بیگ پیک کیا، ہاسپٹل سے نکلی اور سیدھی اسٹیشن چلی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پیر کے دن شیرون اس سے کرید کرید کر پوچھے گی، تفصیلات جاننا چاہے گی۔ سو اس کیلئے اسے زبردست رنگین قسم کی کہانی گھڑنی پڑے گی۔ جذبات انگیز، سنسنی آمیز کہانی، جو بے چاری شیرون کو بھڑکا سکے۔

............x............

ہمپ سٹیڈ میں ٹریور گرانٹ نے ایک منصوبہ بنایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے والدین اسے ویک اینڈ پر جانے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔ کیونکہ وہ صرف دس سال کا تھا۔ اور اگر وہ چپکے سے غائب ہو گیا تو وہ اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دیں گے۔ اور پھر مسئلہ کھڑا ہو گا۔ چنانچہ اس نے ویلسلے میں اپنے کزن کو فون کر کے کہا تھا کہ وہ اس کے پاس قیام کرنا چاہتا ہے۔ یوں اسے کچھ آسانی بہر حال میسر آ جاتی۔ اور جب تک اس کی ماں کو احساس ہو کہ وہ واپس نہیں آ رہا ہے، وہ کورن وال پہنچ چکا ہو گا۔ وہاں سے وہ ماں کو فون کر کے کوئی کہانی سنائے گا اور سمجھائے گا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

فیصلہ کرنے کے بعد اس نے جیب کا جائزہ لیا۔ اس کے پاس رقم کم تھی۔ اس سلسلے میں ایک تو وہ مسٹر ہچز سے مدد طلب کرے گا۔ اور دوسرا راستہ ماں کے پیسے چرانے کا تھا۔ بہر حال کام چل ہی جائے گا۔ چوری کرنا تو مستقبل میں بھی ہنر کے طور پر کام آئے گا......

............x............

لیورپول میں واعظ گراہم روس نے اپنے ایک جاننے والے کو بلایا اور اس سے مدد چاہی۔

(جاری ہے)

''میں چاہتا ہوں کہ اتوار کو تم میرے چرچ میں عبادت کراؤ اور وعظ دو''۔ اس نے استدعا کی ''مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے''۔

''کیا ضروری کام آن پڑا ہے؟''۔

''ایک عزیز کا انتقال ہوگیا ہے''۔

''آئی ایم سوری۔ تم بے فکر رہو۔ یہاں میں سنبھال لوں گا''۔

گراہم روس نے اپنی اقامت گاہ میں جا کر سیاہ لبادہ نکالا۔ کورن وال میں اس کی ضرورت پیش آئے گی......

ڈاکٹر ہورلیس فلمور ڈپارٹمنٹ آف ہیلتھ اینڈ سوشل سیکورٹی بورڈ کا ڈائریکٹر تھا۔ الیگزینڈر فلیمنگ ہاؤس میں اپنے دفتر سے اس نے اپنی بیوی کو فون کر کے بتایا کہ اسے ویک اینڈ پر ایک ہنگامی کانفرنس میں شرکت کرنی ہے۔ بیوی کے ردعمل سے اسے اندازہ ہوگیا کہ اسے اس کی بات پر یقین نہیں آیا ہے۔ وہ ادھر ادھر فون کر کے لازمی طور پر تصدیق کرنے کی کوشش کرے گی۔ اور اس کے واپس آنے پر دونوں کے درمیان زبردست جھگڑا ہوگا۔ بیوی یہ سمجھے گی کہ اس نے پھر مارگو کے ساتھ شب باشی کی ہے۔

خیر...... وہ جھگڑتی ہے تو جھگڑے۔ چیخے چلائے۔ اب تو اسے ان جھگڑوں میں بھی لطف آنے لگا تھا۔ پھیکی بے مزہ ازدواجی زندگی میں ان جھگڑوں ہی سے تو ذائقہ آتا ہے......

............x............

پورے ملک میں، ہر شہر، ہر قصبے میں مرد، عورتیں اور بچے روانگی کے لئے اپنے اپنے بیگ تیار کر رہے تھے...... جانے کیلئے بہانے گھڑ رہے تھے...... روٹ چیک کر رہے تھے۔ ان سب کی ایک ہی منزل تھی...... کورن وال۔ ان سب کو شیطان کی طرف سے بلاوا آیا تھا۔ اور وہ ڈیمین تھورن کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

............x............

برلن۔ جرمنی

روکینڈورف برلن کے بہترین ریسٹورانوں میں سے تھا۔ ڈیانا وہاں پہنچی تو منتظم مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا ''میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''۔ اس نے سر کو خم کرتے ہوئے کہا۔

''میں مس اسٹیونز ہوں۔ میرے اور مس فرونک کیلئے یہاں ایک میز ریزرو ہے''۔

''جی ہاں...... میرے ساتھ تشریف لے آئیے''۔

منتظم اسے کارنر کی ایک میز پر لے گیا۔ ڈیانا نے محتاط نظروں سے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ ریسٹورنٹ میں چالیس کے لگ بھگ افراد موجود تھے۔ ان میں بیشتر کاروباری لوگ تھے۔ ڈیانا کی میز کے عین سامنے ایک پرکشش آدمی اکیلا بیٹھا ڈنر کر رہا تھا۔

ڈیانا بیٹھی ہائیڈی فرنک کے بارے میں سوچتی رہی۔ کچھ جانتی بھی ہوگی وہ؟

ویٹر نے اسے چونکا دیا۔ وہ اس کے لئے مینو لایا تھا۔

ڈیانا نے مینو کا جائزہ لیا۔ لیکن اسے وہاں کی کسی بھی ڈش کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ اب ہائیڈی ہی اس کی مدد کر سکتی ہے۔ ڈیانا نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ہائیڈی بیس منٹ لیٹ ہو چکی تھی۔

''آپ آرڈر دیں گی فراؤلین؟'' ہیڈ ویٹر نے پوچھا۔

''نہیں۔ پہلے میری مہمان آجائے۔ شکریہ''۔

گزرتے سیکنڈ منٹوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ اب ڈیانا سوچ رہی تھی کہ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگئی۔

پندرہ منٹ بعد ہیڈ ویٹر پھر آیا ''کچھ لاؤں آپ کے لئے؟''

''نہیں شکریہ۔ میری مہمان بس آنے ہی والی ہوگی''۔

لیکن نو بج گئے اور ہائیڈی فرونک نہیں آئی۔ ڈیانا کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ اسے یقین ہوگیا کہ ہائیڈی اب نہیں آئے گی۔

اس نے سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ ریسٹورنٹ کے دروازے کے قریب ایک میز پر اسے دو افراد بیٹھے نظر آئے۔ وہ حلیے اور صورت سے ہی بدمعاش لگ رہے تھے۔ ویٹر ان کے پاس آرڈر لینے کے لئے گیا تو انہوں نے اسے جھڑک دیا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ انہیں کھانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر وہ کھل کر ڈیانا کو گھورنے لگے۔

ڈیانا کو احساس ہوا کہ وہ ہائیڈی فرونک کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئی ہے۔

اب ڈیانا کا دل اس بری طرح دھڑک رہا تھا کہ اسے لگتا تھا، وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ فرار ہونے کا کوئی راستہ نظر آئے۔ لیکن کہیں کوئی راستہ نہیں تھا اور وہ یہاں کتنی دیر بیٹھ سکتی تھی۔ بالآخر اٹھنا تو تھا اور وہ اس کے منتظر تھے۔

اس نے موبائل فون استعمال کرنے کا سوچا۔ مگر یہاں اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔ اس نے سوچا۔ مگر کیسے؟

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس کی نظر اکیلے بیٹھے پرکشش آدمی پر پڑی۔ وہ اب کافی کے گھونٹ لے رہا تھا۔

ڈیانا اسے دیکھ کر مسکرائی ''شام بخیر'' وہ بولی۔

اس آدمی نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔ ''شام بخیر فراؤلین''۔

(جاری ہے)

ڈیانا نے لگاوٹ بھرے انداز میں کہا۔'' میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ اور میں دونوں اکیلے ہیں۔''

''جی ہاں۔''

''تو یہاں آجایئے نا۔''

وہ شخص ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر مسکرایا۔'' جی ضرور''۔ اس نے کہا اور اٹھ کر ڈیانا کی میز پر چلا آیا۔

'' اکیلے کھانا کھانے میں کیا مزہ؟'' ڈیانا بولی۔

'' آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''

ڈیانا نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔'' میں ڈیانا اسٹیونز ہوں۔''

'' اور میں گریگ ہالیڈے۔''

............x............

پیرس۔فرانس

کیلی ہیرس کو سام میڈو زوالے تجربے نے دہلا دیا تھا۔ دیر تک وہ سڑکوں پر پھرتی رہی۔ بار بار وہ پلٹ کر دیکھتی کہ کہیں اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف خوف زدہ ہونے کے باوجود وہ معاملات نمٹائے بغیر پیرس سے نکلنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

رات گزر گئی۔ صبح صادق کے قریب اس نے ایک چھوٹے سے کیفے میں کافی پی۔ پھر اپنے مسئلے کا حل اسے غیر متوقع طور پر سوجھا۔ مارک کی سیکریٹری! وہ مارک پر جان چھڑکتی تھی۔ وہ اس کی ہر ممکن مدد کرے گی۔

صبح نو بجے اس نے ایک فون بوتھ سے اسے کال کیا۔ آپریٹر نے فرانسیسی لہجے میں جواب دیا۔'' کنگسلے انٹرنیشنل گروپ۔''

'' مجھے یونی ریانس سے بات کرنی ہے۔''

'' ہولڈ آن پلیز۔''

چند لمحے بعد کیلی کو یونی کی آواز سنائی دی۔'' یونی ریانس''

'' یونی...... میں کیلی ہیرس بات کر رہی ہوں......''

دوسری طرف لہجے میں گھبراہٹ در آئی۔'' اوہ مسز ہیرس......''

مین ہٹن...... نیویارک

ٹینر کنگسلے کے دفتر میں نیلا بلب روشن ہوگیا تھا۔ ٹینر نے ریسیور اٹھایا اور پیرس میں ہونے والی گفتگو سننے لگا۔

'' مسٹر ہیرس کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس پر مجھے بہت دکھ ہے مسز ہیرس۔''

'' یونی، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ آج لنچ پر کہیں مل سکتی ہو؟''

'' جی...... کیوں نہیں۔''

'' کسی پبلک پلیس پر۔''

'' بارہ بجے لی سیل ڈی پیرس پر ملیے۔''

'' ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گی۔''

ٹینر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ ٹھیک ہے بے بی۔ اپنا آخری لنچ کر لو۔ وہ بڑبڑایا۔ پھر اس نے ایک مقفل دراز کھولی۔ اس میں ایک سنہری ٹیلی فون تھا۔ اس کے ریسیور اٹھاتے ہی دوسری طرف سے آواز ابھری۔'' مورننگ ٹینر یہ

'' گڈ نیوز۔ دونوں مل گئی ہیں۔''

وہ چند لمحے سنتا رہا۔ پھر سر ہلاتے ہوئے بولا۔'' وقت توقع سے زیادہ لگا ہے۔ لیکن خیر، اب ہم آگے بڑھ سکیں گے۔ جو تم محسوس کر رہی ہو، میں بھی وہی محسوس کر رہا ہوں۔ گڈ بائی ڈارلنگ۔''

پیرس......فرانس

لی سیل اسٹیل اور شیشے کا بنا 690 فٹ اونچا مینار تھا۔ وہاں بے شمار آفس تھے اور وہ ایک معروف اور بارونق عمارت تھی۔

56 ویں منزل پر بار اور ریسٹورنٹ تھا۔ وہاں پہلے کیلی پہنچی۔ یونی پندرہ منٹ بعد آئی۔ وہ بار بار معذرت کر رہی تھی۔

کیلی اس سے صرف چند ہی بار ملی تھی۔ لیکن وہ اسے اچھی طرح یاد تھی۔ یونی منحنی سی خاتون تھی۔ مارک ہمیشہ اس کی مستعدی کا ذکر کرتا تھا۔'' تم آ گئیں یونی، میں تمہاری شکر گزار ہوں۔'' کیلی نے کہا۔

'' مسٹر ہیرس شاندار آدمی تھے۔ میں ان کی خاطر کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ آفس میں سبھی ان سے محبت کرتے تھے۔ جو کچھ ہوا۔ اس پر کسی کو بھی تو یقین نہیں آیا۔''

'' میں اسی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں یونی۔ تم پانچ سال سے میرے شوہر کے ساتھ تھیں۔''

'' جی۔''

'' اور تم اسے پوری طرح جانتی تھیں۔ سمجھتی تھیں۔''

'' جی بالکل۔''

'' آخری چند مہینوں میں تمہیں کوئی غیر معمولی بات، کوئی عجیب تبدیلی نظر آئی تھی اس میں؟''

(جاری ہے)

دجال

یونی اس سے نظریں چرانے لگی۔ ''میں یقین سے نہیں کہہ سکتی...... میرا مطلب ہے......

''کیسی ہی بات ہو، مجھے سچ سچ بتا دو۔'' کیلی نے بے حد خلوص سے کہا۔ ''اس سے مجھے یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ درحقیقت ہوا کیا تھا۔ اچھا، یہ بتاؤ، اس نے کبھی تم سے اولنگا کے بارے میں بات کی تھی؟''

یونی نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''کون اولنگا؟ نہیں تو۔''

''تمہیں اولنگا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں؟''

''بالکل نہیں۔''

کیلی کو ناقابل بیان سکون کا احساس ہوا۔ ''یونی...... کوئی ایسی بات ہے، جو تم مجھے نہیں بتا رہی ہو؟''

''جی، وہ......''

اسی وقت ویٹر ان کی میز پر آ گیا۔ یونی نے اسے آرڈر نوٹ کرا دیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد کیلی پھر یونی کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''ہاں تو تم کیا کہہ رہی تھیں۔''

''اپنی موت سے چند روز پہلے مسٹر ہیرس بہت نروس تھے۔ انہوں نے واشنگٹن ڈی سی کی فلائٹ پر مجھ سے سیٹ بھی ریزرو کرائی تھی۔''

''وہ تو مجھے معلوم ہے۔ میرے خیال میں وہ معمول کا بزنس ٹرپ تھا۔''

''نہیں۔ میرے خیال میں وہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ مسٹر ہیرس کے انداز سے لگتا تھا کہ معاملہ بہت ارجنٹ ہے۔''

''تمہیں معاملے کی نوعیت کے بارے میں کچھ اندازہ ہے؟''

''نہیں، بالکل بھی نہیں۔ اچانک ہی وہ بہت رازداری سے کام لینے لگے تھے۔''

اگلے ایک گھنٹے تک کیلی یونی سے سوال کرتی رہی۔ مگر وہ اس سے اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کر سکی کہ آخری دنوں میں مارک کو کچھ اہم کالز موصول ہوئی تھیں۔

کھانے کے بعد کیلی نے کہا۔ ''یونی، میں چاہتی ہوں کہ اس ملاقات کے بارے میں کسی کو پتا نہ چلے۔''

''آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں مسز ہیرس۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔'' یونی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''اب مجھے کام پر جانا ہے۔'' اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ '' حالانکہ اب کے آئی جی میں میرا دل نہیں لگتا۔ اب وہ بات کہاں۔''

''شکریہ یونی۔''

اب کیلی سوچ رہی تھی کہ مارک واشنگٹن میں کس سے ملنے والا تھا اور برلن، ڈینور اور نیویارک سے کن لوگوں نے مارک کو کالز کی تھیں اور ان کے درمیان کیا بات ہوئی تھی۔

کیلی لفٹ کے ذریعے لابی میں آئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب ڈیانا کو فون کر کے معلوم کرے کہ اسے بھی کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں یا نہیں، ممکن ہے......

اسی لمحے اس کی چھٹی حس نے اسے خبردار کر دیا۔ وہ اب داخلی دروازے کے قریب تھی کہ اس کی نظر ان پر پڑی۔ وہ دو لمبے تڑنگے مرد تھے اور دروازے کی دونوں جانب کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر خوفناک مسکراہٹ مچلنے لگی۔ پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ کیلی نے سوچا، کیا یونی نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ بہرحال فی الوقت اس سے زیادہ اہمیت یہاں سے بچ نکلنے کی تھی۔ جہاں تک اسے معلوم تھا، باہر نکلنے کا دوسرا کوئی دروازہ نہیں تھا۔

اب وہ دونوں لوگوں کی بھیڑ میں جگہ بناتے، لوگوں کو دھرادھر دھکیلتے کیلی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کیلی نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ دیوار سے چپک گئی۔ اس کا ہاتھ دیوار کے ساتھ کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نے اس چیز کی طرف دیکھا۔ دونوں خطرناک آدمی خاصا قریب آ گئے تھے۔ کیلی نے وہ چھوٹا ہتھوڑا اٹھایا اور دیوار میں نصب فائر الارم یونٹ پر دے مارا۔ شیشہ ٹوٹا اور الارم کی آواز پوری عمارت میں گونجنے لگی۔

''آگ...... آگ......'' کیلی چلانے لگی۔

لابی میں افراتفری مچ گئی۔ لوگ گھبرا کر دفاتر سے بھاگ کر نکلنے لگے۔ دکانوں اور ریستورانوں سے نکلنے والے الگ تھے۔ اور وہ سب کے سب دروازے کی طرف لپک رہے تھے۔ چند لمحوں میں لابی میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں رہی۔ دونوں خطرناک آدمی اس ہجوم میں کیلی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جبکہ کیلی جھک کر ہجوم میں جگہ بناتی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور جب وہ دونوں وہاں پہنچے، جہاں انہوں نے کیلی کو آخری بار دیکھا تھا تو وہ غائب ہو چکی تھی۔

............x............

برلن۔ جرمنی

''میں ایک دوست کا انتظار کر رہی تھی۔'' ڈیانا نے گریگ ہالیڈے کو بتایا۔ ''مگر لگتا ہے کہ اب وہ نہیں آئے گی۔''

''یہ تو برا ہوا تمہارے ساتھ۔ تم برلن کس سلسلے میں آئی ہو...... تفریح...... سیاحت؟''

''جی ہاں۔''

''یہ بہت خوب صورت شہر ہے۔ میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں۔ ورنہ تمہیں شہر کی سیر کراتا۔ خیر، یہاں گائیڈز کی کمی نہیں، میں تمہیں کسی سے ملوا دوں گا۔''

''بہت شکریہ۔'' ڈیانا نے بے خیالی سے کہا۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دونوں بدمعاش باہر جا رہے تھے۔ شاید وہ باہر اس کا انتظار کریں گے۔ اب اسے کچھ کرنا تھا۔

''درحقیقت میں یہاں ایک گروپ کے ساتھ آئی ہوں۔'' ڈیانا نے کہا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''وہ میرے منتظر ہوں گے۔ آپ کو زحمت تو ہو گی۔ لیکن اگر آپ مجھے ٹیکسی دلا دیں تو......''

''ضرور، کیوں نہیں۔''

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 133

علیم الحق حقی

چند لمحے بعد وہ دونوں باہر جا رہے تھے۔ ڈیانا پر سکون تھی۔ اگر وہ اکیلی ہوتی تو وہ دونوں یقیناً اس پر حملہ کرتے۔ لیکن اس شخص کی موجودگی میں وہ یہ جرأت نہیں کریں گے۔

وہ باہر نکلے تو دونوں بدمعاش کہیں نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ ریسٹورنٹ کے سامنے ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ اس کے پیچھے ایک مرسڈیز بھی۔

''مسٹر ہالیڈے، آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہے......''

ہالیڈے مسکرایا اور اس نے اتنی سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کی سانسیں رکنے لگیں۔

ڈیانا نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''یہ کیا......''

''ٹیکسی کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ، کار میں چلیں'' ہالیڈے نے نرم لہجے میں کہا اور اسے مرسڈیز کی طرف کھینچنے لگا۔ اس کی گرفت اب بھی بہت سخت تھی۔

''نہیں۔ میں اسے مناسب نہیں......''

مگر وہ اسے کھینچتا رہا۔ پھر ڈیانا کو مرسڈیز میں وہ دونوں بدمعاش بیٹھے نظر آئے۔ اب ڈیانا سمجھی کہ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا تھا۔ اب تو وہ خوف سے بے حال ہو گئی۔

''پلیز...... مجھے چھوڑ دو......''

مگر ہالیڈے نے اسے کار میں بٹھا دیا اور خود بھی اس کے برابر بیٹھ گیا۔

گاڑی بھاری ٹریفک میں شامل ہو گئی۔ ڈیانا کی کیفیت ہسٹیریائی تھی۔ ''سنو پلیز......''

''پرسکون ہو جاؤ'' گریگ ہالیڈے نے نرم لہجے میں اسے تسلی دی۔ ''میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ میرا وعدہ ہے کہ کل تمہیں تمہارے گھر بھجوا دوں گا۔'' اس نے ڈرائیور کی سیٹ کے پچھلے حصے سے منسلک کپڑے کے تھیلے سے ایک ہائپوڈرمک سوئی نکالی۔

''میں تمہارے ایک انجکشن لگاؤں گا۔ یہ بے ضرر ہے۔ بس دو ایک گھنٹے کیلئے سو جاؤ گی۔'' اس نے ڈیانا کی کلائی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''ارے مردود'' اچانک ڈرائیور چلایا۔ گاڑی کے سامنے اچانک ہی ایک آدمی آ گیا تھا۔ اسے بچانے کیلئے ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک لگایا۔ اس کے نتیجے میں ہالیڈے کا سر ہیڈ ریسٹ کے آہنی فریم ورک سے ٹکرایا۔ اسے چکر آنے لگے'' یہ کیا حماقت......''

وہ ڈرائیور پر چلایا۔ ڈیانا نے جبلی طور پر ہالیڈے کا سرنج والا ہاتھ تھام کر موڑ دیا۔ سرنج ہالیڈے کے جسم میں گھس گئی۔

ہالیڈے نے سر گھما کر ڈیانا کو دیکھا اور حلق کے بل چلایا ''نہیں'' اس کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔

چند لمحوں میں ہالیڈے کا جسم تشنج کا شکار ہو گیا۔ اسے جھٹکے لگنے لگے۔ پھر اس کا جسم اکڑنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ختم ہو گیا۔

اگلی سیٹ پر بیٹھے دونوں آدمیوں نے پلٹ کر دیکھا۔ مگر اتنی دیر میں ڈیانا کار سے اتر کر مخالف سمت میں جانے والی ٹیکسی میں بیٹھ چکی تھی۔

............x............

وہ خبر سننے کے بعد سے انٹونیو کیلئے سکون کا کوئی لمحہ نہیں تھا۔ وہ ان سب سے محبت کرتا تھا۔ خاص طور پر میتھیوز سے، جسے وہ تیس سال سے جانتا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مر چکے ہیں۔

ابتدا میں وہ دکھ تھا۔ مگر پھر بتدریج دکھ غصے میں تبدیل ہوتا گیا۔ پھر وہ شدید غصہ بتدریج ڈیمین تھورن کیلئے شدید ترین نفرت میں ڈھل گیا۔ اگر وہ اسے مل جاتا اور اس کے رحم و کرم پر بھی ہوتا تو وہ اسے آسانی سے...... ایک زخم سے نہ مرنے دیتا۔ وہ اسے تڑپا تڑپا کر مارتا۔

اپنے بستر پر لیٹا وہ تصور میں ڈیمین تھورن کے جسم کے ٹکڑے کر رہا تھا۔ اسے نتائج کی پروا نہیں تھی۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ خدا اس قتل پر اسے سزا نہیں دے گا۔ بلکہ شاید اسے انعام بھی ملے

وہ نفرت کی اس آگ کو ہوا دیتا رہا۔ اسے احساس تھا کہ یہ ایسی نفرت نہیں، جسے کہیں بھی نکال دیا جائے۔ اسے تو سنبھال کر رکھنا ضروری ہے...... اس کے اصل ہدف کیلئے۔ اسے یہ احساس بھی تھا کہ فادر کے سامنے زبان کھولتے ہوئے اسے محتاط رہنا ہو گا۔ کیونکہ اس نے پہلے دو منصوبوں کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اسٹوڈیو میں جہاں ہر قدم پر محافظ موجود ہوں، حملہ کرنا پاگل پن ہے۔ اور اپنے ہی ایک بھائی کو چارہ بنا کر پیش کرنا بھی اس کے نزدیک حماقت تھا۔ اس طرح انہوں نے ڈیمین تھورن کو منصوبہ بنا کر جوابی حملہ کرنے کا موقع دے رہا تھا۔

لیکن اس کے اعتراضات کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ اب بعد میں اس کی بات درست ثابت ہوئی تو یہ اس کیلئے اور زیادہ اذیت ناک تھا۔ انٹونیو کا گمان تھا کہ تھورن کو بے خبری میں چھاپنا ہو گا۔ اور اس پر حملہ کھلے میں کرنا ہو گا، جیسے درندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 134

اس بار فادر ڈی کارلو نے اس سے اتفاق کیا۔ مگر اب کوئی اور راستہ بھی تو نہیں تھا۔ انٹونیو تو یہی سوچتا رہ گیا کہ کاش فادر نے اس کی بات پہلے ہی سن لی ہوتی۔ انٹونیو اپنے گروپ میں خود کو سب سے بڑا دنیا دار اور عملی انسان سمجھتا تھا۔ وہ ایک کسان کا بیٹا تھا۔ وہ جانوروں سے پیار کرتا تھا۔ لیکن اپنے ساتھیوں کی طرح وہ ان کے معاملے میں جذباتی نہیں تھا۔ وہ درندوں پر انسانوں کی حکمرانی کا قائل تھا۔ اور کسی بڑے کاز کیلئے کسی جانور کی قربانی میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس پر انٹونیو رونے کا قائل نہیں تھا۔

ٹرین مغرب کی طرف سفر کر رہی تھی۔ انٹونیو نے اپنے برابر بیٹھے ساتھی کی طرف دیکھا۔ برادر سائمن نوجوان اور نازک طبع تھا۔ وہ سوتے میں کراہ رہا تھا، جیسے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہو۔ انٹونیو نے اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ بھیگی ہوئی تھی۔ بے چارہ...... حساس لڑکا! انٹونیو کو اس پر ترس آنے لگا۔ خود اس نے کبھی کوئی ڈراؤنا خواب نہیں دیکھا تھا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک بار فادر ڈی کارلو نے وجہ یہ بیان کی تھی کہ وہ قوت متخیلہ سے محروم ہے۔ لیکن ایک پادری اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہے۔

سفر کے دوران انٹونیو اپنے منصوبے کے بارے میں سوچتا اور اس کی نوک پلک درست کرتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ منصوبے کی جزئیات بہت اہم ہیں۔ اسے پرفیکٹ ٹائمنگ کے علاوہ خوش قسمتی کی بھی ضرورت ہوگی۔ دونوں چیزیں یک جا ہو گئیں تو کامیابی کا قوی امکان تھا۔

............x............

معاملہ ابتدا ہی سے آسان تھا۔ گاؤں میں انہیں ایک شراب خانہ مل گیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ مقامی کسانوں سے باتیں کرنے لگے۔ زبان کے معاملے میں البتہ انہیں دشواری پیش آ رہی تھی۔ مقامی لوگوں کی بولی کچھ مختلف تھی۔ بہر حال ایسا بھی نہیں تھا کہ کام ہی نہ چل پائے۔ وہ کھیل، سیاست اور ایسے موضوعات پر باتیں کر رہے تھے، جن کے بارے میں انٹونیو بہت کم جانتا تھا۔ لیکن انٹونیو سامع بہت اچھا تھا۔ شام ہوتے ہوتے اس نے اور سائمن نے کئی دوست بنا لئے تھے۔ رات کو گیسٹ ہاؤس میں بیڈ پر لیٹ کر انٹونیو نے سوچا کہ اگر وہ مذہب کی طرف نہ آ گیا ہوتا تو شاید ایک کامیاب بزنس مین ہوتا۔ کیونکہ اس کا دماغ بہر حال سازشی تھا۔

اگلی صبح وہ ایک کسان کے ساتھ کھیتوں میں چلے گئے۔ اس کسان نے انٹونیو سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ خصوصیت سے لومڑیوں میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔ نہ ہی اس نے یہ سوال کیا کہ اسے شکاری کتے اور گھوڑے کی کیوں ضرورت ہے۔ اس نے سادگی سے اسے یہ بتایا کہ یہ ضرورت کہاں سے پوری ہو سکتی ہے۔ اس علاقے میں لوگ سوالات کرنے کے عادی نہیں تھے۔

وہ کھلے میدان میں کئی میل چلتے رہے۔ وہ جنگل سے گزرے۔ محرابی پل کے ذریعے دوسرے جنگل میں پہنچے اور پھر ایک گھاٹی میں۔ وہاں وہ رکے اور انہوں نے تقریباً سو فٹ نیچے بہتے ہوئے دریا کو دیکھا۔ مگر انٹونیو ستونوں کے سہارے وادی میں کھڑی آبی گزر گاہ کی چھت میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ وہاں ایک چٹانی سل چٹخ گئی تھی اور اس میں سے نیچے گیلی زمین کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اور وہاں داخلی مقام کے قریب واضح نشانات نظر آ رہے تھے۔

............x............

ایک گھنٹے سے لومڑی اپنے بھٹ میں تھی۔ وہ پر سون تھی۔ بلکہ نیم بیداری کے عالم میں تھی۔ اس نے پہلو بدلنے کی کوشش کی۔ وہاں اتنی جگہ نہیں تھی۔ ایک بار اس نے جماہی لی اور اپنی پچھلی ٹانگوں کو جھٹکنے لگی۔

کچھ سننے سے پہلے ہی اس نے خطرے کو سونگھ لیا تھا۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے اور گل مچھے پھڑکنے لگے۔ وہ الٹی اور پیٹ کے بل غار کے دہانے کی طرف بڑھی۔ اوپر کی سمت سے اسے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر غار کے دہانے کے سامنے کوئی رکاوٹ آئی، جس سے غار میں آنے والی روشنی رک گئی۔ پھر کسی کے پنجے چلانے کی آواز آئی۔

شکاری شیر تیر اس پر جھٹا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھی۔ لومڑی نے اچھل کر کتے کی تھوتھنی پر پنجہ مارا، پنجہ لگا بھی۔ مگر لومڑی جانتی تھی کہ اس کا کتے کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔ وہ جارحیت محض دھیان بٹانے کیلئے تھی۔ مگر کتے نے اس کا گلا دبوچنے کیلئے جست لگائی۔ لومڑی کی پچھلی ٹانگیں پھسلیں اور وہ پیچھے کی طرف گری۔ کتے نے دوبارہ چھلانگ لگائی۔ لیکن لومڑی بہت پھرتیلی تھی۔ اس نے جھکائی دی اور تیزی سے روشنی کی سمت لپکی۔

(جاری ہے)

دجال

 علیم الحق حقی

مگر وہ کسی چیز سے ٹکرائی اور بری طرح گھبرا گئی۔ کیونکہ اب بھاگنے کی کوشش بے سود تھی۔ وہ آگے نہیں جاسکتی تھی۔ اس نے پلٹنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا۔ وہ کسی بھی طرف حرکت کرنے کے قابل نہیں تھی...... نہ آگے نہ پیچھے......

سائمن بہت تیز ثابت ہوا، اس نے لومڑی کے پنجرے میں گھستے ہی پنجرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اس نے کتے کو نظر انداز کر دیا، جو ابھی پلٹ کر آیا تھا۔

لومڑی نے جہاں پنجہ مارا تھا، وہاں اس کی تھوتھنی سے خون نکل رہا تھا، وہ تکلیف سے چلا رہا تھا۔

انٹونیو نے جو گھوڑے پر سوار تھا، فاتحانہ انداز میں جھکتے ہوئے پنجرے کو اٹھالیا۔

............x............

ایک گھنٹے بعد دیہی حویلی کے باہر شکار کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ سواروں نے میٹھی شراب پی اور خالی جام ملازموں کو تھما دیے۔ فضا میں کتوں اور گھوڑوں کی سانسیں گونج رہی تھیں۔ کتے اور گھوڑے دونوں تفریح کیلئے بے تاب ہو رہے تھے۔

کیٹ وہاں موجود تھی۔ وہ پیٹر کا کوٹ جھاڑ رہی تھی۔ پیٹر بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ لیکن اسے احساس تھا کہ اس کی توجہ کی وجہ سے پیٹر چڑ رہا ہے۔ اس وقت وہ شکاری تھا...... ایک مرد! اور شکاریوں کو اپنی ماؤں کی نگہداشت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس کے چڑچڑے پن کو محسوس کر کے کیٹ پیچھے ہٹ آئی۔ پیٹر آگے بڑھا اور شکاریوں میں گھل مل گیا۔

کیٹ کو خوف بھی محسوس ہو رہا تھا اور وہ اسے چھپانے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ کچھ بھی ہو، پیٹر ابھی بچہ ہی تھا۔ اور شکار مردوں کا کھیل تھا، جو جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا تھا۔ لوگ گھوڑوں سے گر ہی جاتے ہیں۔ اور سر کے بل گریں تو...... اس نے خیالات کی یورش سے بچنے کیلئے سر جھٹکا۔ ایک گھوڑے کی زوردار ہنہناہٹ نے اسے سر گھما کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ ڈیمین ایک بہت خوبصورت مشکی گھوڑے پر سوار باہر آیا۔ اس کی باگیں کھنچیں اور گھوڑا الف ہو گیا۔ دوسرے گھوڑوں نے بھی اس کے خوف اور بے چینی کو محسوس کر لیا تھا، ان میں سے ایک ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا اور اپنے سوار کو نیچے گرا دیا۔ دوسرے گھوڑے بھی ہنہنانے لگے۔

سب لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ وہ ایک ہی بات کہہ رہے تھے۔ یہ تو عجیب بات ہے۔ یہ گھوڑوں کو بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا۔ عام حالات میں تو یہ بہت پرسکون رہتے ہیں۔

بہر حال ایک سائیس نے چند ہی لمحوں میں ڈیمین کے بھڑکے ہوئے گھوڑے کو رام کر لیا۔ ڈیمین گھوڑے پر بیٹھا تو کیٹ کو وہ کسی ویسٹرن فلم کا اداکار لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ انگریزوں کا گھڑسواری کا اسٹائل انگریزوں سے مختلف ہے۔ فوٹوگرافرز ڈیمین کی تصویریں بنا رہے تھے۔ اخبار میں وہ تصویریں یقیناً بہت اچھی لگیں گی۔

پیٹر کو ٹٹو دیا گیا تھا۔ وہ بڑے پیشہ ورانہ انداز میں اچھل کر اس پر بیٹھا اور کیٹ کو فخریہ نظروں سے دیکھ کر مسکرایا۔

کیٹ اس کی طرف بڑھ گئی۔ ''تم سوزان کے ساتھ رہو...... پیچھے۔ شو بازی کر کے ڈیمین کو متاثر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''جی مما۔'' وہ مسکرایا۔

کیٹ اس مسکراہٹ کو خوب پہچانتی تھی۔ وہ بہلانے والی مسکراہٹ تھی۔ اس مسکراہٹ کے ساتھ تو وہ کوئی بھی وعدہ کر سکتا تھا...... پورا نہ کرنے کی نیت سے۔

''فکر مت کرو پیٹر۔'' سوزان نے تسلی دی۔ ''خون تو تمہیں بہر حال لگے گا ہی۔''

''خون لگے گا ہی کا کیا مطلب؟'' پیٹر نے معصومیت سے ماں کو دیکھا۔

''تم خوب جانتے ہو اس کا مطلب۔''

''نہیں مما۔ سچ مچ مجھے نہیں معلوم۔''

''یہ شکار کی روایت ہے۔''

''کچھ بتائیں تو۔''

''کوئی پہلی بار شکار پر آیا ہو اور لومڑی شکار ہو تو لومڑی کا خون اس کے چہرے پر مل دیا جاتا ہے۔'' کیٹ نے مسکرا کر کہا۔ پھر اس کے رخسار تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ ''اب خوش؟''

پیٹر نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور دانت نکال دیے۔

اسی وقت ایک ہارن بجا۔ پیٹر نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ روانگی کا اعلان تھا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 136

’’اپنا خیال رکھنا۔‘‘ کیٹ نے کہا۔

’’آپ ہمیشہ میرے لئے فکرمند کیوں رہتی ہیں؟‘‘

’’کیوں میں تم سے محبت کرتی ہوں......‘‘

پیٹر نے اپنے ٹٹو کو ایڑھ لگادی......

’’اور کیونکہ میرے پاس تمہارے سوا کچھ بھی تو نہیں ہے۔‘‘ کیٹ نے اس کی پیٹ دیکھتے ہوئے جملہ مکمل کیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے گھڑسوار اور کتے میدان میں دور نکل گئے۔

وہ ایک پہاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سب سے آگے ماسٹر تھا اور اس کے پیچھے ڈیمین۔ شکاریوں کی کل تعداد 25 تھی۔ پیٹر سوزان کے ساتھ اور سب سے پیچھے تھا۔ ماسٹر آگے جنگل کی طرف اشارہ کررہا تھا، جو کوئی چوتھائی میل دور تھا۔ کتے آگے آگے تھے اور اب پہاڑی سے اتر کر جنگل کی طرف دوڑ رہے تھے۔ ان کی ناکیں زمین کو تقریباً چھو رہی تھیں۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔

جنگل کے کنارے وہ رک گئے۔ کچھ شکاری پرسکون تھے۔ مگر کچھ زیادہ ہی بے تاب ہو رہے تھے۔ کتوں نے سر اٹھائے اور فضا میں جیسے کچھ سونگھنے لگے۔ پھر ان کے بھونکنے کی آواز نے خاموشی کا سینہ چیر دیا۔ پھر ماسٹر نے بگل بجایا اور اس کے ساتھ ہی کتے پھر دوڑنے لگے۔ شکاری بھی جنگل میں داخل ہوگئے۔ ڈیمین سب سے آگے تھا۔

جیسے جیسے جنگل گھا ہوتا گیا، گھوڑوں کی رفتار کم کردی گئی۔ اسی لمحے ڈیمین نے ایک چیخ سنی اور پلٹ کر دیکھا۔ ایک سوار گھوڑے سے گر گیا تھا۔ ڈیمین نے تشویش سے پیٹر کو دیکھا۔ اسے خیریت میں دیکھ کر وہ مسکرایا۔ پیٹر کا ٹٹو جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔

لومڑی کو سب سے پہلے ڈیمین نے دیکھا۔ اس کی آنکھیں سکڑ گئیں اور نتھنے پھڑکنے لگے۔ اس کے حلق سے ایک آواز سی نکلی۔ لیکن اس نے کہا کچھ نہیں۔ آداب کا تقاضا تھا کہ ماسٹر خود لومڑی کو دیکھے۔ اسے بتانا مناسب نہیں تھا۔

چند سیکنڈ بعد ماسٹر نے لومڑی کو دیکھا، چیخ کراس کا اعلان کیا اور اپنے گھوڑے کو جنگل کے گھنے حصے کی طرف دوڑا دیا۔ کتے پہلے ہی لومڑی کے پیچھے لگ گئے تھے۔

ڈیمین نے اپنے گھوڑے کے ایڑھ لگادی۔ جلد ہی وہ ماسٹر سے بھی آگے نکل گیا۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ سے چمٹا ہوا تھا اور اس کے بھنچے ہوئے ہونٹوں پر غراہٹ تھی۔ ایک منٹ میں وہ کتوں تک جا پہنچا۔ کتوں نے پلٹ کر اسے دیکھا، چند لمحے اس کی بو سونگھی اور پھر دوبارہ شکار کی طرف متوجہ ہوگئے۔

اس کے عقب میں آنے والے دل ہی دل میں اس کی ماہرانہ گھڑسواری کو سراہ رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اتنے بھاری بھرکم گھوڑے میں اتنی تیز رفتاری نہیں دیکھی تھی۔

کوئی آدھا میل آگے انٹونیو نے دوربین سے یہ منظر دیکھا اور طمانیت سے مسکرادیا۔ وہ ایک چوبی جنگلے کے پاس کھڑا تھا، جو جنگل کو ملکیت کے اعتبار سے تقسیم کرتا تھا۔ اس نے دوربین آنکھوں سے ہٹائی سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہورہا تھا۔ ڈیمین توقع کے عین مطابق اپنے ساتھیوں سے دور ہوگیا تھا۔ انٹونیو کے منصوبے کا انحصار ہی اس توقع پر تھا کہ ڈیمین تیزی دکھائے گا۔ اس پر اس کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ تاہم ڈیمین اس کی توقع پر پورا اترا تھا۔ ایسا نہ ہوا ہوتا تو اس کا منصوبہ پہلے ہی مرحلے میں ناکام ہوجاتا۔

وہ پلٹا، اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور اس پر سوار ہوگیا۔ شاٹ گن اس کی پشت پر تھی اور زین کے اگلے سرے سے پنجرہ بندھا ہوا تھا۔ پنجرے میں بند لومڑی بار بار غرا رہی تھی۔ لیکن انٹونیو نے اسے کوئی توجہ نہیں دی۔

وہ کوئی سو گز دور درختوں کے اس جھنڈ میں چلا گیا، جسے اس نے خاص طور پر منتخب کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ گھوڑے سے اترا اور اس نے گھوڑے کو باندھ دیا۔ پھر اس نے شاٹ گن کھولی اور اسے کندھے سے لگا کر شست باندھ لی۔

اب وہ گن کی سائٹ سے دیکھ رہا تھا۔ گن کا رخ راستے کی طرف تھا۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ کاش یہ سب کچھ اتنا ہی آسان ثابت ہو، جتنا نظر آرہا ہے۔ لیکن اگر یہ سب کچھ شاٹ گن سے کیا جاسکتا ہوتا تو بلاشبہ کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

اچانک لومڑی آتی نظر آئی۔ شاٹ گن کے ٹریگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ اس نے فائر کیا۔ لومڑی اچھلی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ اسے معلوم تھا کہ اتنے شکاریوں کی موجودگی میں فائر کی طرف کوئی توجہ نہیں دے گا۔ کوئی توجہ دے گا بھی تو یہی سمجھے گا کہ کوئی کسان کوؤں پر فائر کررہا ہے۔

وہ لومڑی کی طرف لپکا اور اسے گھسیٹ کر جھنڈ کی طرف لے آیا۔ مردہ لومڑی کو اس نے جھاڑیوں میں ڈال دیا۔ پھر اس نے زین پر بندھے ہوئے پنجرے کو کھولا اور اسے راستے پر لے گیا۔ چند لمحے وہ کتوں کی قریب آتی آوازیں سنتا رہا۔ وہ تقریباً پہنچ ہی گئے تھے۔ اس نے جلدی سے پنجرے کا دروازہ کھولا۔ لومڑی موقع پاتے ہی پنجرے سے نکلی اور راستے پر بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ خود پنجرہ لے کر جھنڈ میں چلا آیا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 137

علیم الحق حقی

اگلے ہی لمحے اس نے ڈیمین اور شکاری کتوں کو پنجرے سے نکلی ہوئی لومڑی کے تعاقب میں جاتے دیکھا۔ اس نے مردہ لومڑی کو نکالا اور زین کے پچھلے حصے رسی کی مدد سے اس کی دم کو باندھا۔ پھر وہ اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ تاہم اسے امید تھی کہ وہ وقت پر اس راستے پر پہنچ جائے گا، جس پر ڈیمین اور کتے گئے ہیں۔

پھر ہوا بھی یہی۔ وہ ان کے درمیان سے گزر کر گھوڑے کو اس راستے پر مخالف سمت دوڑانے لگا، جدھر سے وہ لوگ آئے تھے۔ کتے لومڑی کی بو پا کر الجھے۔ پھر انہوں نے لومڑی کو دیکھا تو وہ پلٹے اور گھسٹتی ہوئی مردہ لومڑی کا تعاقب کرنے لگے۔ آگے ایک دوراہا تھا۔ اس نے گھوڑے کو سیدھے ہاتھ والے راستے پر ڈال دیا۔ شکاری کتے اب بھی اس کے پیچھے آرہے تھے۔

پھر عقب سے ٹاپوں کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ شکاری بھی اندھا دھند مردہ لومڑی کا تعاقب کر رہے تھے۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ڈیمین آگے نکل چکا ہے۔ انٹونیو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے انہیں تقسیم کر دیا تھا۔

تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس نے رسی کو کھینچا۔ یہاں تک کہ لومڑی کی گردن اس کے ہاتھ میں آگئی۔ راستہ اب درختوں کے درمیان سے ہو کر پہاڑ سے گرنے والے ایک جھرنے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دونوں طرف ڈھلوانیں تھیں۔ ایک جانب ایک متروک پون چکی تھی۔ اس نے لومڑی کو رسی کی گرفت سے آزاد کیا اور اسے پون چکی کی سمت اچھال دیا۔ مردہ لومڑی تیس فٹ نیچے جا گری۔

انٹونیو کو خوشی تھی۔ ایک راہب سے کوئی اتنی محنت اور طاقت کے کام کی امید نہیں کر سکتا، جو اس نے اتنی آسانی سے کر دکھایا تھا۔ لیکن اس کے پاس خوش ہونے میں ضائع کرنے کیلئے وقت نہیں تھا۔ اس کے منصوبے میں ایک ایک سیکنڈ کی اہمیت تھی۔ اسے بروقت کہیں پہنچنا تھا......

ڈیمین گھوڑے کی پشت سے چپکا اسے تیز سے تیز تر دوڑا رہا تھا۔ لومڑی اب اسے نظر آرہی تھی۔ لیکن وہ اس کی تیز رفتاری پر حیران تھا۔ اتنی دیر دوڑائے جانے کے باوجود لومڑی تازہ دم تھی۔ بلکہ اس وقت وہ اس سے زیادہ تیز دوڑ رہی تھی، جتنا کہ ابتدا میں دوڑی تھی۔

جنگل اب چھدرا ہوتا جا رہا تھا۔ سامنے دریا والی گھاٹی نظر آرہی تھی اور اس کے اوپر والا محرابی پل۔ لومڑی کا رخ اسی طرف تھا۔ پھر وہ پل پر چڑھ گئی۔

ڈیمین نے گھوڑے پر دباؤ اور بڑھا دیا۔ پل کے پار کھلا میدان تھا۔ وہاں کوئی آڑ نہیں تھی اور وہ لومڑی کو بہ آسانی شکار کر سکتا تھا۔

وہ پل پر پہنچا۔ فاصلہ اب بھی اتنا ہی تھا۔ لومڑی پل پار کرنے سے پہلے ایک لمحے کو رکی اور اگلے ہی لمحے وہ غائب ہو گئی۔ وہاں یقیناً کوئی غار ہو گا۔ اس نے باگیں کھینچیں اور گھوڑے سے اتر گیا۔ آگے دوڑنے والے شکاری کتے بھٹ پر کھڑے غرا رہے تھے، جیسے شکار نکل جانے پر افسوس کر رہے ہوں۔

ڈیمین گھوڑے سے اترا اور سانس درست کرنے لگا۔ اس نے سر سے ہیٹ اتار کر چہرے سے پسینہ پونچھا۔ یقیناً وہ ایک ناکام دن تھا۔ وہ جھک کر بیٹھا اور کتوں کو دیکھنے لگا جو بری طرح بھونک رہے تھے اور جب اس نے سر اٹھایا تو ایک شخص کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ ایک جوان راہب تھا اور اس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ وہ سیدھا کھڑا ہوا اور اپنی طرف بڑھتے ہوئے راہب کو گھورنے لگا۔ راہب نے پل پر قدم رکھنے کے بعد پلٹ کر پل کے دروازے کو بند کر دیا۔

پھر اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے دوسرا راہب نظر آیا۔ وہ ادھیڑ عمر تھا اور گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی خنجر تھا۔ اس نے جھک کر پل کے دوسری طرف کے دروازے کو بلند کر دیا۔

ڈیمین کا جسم تن گیا۔ گویا انہوں نے دونوں طرف سے اسے گھیر لیا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ہوا کیسے، انہیں کیسے معلوم تھا کہ لومڑی اسی طرف آئے گی۔ یہ تو منصوبہ معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن منصوبے میں جانور کہاں شریک ہوتے ہیں؟ بہر حال، یہ ان سوالوں پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

وہ دونوں طرف سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے...... سامنے سے بھی اور پیچھے سے بھی۔

اس نے کتوں کی طرف دیکھا، جو لومڑی کے بھٹ میں گھسنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ غار کا دہانہ ان کے حساب سے بہت تنگ تھا۔ اس نے پھر سر اٹھا کر دیکھا۔ ادھیڑ عمر راہب کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ اب اس سے کوئی دس گز دور تھا۔

ڈیمین نے اپنی توجہ ادھیڑ عمر راہب کے گھوڑے پر مرکوز کر دی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی پوری شیطانی قوت اپنی آنکھوں میں مرتکز کر لی تھی اور وہ تصور کر رہا تھا...... تصور میں گیدڑوں کو ایک گھوڑے کا تعاقب کرتے، اس کی ٹانگوں سے لپٹتے، انہیں بھنجھوڑتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے پچھلے حصے میں دانت گاڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ گھوڑا گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ پھر اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب وہ بھاگ نہیں سکتا تھا اور گیدڑ اب اس کا پیٹ پھاڑ رہے تھے...... اس کی آنتیں چبا رہے تھے۔ گھوڑا چیخ رہا تھا...... اپنی بے نور ہوتی آنکھوں سے خود کو جیتے جی کھائے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

گھوڑا اچانک رک گیا۔ انٹونیو اسے آگے بڑھانے کے لئے اس کے پیٹ پر گھٹنے مار رہا تھا۔ لیکن گھوڑے کو جیسے کچھ خبر ہی نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر ڈیمین کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس نگاہ سے کہیں پناہ نہیں تھی۔

پھر بالکل غیر متوقع طور پر گھوڑا اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتے ہوئے جھٹکے سے پیچھے کو ہٹا۔ انٹونیو توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اچھل کر پل کی ریلنگ کے اوپر گرا۔ صرف ایک لمحے کو وہ ادھر ادھر ڈولا۔ مگر پھر پل کی دوسری طرف لڑھک گیا۔ وہ کچھ پکڑنے کو ہاتھ چلاتا رہا۔ لیکن ہوا گرفت میں کہاں آتی ہے۔ فضا میں اس کی چیخ گونجی اور پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ڈیمین تیزی سے پلٹا۔ دوسرا راہب اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر ٹھٹھک گیا تھا۔ اس کا چہرہ خوف سے سپید پڑ گیا تھا اور وہ ریلنگ کے نیچے گھائی میں دیکھ رہا تھا۔ انٹونیو کی چیخ دم توڑ چکی تھی۔ پھر وہ ڈیمین کی طرف پلٹا اور خنجر لئے شکاری کتوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں ذرا بھی لرزش نہیں تھی۔

ڈیمین اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ البتہ اس کی نگاہ سب سے جسیم کتے پر مرکوز ہو گئی تھی۔ اب وہ پھر ارتکاز سے کام لے رہا تھا۔ لیکن اس بار اس کا تصور پچھلے سے مختلف تھا۔

کتے نے جھرجھری لی اور ڈیمین کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر اس کا سر ایک طرف جھکا اور آنکھیں سکڑنے لگیں۔ ایک لمحے کو وہ ساکت کھڑا رہا۔ پھر وہ پلٹا۔ سائمن اس وقت اس سے صرف ایک گز دور تھا۔ ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بغیر کتا سائمن کے نرخرے پر جھپٹا۔ نرخرہ تو بچ گیا لیکن اس کے دانت سائمن کے کندھے میں اتر گئے، سائمن کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور اپنے کندھے سے بہنے والے خون کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے کندھے کو چھوا۔ ایک لمحے کو جیسے ہر چیز ساکت ہو گئی۔ ڈیمین، سائمن اور شکاری کتا، تینوں جیسے بت بن گئے تھے۔ پھر ایک اور کتا عقب سے سائمن پر جھپٹا۔ اس نے سائمن کی گدی میں دانت گاڑ دیئے تھے۔ سائمن لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ کتا اس کے اور ریلنگ کے درمیان دب کر چلایا۔ مگر اسی لمحے تیسرا اور فوراً ہی چوتھا کتا اس پر حملہ آور ہو گئے۔ سائمن بری طرح ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔ مگر دوسرے کتے بھی اس پر جھپٹ پڑے تھے۔

ڈیمین گھڑی دیکھ رہا تھا، کتوں اور سائمن کے درمیان جدوجہد ڈیڑھ منٹ کی تھی، پھر سائمن کے حلق سے خون کا فوارہ بلند ہوا اور کتوں کی دعوت شروع ہو گئی۔

......×......

حویلی کے باہر پیٹر کیٹ سے کہہ رہا تھا۔ ''ڈیمین کسی اور لومڑی کے پیچھے گئے ہوں گے، ہماری والی لومڑی تو آبشار میں گر گئی تھی۔''

کیٹ نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''اچھا ہی ہوا۔ ورنہ بے چاری کی تکا بوٹی ہو جاتی۔''

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

پیٹر ہنس دیا۔ کیٹ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اسی وقت پیٹر نے انگلی سے اشارہ کیا۔ کیٹ نے اشارے کی سمت دیکھا۔ ڈیمین گھوڑے پر سوار ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے کتے تھے۔ ان سبھوں کی تھوتھنیاں خون میں لتھڑی ہوئی تھیں۔

پیٹر نے اپنے ٹٹو کا رخ ڈیمین کی طرف کر دیا اور اسے دھیمی رفتار سے بڑھایا۔ فاصلہ کم ہونے پر اس نے ڈیمین سے کہا۔ ''آپ نے بھی لومڑی پکڑ لی؟''

''لیکن کتوں نے اس کی کوئی نشانی بھی نہیں چھوڑی۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''بہر حال میں نے کچھ خون تمہارے لئے بچا لیا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے جیب سے خون میں تر ایک رومال نکالا۔

''آپ مجھے خون لگائیں گے؟''

''کیوں نہیں۔'' ڈیمین نے جھک کر خون آلود رومال پیٹر کے رخسار سے رگڑ دیا۔ پیٹر نے اپنے رخسار کو چھوا اور پھر خون آلود انگلیوں کو ہونٹوں سے لگا لیا۔

سو گز دور سے کیٹ انہی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے پیٹر کا خون کو ہونٹوں پر لگانا پسند نہیں آیا، اسے ان دونوں کی قربت بھی اچھی نہیں لگی۔

..................x..................

موبائل فون کی آواز نے کیلی کو چونکا دیا، اس نے محتاط انداز میں فون ریسیو کیا۔ ''ہیلو؟''

''ہائی کیلی۔''

''ڈیانا! کہاں ہو تم؟''

''میونخ میں اور تم کہاں ہو؟''

''میں فہری میں ہوں اور ڈوور جا رہی ہوں۔''

''سام میڈوز سے تمہاری ملاقات کیسی رہی؟''

کیلی کے کانوں میں سام کی چیخیں گونجنے لگیں۔ ''اس کے بارے میں ملاقات ہونے پر بتاؤں گی۔ تم سناؤ، کچھ معلوم حاصل ہوئیں تمہیں؟''

''کچھ زیادہ نہیں۔ اب ہمیں آگے کا لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔ ہمارے آپشن ختم ہو رہے ہیں۔ گیری رینالڈز کا جہاز ڈینور کے قریب تباہ ہوا تھا۔ میرا خیال ہے، ہمیں وہاں جانا ہوگا۔ شاید وہی ایک امکان رہ گیا ہے اب۔''

''چلو ٹھیک ہے۔''

''تعزیتی خبر میں لکھا تھا کہ اس کی بہن ڈینور میں رہتی ہے۔ ممکن ہے، اسے کچھ معلوم ہو۔ ایسا کرو، ڈینور میں براؤن پیلس ہوٹل میں ملتے ہیں۔ میری فلائٹ ایک گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔''

''مجھے ہیتھرو سے فلائٹ لینی ہے۔''

''گڈ۔ ہوٹل میں کمرا ہیریٹ بیچر کے نام بک ہوگا۔''

''کیلی......!''

''ہاں...... کیا بات ہے؟''

''بس یونہی...... تم جانتی ہو نا کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں؟''

''ہاں، جانتی ہوں اور میں بھی تم سے یہی کہہ رہی ہوں۔''

..................x..................

ٹینرا اپنے آفس میں اکیلا تھا اور سنہری ٹیلی فون پر بات کر رہا تھا۔ ''...... کیسی خطرناک خبر ہے۔ سام میڈوز کا بہت برا حال ہے...... اور گریگ ہالیڈے مر چکا ہے...... ایک لمحے کو وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ ''منطقی طور پر اب وہ دونوں ڈینور کا رخ کریں گی۔ بلکہ میرے خیال میں ان کیلئے اب وہی آخری امکان رہ گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اب مجھے ذاتی طور پر ان سے نمٹنا ہوگا۔ سچ پوچھو تو میری نظروں میں ان کا مقام بلند ہو گیا ہے۔ وہ قابل احترام ہیں۔ سو اب مجھے خود ان کا معاملہ نمٹانا ہوگا......'' وہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ پھر ہنسنے لگا۔ ''ہاں ضرور...... اچھا گڈ بائی......''

..................☆☆☆..................

اینڈریو اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ اس کے تصور میں دھندلی دھندلی سی متحرک تصویریں تھیں...... اور اس کا ذہن خلاؤں میں تیر رہا تھا۔ اس نے خود کو اسپتال میں بیڈ پر پڑا دیکھا۔ ٹینرا اس سے کہہ رہا تھا۔ تم نے مجھے حیران کر دیا اینڈریو۔ تمہیں تو مر جانا چاہئے تھا۔ اور اب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تمہیں چند دنوں میں چھٹی مل جائے گی۔ خیر...... میں تمہیں کے آئی جی میں آفس دوں گا۔ تاکہ تم دیکھ سکو کہ تمہارے ادارے کو میں کس طرح چلا رہا ہوں۔ تمہیں بہت سمجھایا تھا۔ لیکن تمہاری سمجھ میں تو بات آتی ہی نہیں تھی اب فرد دیکھ لینا۔ میں نے تمہارے کٹھارا ریسرچ گروپ کو کیسے سونے کی کان میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب تم بیٹھ کر دیکھنا اور سیکھنا۔ میں نے سب سے پہلے تو تمہارے خلائی منصوبوں کو ترک کیا ہے۔ اینڈریو...... اینڈریو......

آواز کا حجم بڑھتا جا رہا تھا۔ ''اینڈریو...... کیا تم بہرے ہو گئے ہو؟''

ٹینرا اسے پکار رہا تھا۔ اینڈریو اٹھا اور اپنے بھائی کے دفتر کی طرف چل دیا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 140

ٹیپر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور زہریلے لہجے میں کہا۔ ''کہیں میں تمہارے کام میں مداخلت کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں۔''

''نہیں...... میں تو بس......''

ٹیپر چند لمحے اسے بہت غور سے دیکھتا رہا۔ ''تم سچ مچ کسی کام کے نہیں رہے۔ ہے نا اینڈریو۔ اب نہ تم کچھ بوتے ہو اور نہ ہی کچھ کاٹتے ہو۔ بس تمہارا یہی ایک فائدہ ہے کہ تم سے میں بات تو کر سکتا ہوں۔ مگر اب میں زیادہ عرصے تمہیں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ ڈفر لوگ مجھ سے برداشت نہیں کرتے۔ میں تمہیں کہیں بھجوا دوں گا......''

............☆☆☆............

ڈینور۔ کولاراڈو

کیلی ڈیانا سے پہلے ڈینور پہنچی۔ اس نے فوراً ہی براؤن پیلس ہوٹل کا رخ کیا۔ اس نے ہوٹل کے کلرک سے کہا۔ ''میری ایک دوست بھی آنے والی ہے۔''

''تو آپ کو دو کمرے چاہئیں؟''

''نہیں۔ ایک ڈبل روم دے دیں۔''

............☆☆☆............

ڈیانا نے ایئرپورٹ سے ہوٹل کے لئے ٹیکسی لی۔ ہوٹل میں اس نے کلرک کو اپنا نام بتایا۔

''جی مسز اسٹیونز، مسز بیچر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ روم نمبر 638''

ڈیانا نے یہ سن کر سکون کی سانس لی۔

کیلی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ گرم جوشی سے اس سے لپٹ گئی۔ ''میں نے تمہیں کتنا مس کیا ہے؟'' ڈیانا نے کہا۔

''میں نے بھی۔ سفر کیسا رہا؟''

''خدا کا شکر ہے، کوئی خطرناک واقعہ پیش نہیں آیا۔'' ڈیانا نے اسے غور سے دیکھا۔ ''تمہارے ساتھ پیرس میں کیا ہوا؟''

کیلی نے گہری سانس لی۔ ''میز کنگسلے......'' پھر اس نے ڈیانا کو تفصیل سنائی۔ ''اور تمہارے ساتھ برلن میں کیا معاملہ رہا؟''

''ٹیز کنگسلے......'' ڈیانا نے بھی بے تاثر لہجے میں کہا اور اپنی تفصیل سنا دی۔

کیلی نے میز پر رکھی ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور ڈیانا کے پاس لے آئی۔ ''گیری رینالڈ کی بہن لوئیسا کا نمبر اب بھی ڈائریکٹری میں موجود ہے۔ وہ ماریان اسٹریٹ پر رہتی ہے۔''

''گڈ۔ اب آج تو دیر ہو گئی ہے۔ کل صبح اسے دیکھیں گے۔''

............☆☆☆............

رات کا کھانا انہوں نے کمرے میں کھایا۔ پھر دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ بالآخر ڈیانا نے کہا۔ ''اب نیند آ رہی ہے۔ شب بخیر'' یہ کہہ کر اس نے سوئچ دبایا اور کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔

''نہیں......'' کیلی اچانک چلائی۔ ''روشنی گل مت کرو۔''

ڈیانا نے جلدی سے دوبارہ روشنی کر دی۔ ''سوری کیلی، میں بھول گئی تھی۔''

کیلی اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چند لمحے تو وہ بول ہی نہیں سکی۔ پھر وہ بولی۔ ''کاش...... میں اس خوف پر قابو پا لوں۔''

''فکر مت کرو تحفظ کا احساس ملے گا تو ڈر خود بہ خود ختم ہو جائے گا۔''

............☆☆☆............

اگلی صبح وہ دونوں ہوٹل سے نکلیں تو دروازے کے باہر ٹیکسیوں کی پوری قطار موجود تھی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھیں۔ انہوں نے ڈرائیور کو ماریان اسٹریٹ پر لوئیسا کے گھر کا پتا دیا۔

پندرہ منٹ بعد ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ ''لیجئے...... ہم پہنچ گئے۔''

کیلی اور ڈیانا نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ان کے سامنے ایک ایسا مکان تھا، جو جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔ اس مکان میں کچھ بھی تو نہیں بچا تھا۔ وہ تو بس ایک جھلسا ہوا کھنڈر تھا۔

ڈیانا کی تو سانس بھی رکی جا رہی تھی۔

''کم بختوں نے اسے بھی قتل کر دیا ہو گا۔'' کیلی نے کہا۔ پھر اس نے ڈیانا کو مایوسی سے دیکھا۔ ''اب تو ہمارے پاس ڈور کا کوئی سرا نہیں رہا۔''

ڈیانا سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''نہیں...... ایک آخری امکان اور ہے۔''

............☆☆☆............

ڈینور ایئرپورٹ کے چڑچڑے اور بدمزاج منیجر نے بدمزگی سے کیلی اور ڈیانا کو گھورا۔ ''میں آپ سے سیدھی بات کروں گا۔ اگر آپ دونوں بغیر کسی اتھارٹی کے اس حادثے کی تفتیش کر رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ میں اس ایئر ٹریفک کنٹرولر سے آپ کو پوچھ گچھ کرنے دوں، جو اس حادثے کے وقت ڈیوٹی پر تھا تو میں......''

ڈیانا اور کیلی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''دیکھئے...... ہم یہ امید کر رہی تھیں......''

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 141

علیم الحق حقی

''کیا امید کر رہی تھیں آپ؟''

''یہی کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔''

''میں آپ سے تعاون کیوں کروں؟''

''مسٹر فاؤلر، ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حادثہ تھا۔''

رے فاؤلر نے ان دونوں کو بہت غور سے دیکھا۔ ''بہت دل چسپ۔'' اس نے کہا۔ اس کے انداز سے بھی اب دل چسپی ظاہر ہو رہی تھی۔ ''اس پر تو میں بھی سوچتا رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''کیوں نہ آپ اس سلسلے میں ہاورڈ ملر سے بات کریں۔ وہ اس وقت ایئر کنٹرولر کی حیثیت سے ڈیوٹی پر تھا۔ میں اسے فون کر کے آپ کی آمد کے متعلق بتا دیتا ہوں۔''

''شکریہ...... آپ کی بڑی مہربانی۔'' ڈیانا نے کہا۔

''یہ میں صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ مجھے ایف اے اے کی رپورٹ بوگس لگتی ہے۔ ہم نے جہاز کے ملبے کو اچھی طرح کھنگالا۔ مگر بلیک باکس موجود نہیں تھا۔ ہے نا دل چسپ بات۔ بلیک باکس ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو چکا تھا۔''

............☆☆☆............

ہاورڈ ملر کا مکان ایئر پورٹ سے چھ میل دور تھا۔ وہ چھوٹے قد کا تندرست و توانا آدمی تھا۔ عمر چالیس سے کچھ اوپر ہو گی۔ اس نے دروازہ کھولا اور ان سے کہا۔ ''اندر آ جائیے۔ مجھے رے فاؤلر نے فون کر کے بتایا تھا کہ آپ آ رہی ہیں۔ کہئے میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟''

''ہمیں آپ سے کچھ پوچھ گچھ کرنی ہے مسٹر ملر''۔

''بیٹھ جائیے۔ کافی لیں گی؟''۔

''نہیں...... شکریہ''۔

''آپ گیری رینالڈ کے پلین کریش کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہیں۔''

''جی ہاں۔ کیا وہ حادثہ تھا؟ یا......؟''

ہاورڈ ملر نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''سچی بات یہ ہے کہ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ زندگی میں مجھے کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ گیری رینالڈ نے لینڈ کرنے کی اجازت مانگی۔ ہم نے اسے کلیرنس دے دی۔ وہ صرف دو میل دور تھا کہ اس نے ریڈیو پر طوفان کی اطلاع دی۔ جبکہ ہمارے موسم کا حال بتانے والے مانیٹر کلیئر تھے۔ میں نے محکمۂ موسمیات سے رابطہ کیا۔ مگر اس وقت تو جیسے ہوا تھی ہی نہیں۔ سچ بتاؤں، مجھے لگتا ہے کہ گیری نشے میں تھا۔ بہر حال چند لمحے بعد جہاز پہاڑ سے ٹکرا گیا۔''

''کہتے ہیں کہ ملبے میں سے بلیک باکس برآمد نہیں ہوا۔'' کیلی نے پوچھا۔

''ہاں، یہ سچ ہے اور ہمیں سب کچھ مل گیا۔ لیکن بلیک باکس کا پتا نہیں چلا۔ ایف اے اے والے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بلیک باکس غائب کر دیا۔ ویسے مجھے اس معاملے میں کوئی بڑی گڑبڑ محسوس ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

ڈیانا اور کیلی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ مایوس نظر آ رہی تھیں۔ ''شکریہ مسٹر ملر، ہم نے آپ کا بہت وقت لیا۔''

''ارے نہیں...... ایسی کیا بات ہے۔''

وہ دونوں ملر کے پیچھے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اچانک ملر نے کہا۔ ''مجھے امید ہے کہ گیری کی بہن ٹھیک ٹھاک ہو گی۔''

کیلی ٹھٹک گئی۔ ''کیا...... کیا کہا آپ نے؟''

''تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ بے چاری ہاسپٹل میں ہے۔ آدھی رات کو اس کے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بچے گی یا نہیں۔''

ڈیانا بھی بت بن کر رہ گئی تھی۔ ''ہوا کیا؟''

''فائر ڈیپارٹمنٹ والوں کا خیال ہے کہ شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ لگی۔ لوئیسا بہر حال گھسٹتی ہوئی کسی طرح گھر سے نکل کر لان میں آ گئی تھی۔ لیکن وہ بری طرح جھلس چکی تھی۔''

ڈیانا نے اپنی آواز پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ ''وہ کس ہاسپٹل میں ہے؟''

''یونیورسٹی آف کولاراڈو کے برن سینٹر میں۔''

..................x..................

''سوری۔ مس رینالڈز سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔'' نرس نے کہا۔

''یہ تو بتا دو کہ وہ کس کمرے میں ہے؟''

''مجھے افسوس ہے، میں یہ بھی نہیں بتا سکتی۔''

''یہ بہت ضروری معاملہ ہے۔ ہمیں اس سے ملنا ہے......''

''تحریری اجازت کے بغیر کوئی ان سے نہیں مل سکتا۔'' نرس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

(جاری ہے)

ڈیانا اور کیلی نے ایک دوسرے کو دیکھا" چلیں، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔"

وہ دونوں واپس چل دیں۔" اب کیا کرنا ہے؟" کیلی نے کہا۔" یہ ہمارے لئے آخری امکان ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔"

..................x..................

ایک باوردی قاصد ایک بڑا پارسل لئے استقبالیہ ڈیسک پر آیا۔" یہ پیکٹ لوئیسا رینالڈ کے نام ہے۔"

"لاؤ...... میں دستخط کر کے ریسیو کروں گی۔"

قاصد نے نفی میں سر ہلایا۔" سوری۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ پارسل خاتون کے ہاتھ میں دوں۔ یہ بہت قیمتی ہے۔"

نرس چند لمحے ہچکچائی۔" تو پھر میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

نرس اسے ہال کی طرف لے گئی، کمرا نمبر 391 کے دروازے پر پہنچ کر نرس دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن قاصد نے پارسل اس کی طرف بڑھا دیا۔" لو...... یہ تم ہی اسے دے دو۔"

..................x..................

قاصد نچلی منزل پر پہنچا۔ وہاں کیلی اور ڈیانا بنچ پر اس کی منتظر تھیں۔" کمرا نمبر 391"۔ قاصد نے انہیں بتایا۔

"شکریہ۔" ڈیانا نے شکرگزاری سے کہا اور قاصد کی طرف کچھ نوٹ بڑھائے۔

وہ دونوں تیسری منزل پر گئیں۔ وہاں وہ انتظار کرتی رہیں۔ جب نرس ٹیلی فون پر مصروف ہوگئی تو وہ چپکے سے راہ داری میں داخل ہوگئیں۔ چند لمحے بعد وہ کمرا نمبر 391 میں تھیں۔

لوئیسا رینالڈ بستر پر دراز تھی۔ اس کے جسم سے بے شمار تار اور ٹیوبیں منسلک تھیں۔ جسم پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

ڈیانا نے آہستہ سے کہا۔" مس رینالڈ، میں ڈیانا اسٹیونز ہوں اور یہ کیلی ہیرس ہے۔ ہم دونوں کے خاوند کے آئی جی میں کام کرتے تھے......"

لوئیسا نے آنکھیں کھولیں اور نظر جما کر دیکھنے کی کوشش کی۔ پھر وہ بہ مشکل سرگوشی میں بول پائی۔" کیا......؟"

کیلی نے کہا۔" ہم دونوں کے شوہر کے آئی جی میں کام کرتے تھے اور دونوں مر چکے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا بھائی بھی مر چکا ہے۔ تم اس سلسلے میں کچھ جانتی ہو؟"

لوئیسا نے نفی میں سر ہلانے کی کوشش کی۔" میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ گیری مر چکا ہے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

ڈیانا آگے کی طرف جھکی۔" حادثے سے قبل تمہارے بھائی نے تمہیں کچھ بتایا تھا؟"

"گیری بہت شاندار آدمی تھا۔ اس کا جہاز کریش ہو گیا تھا۔"

"اس نے تمہیں کوئی اہم بات بتائی تھی مرنے سے پہلے؟"

لوئیسا نے آنکھیں بند کر لیں۔

"مس رینالڈ...... پلیز۔ دیکھو، یہ بہت اہم بات ہے۔ تمہارے بھائی نے مرنے سے پہلے تم سے کچھ کہا تھا......؟" ڈیانا اصرار کئے جا رہی تھی۔

لوئیسا نے آنکھیں کھولیں۔ اس کی نگاہوں میں الجھن تھی۔" تم کون ہو؟"

"ہمارا خیال ہے کہ تمہارے بھائی کو قتل کیا گیا تھا۔"

"یہ تو مجھے معلوم ہے......" لوئیسا بڑبڑائی۔

ڈیانا اور کیلی کے جسم میں سرلہری سی دوڑ گئی۔

"کیوں؟" کیلی نے کہا۔

"پرائما کی وجہ سے......" لوئیسا کی آواز محض سرگوشی تھی۔

"پرائما؟" کیلی اور اس کی طرف جھک گئی۔

"گیری نے اپنے مرنے سے چند روز قبل...... مجھے بتایا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ اس مشین کی مدد سے موسم کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ بے چارہ گیری...... وہ چاہتا تھا...... لیکن واشنگٹن نہیں پہنچ پایا......"

"ہاں، وہ سب واشنگٹن جا کر کسی سینیٹر کو پرائما کے بارے میں مطلع کرنا چاہتے تھے۔ گیری کہتا تھا کہ پرائما بری چیز......"

"تمہیں اس سینیٹر کا نام معلوم ہے؟" کیلی نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"یاد کرنے کی کوشش کرو۔"

لوئیسا رینالڈ ذہن پر زور دے رہی تھی۔

"پلیز...... نام یاد کرو......"

"لیون...... نہیں...... لوون...... ہاں، وان لوون۔ وہ عورت ہے۔ وہ واشنگٹن جا کر اس سے ملنے والے تھے......" (جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 143

علیم الحق حقی

اسی وقت دروازہ کھلا اور سفید جیکٹ پہنے، گلے میں اسٹیتھسکوپ ڈالے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ڈیانا اور کیلی کو غصے سے گھورا۔ ''تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ یہاں وزیٹرز کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔''

کیلی نے کہا۔ ''معاف کیجئے۔ دراصل ہم......''

''پلیز......آپ نکل جائیں یہاں سے۔''

ان دونوں نے لوئیسا کو دیکھا، زیرِ لب خدا حافظ کہا اور کمرے سے نکل آئیں۔

وہ شخص ان دونوں کو جاتے دیکھتا رہا۔ ان کے قدموں کی آہٹ دور ہوئی تو اس کے چہرے پر درشتی چھا گئی۔ پھر اس نے تکیہ اٹھایا اور لوئیسا رینالڈ کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھنے لگا۔

..................×..................

کورن وال کی طویل ڈرائیو کے دوران فرینک ہمپز کی کیفیت ہیجانی تھی۔ وہ سب سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ سب سے پہلے وہاں پہنچے، سب سے پہلے اسے دیکھے، اس سے ملے، بات کرے اور اس کے قریب رہے۔ ممکن ہے، اسے سراہا جائے۔ کیونکہ اس کے دم قدم سے تو وہ سب وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ اس مشین کا ایک بہت اہم پرزہ تھا۔ اگر ڈیمین تھورن براہ راست اسے سراہتا تو یہ اس کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہوتی۔

پچھلے تین گھنٹے اس نے اندھیرے میں سفر کیا تھا اور جب وہ وہاں پہنچا تو اسے یہ دیکھ کر سکون ہوا کہ وہاں کوئی کار نہیں ہے۔ وہ سب سے پہلے پہنچا تھا۔ اس نے اپنی کار لاک کی اور کھوہ کی طرف جانے والے راستے پر چل دیا۔ وہ کوئی آدھے میل کا سفر تھا۔ وہ وہاں پہنچا تو موجوں کے ساحل سے ٹکرانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ وہاں پہنچا۔ سمندر چٹان چھجے سے سر ٹکرا رہا تھا۔ وہ تاریک رات تھی۔ آسمان پر کوئی ستارہ بھی نہیں تھا۔ دو جگہ تو وہ پھسلتے پھسلتے بچا۔ وہ گھاٹی میں اترا، جو تین طرف سے بلند و بالا چٹانوں میں گھری ہوئی تھی۔ وہ ہر اعتبار سے ایک اچھا شیطانی مقام تھا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ کنپٹیاں تک دھڑکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو چند ہیولے آتے دکھائی دیئے۔ وہ پہلے آنے والوں میں سے تھے۔ ان کی ٹارچوں کی روشنیاں جگنوؤں جیسی لگ رہی تھیں۔

پہلے وہ تین چار تھے۔ پھر ان کے پیچھے ایک اور گروپ اور پھر دوسرا گروپ نمودار ہوا۔ فرینک کو اپنے اوپر فخر محسوس ہونے لگا۔ اب وہ ان کی درجہ بندی کر کے انہیں کھڑا کر رہا تھا۔ ان سے اپنا تعارف کرا رہا تھا۔

اور اب وقت ہو چکا تھا۔ وہ ساحل پر ایک جوان نرس کے ساتھ کھڑا اگر دو پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ سب سمندر کی جانب دیکھ رہے تھے، جہاں سینکڑوں متحرک سفید نقطے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بگلے تھے۔

''وہ رہا۔'' نرس لیمونٹ نے افق کی سمت اشارہ کیا۔ ہیلی کاپٹر کی پہلے آواز سنائی دی تھی۔ پھر اس کی روشنی نظر آئی۔

فرینک ہمپز کا جسم تن سا گیا۔ ہیلی کاپٹر اسی سمت آ رہا تھا۔ پھر وہ ساحل سے کوئی پچاس گز دور لینڈ کر گیا۔ فرینک آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی اور حکم تھا کہ وہ اپنی جگہ کھڑا رہے۔

ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور وہ نمودار ہوا۔ فرینک ہمپز کی سانسیں رکنے لگیں۔ اسے احساس ہوا کہ نرس لیمونٹ اس کے اور قریب ہو گئی ہے۔ نرس کا ہاتھ اب اس کے ہاتھ کو چھو رہا تھا۔ مگر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نہیں۔

ڈیمین نیچے اتر آیا تھا اور ساکت و صامت کھڑا تھا۔ ہیلی کاپٹر اب پھر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ چھوٹا سا نقطہ بن گیا اور چند لمحوں بعد نظروں سے پوری طرح اوجھل ہو گیا۔

ہر طرف خاموشی تھی۔ ڈیمین چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے۔ ''شیطان کے چیلو، میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''ہم ایک ہی طاقت کو مانتے ہیں...... اور وہ ہے شیطنت اور اس طاقت کا منبع ہے شیطان، جسے جنت سے نکال دیا گیا تھا اور میں ہوں اس کا بیٹا۔''

سامعین ساکت و صامت تھے۔ انہوں نے سانسیں روکی ہوئی تھیں۔

ڈیمین چند لمحے خاموش رہا پھر اس نے پکارا۔ ''تم نے میری بات سنی؟''

تمام مردوں، عورتوں اور بچوں نے ایک آواز میں کہا۔ ''ہم سنتے ہیں اور مانتے ہیں۔''

اچانک ایک چٹانی چھجے پر نصب ایک بہت بڑی لائٹ روشن ہو گئی۔ ہر چہرہ صاف نظر آنے لگا۔ فرینک ہمپز نے نرس کے چہرے کو دیکھا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 144

علیم الحق حقی

فرینک بچز کے ہاتھ پر نرس کی گرفت اور سخت ہوگئی۔اب ان کے جسم بھی جڑ گئے تھے۔

''ناکام ہوگئے تو تمہیں نزارین کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہونا پڑے گا''۔ڈیمین نے چیخ کر کہا۔

سب خاموش تھے۔

''تم نے میری بات سنی؟''۔ڈیمین نے چلا کر پوچھا۔

''ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا''۔

''شیطان کے چیلو،اب کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔نزارین کو قتل کرو۔تب فتح ہماری ہوگی۔سنا تم نے؟''۔

''ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا''۔

ڈیمین ساکت کھڑا تھا۔اب مجمع ایک آواز میں اس کی بات دہرا رہا تھا۔''نزارین کو ختم کردو......نومولود مسیح کو قتل کردو......''۔

چیختے ہوئے فرینک بچز نے نرس لیمونٹ کو گرم جوشی سے لپٹا لیا۔وہ بھی ہوس انگیز انداز میں اس سے لپٹ گئی۔دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے لباس سے الجھے ہوئے تھے۔یہ حال صرف ان دونوں کا نہیں تھا۔وہاں بے شمار مرد اور عورتیں اور مرد اور بچے یہی سب کچھ کر رہے تھے۔شیطنت ننگی ہو کر ناچ رہی تھی۔

اور ہوس کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہر ذی روح کے ہونٹوں پر یہی آواز تھی......ڈیمین......آئی لو یو......

............x............

کیلی اور ڈیانا ہاسپٹل کی لابی میں تھیں۔''تو رچرڈ اور مارک اس لئے واشنگٹن جا رہے تھے......''۔ڈیانا نے کہا۔''سینیٹر وان لوون سے ملنے''۔

''اب ہم اس سے کیسے ملیں؟''۔

''سادہ سی بات ہے''۔ڈیانا نے کہا اور اپنا موبائل فون سنبھالا۔

''ایک منٹ''۔کیلی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔''پبلک فون سے بات کرو''۔

انہوں نے انفارمیشن سے سینیٹ آفس بلڈنگ کا نمبر لیا اور فون ملایا۔

''سینیٹر وان لوون کا آفس''۔دوسری طرف سے کہا گیا۔

''مجھے سینیٹر سے بات کرنی ہے''۔

''آپ کون؟''۔

''یہ ایک ذاتی نوعیت کا معاملہ ہے''۔ڈیانا نے کہا۔

''اپنا نام بتایئے......''۔

''نام میں نہیں بتا سکتی۔بس ان سے کہیں کہ یہ بہت اہم معاملہ ہے''۔

''سوری......تب میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی''۔دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہوگیا۔

ڈیانا کیلی کی طرف مڑی۔''اب کیا کریں؟''۔

''ہم اپنا اصل نام تو نہیں دے سکتے''۔کیلی بولی۔

ڈیانا نے دوبارہ نمبر ملایا......

''سینیٹر وان لوون کا آفس''۔

''پلیز میری بات سنیں۔یہ بہت اہم معاملہ ہے۔مجھے سینیٹر سے بات کرنی ہے۔لیکن میں اپنا نام نہیں بتا سکتی''۔

''تو پھر میں آپ کی سینیٹر سے بات بھی نہیں کرا سکتی''۔اور رابطہ پھر منقطع ہوگیا۔

ڈیانا نے ایک بار پھر نمبر ملایا۔''پلیز......آپ فون مت رکھئے گا''۔رابطہ ملنے پر اس نے کہا۔''میں جانتی ہوں کہ آپ اپنی ذمے داری نبھا رہی ہیں۔لیکن یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔میں ایک پبلک فون سے بات کر رہی ہوں۔اب میں آپ کو اس کا نمبر دے رہی ہوں۔پلیز سینیٹر وان لوون سے کہیں کہ اس نمبر پر مجھ سے بات کر لیں''۔اس کے بعد اس نے سیکریٹری کو فون نمبر لکھوا دیا۔

رابطہ پھر منقطع ہوگیا۔''اب ہم کیا کریں گے؟''۔کیلی نے پوچھا۔

''انتظار''۔

اور انہیں دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔آخر میں ڈیانا بھی مایوس ہوگئی۔''مجھے لگتا ہے کہ بات بنی نہیں۔اب ہمیں......''۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ڈیانا نے گہری سانس لی اور لپک کر ریسیور اٹھایا۔''ہیلو؟''۔

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔''میں سینیٹر وان لوون بول رہا ہوں۔تم کون ہو؟''۔

ڈیانا نے کیلی کو قریں کر لیا تا کہ وہ بھی گفتگو سن سکے۔''سینیٹر......میرا نام ڈیانا اسٹیونز ہے''۔ڈیانا نے کہا۔''یہاں میرے ساتھ کیلی ہیرس بھی موجود ہے۔آپ جانتی ہیں کہ ہم کون ہیں؟''۔

''نہیں......اور نہ ہی میرے نزدیک اس کی......''۔

''ہمارے شوہروں کو اسی وقت قتل کیا گیا،جب وہ آپ سے ملنے کے لئے آ رہے تھے''۔

''او مائی گاڈ......رچرڈ اسٹیونز اور مارک ہیرس''۔سینیٹر کے لہجے میں اب سنسنی تھی۔

''جی ہاں''۔

''تمہارے شوہر نے مجھ سے ملاقات کا وقت لیا تھا۔مگر بعد میں دونوں نے میری سیکریٹری کو کال کیا کہ ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔تو......تو وہ دونوں مر چکے ہیں؟''۔

''وہ کال انہوں نے نہیں کی ہوگی سینیٹر''۔ڈیانا نے کہا۔''انہیں اس لئے قتل کیا گیا تا کہ وہ آپ سے نہ مل سکیں......''۔

''کیا......کیوں......؟''سینیٹر کے لہجے میں شاک تھا۔

''جی۔میں سچ کہہ رہی ہوں۔اور اب میں اور کیلی واشنگٹن آنا چاہتی ہیں۔تا کہ آپ کو وہ بات بتا سکیں جو ہمارے شوہر بتانا چاہتے تھے''۔

دوسری طرف ایک لمحاتی ہچکچاہٹ محسوس ہوئی۔''میں تم سے ضرور ملوں گی۔لیکن اپنے آفس میں نہیں۔جو کچھ تم نے کہا،اگر وہ سچ ہے تو پھر یہ معاملہ بہت خطرناک ہے۔لانگ آئی لینڈ،ساؤتھمپٹن میں میرا مکان ہے،میں وہاں تم سے ملوں گی۔اس وقت تم لوگ کہاں ہو؟''۔

''ڈینور میں''۔

''ایک منٹ......ہولڈ کرو''۔

تین منٹ بعد سینیٹر دوبارہ لائن پر آئی۔''وہاں سے نیویارک کی اگلی فلائٹ نان اسٹاپ ہے......یونائیٹڈ ایئر لائن کی۔یہ بارہ پچیس پر روانہ ہوگی اور صبح چھ بج کر دس منٹ پر لاگارڈیا ایئرپورٹ،نیویارک پہنچے گی۔اگر اس میں سیٹ نہ ملے تو......''۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 145

علیم الحق حقی

''ہم اسی فلائٹ سے آئیں گے''۔ ڈیانا نے اس کی بات کاٹ دی

کیلی نے حیرت سے ڈیانا کو دیکھا۔ ''ڈیانا، یہ تو سوچو کہ اگر سیٹ نہ ملی......''۔

''نہیں......ایسا نہیں ہوگا''۔ ڈیانا نے پورے یقین سے کہا۔

''بہر حال، یہاں ایئر پورٹ پر ایک گرے لنکن ٹاؤن کار تمہاری منتظر ہوگی۔ سیدھی اس کار کی طرف جانا۔ اس کا ڈرائیور ایشیائی ہوگا۔ اس کا نام کونیو ہے۔ وہ تمہیں میرے گھر لے آئے گا۔ میں وہاں تمہاری منتظر ہوں گی''۔

''شکریہ سینیٹر''۔

ڈیانا نے ریسیور رکھ دیا اور گہری سانس لیتے ہوئے کیلی کی طرف مڑی۔ ''لو......سب کچھ طے ہو گیا''۔

''تمہیں اتنا یقین کیوں ہے کہ ہمیں مطلوبہ فلائٹ پر سیٹیں مل جائیں گی''۔

''میرا ایک منصوبہ ہے''۔

................xxxx................

ہوٹل کے منتظم نے کرائے کی کار کا بندوبست کر دیا۔ 45 منٹ بعد وہ دونوں ایئر پورٹ کیلئے روانہ ہو گئیں۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں خوف زدہ زیادہ ہوں یا کہ سنسنی کا احساس زیادہ ہے''۔

''اب خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں کیلی''۔

''ایسا لگتا ہے ڈیانا کہ جس نے بھی سینیٹر وان لوئن سے ملنے کی کوشش کی، وہ اس سے پہلے ہی مار دیا گیا''۔

''گویا ہم پہلے ہوں گے جو اس سے ملیں گے''۔

''کاش ایسا ہی ہو''۔ کیلی نے کہا۔ ''کاش ہمارے پاس......''

''......کوئی ہتھیار ہوتا۔ یہی نا؟ مگر میں پھر کہوں گی، ہماری ذہانت ہمارا ہتھیار ہے''۔

''پھر بھی، ہتھیار کی بات ہی اور ہوتی ہے''۔ کیلی نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور اچانک بولی۔ ''گاڑی روکو''

ڈیانا نے گاڑی روک دی۔ ''کیا بات ہے؟''

''مجھے کچھ کرنا ہے''۔

گاڑی ایک ہیئر ڈریسر کی دکان کے باہر رکی تھی۔ کیلی دروازہ کھول کر اتری۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟'' ڈیانا نے پوچھا۔

''بال سیٹ کرانے''۔

''مذاق کر رہی ہو؟''

''نہیں، یہ مذاق نہیں''۔

''ہم ایئر پورٹ جا رہے ہیں اور تم بال سیٹ کرانے کیلئے اتر رہی ہو۔ دیکھو، وقت کم......''

''ڈیانا، ہمیں نہیں معلوم کہ کیا ہونے والا ہے۔ اگر مجھے مرنا ہی ہے تو میں چاہتی ہوں کہ مرنے کے بعد اچھی لگوں''۔

ڈیانا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کیلی ہیئر ڈریسر کی دکان میں چلی گئی۔

بیس منٹ بعد کیلی باہر آئی تو اس کے سر پر بالوں کی وگ تھی۔ ''چلو، اب میں تیار ہوں''۔ اس نے ڈیانا سے کہا۔

................xxxx................

باربرا ڈین کو لندن سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی۔ ہمپسٹیڈ کا مکان، اس کے چھوٹے کمرے اور اونچی دیواروں والے باغیچے اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ بیتابی سے موسم گرما کا انتظار کر رہی تھی، جب پھول لہلہائیں گے تب وہ دوستوں کو باربی کیو پر مدعو کرے گی۔ یہاں سڑکیں خوبصورت تھیں۔ راستے بارونق تھے، نوادرات کی دکانیں اور پب اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ لوگ بھی بہت اچھے تھے۔ نئے دوست جو اس نے بنائے تھے، وہ بہت خوش مزاج تھے۔ اتنے خوش مزاج کہ کبھی تو اسے لگتا تھا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ ایسا نہیں ہے۔

اور اب ماں بننے کے بعد تو ہمپسٹیڈ اسے اور اچھا لگنے لگا تھا۔ اس ماحول میں بچے کی بہت اچھی پرورش کی جا سکتی تھی۔

اس وقت وہ شاپنگ لسٹ تیار کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔ مکمل کرنے کے بعد اس نے لسٹ کو چیک کیا، پرس میں رقم اور کریڈٹ کارڈ رکھے، پھر وہ پنگھوڑے کی طرف گئی۔ اس نے بچے کو اٹھا کر پیار کیا اور گود میں اٹھا کر اسے پرام میں لٹا دیا۔ بچہ قلقاریاں مار رہا تھا۔

اس لمحے اسے کھڑکی پر دستک سنائی دی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ کھڑکی میں اس کی ایک ہم عمر انگریز عورت کھڑی تھی۔ ''ہائی کیرول''۔ باربرا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں بس ابھی آئی''۔

(جاری ہے)

اس نے بچے کو کمبل میں اچھی طرح لپیٹا اور پرام کو دھکیلتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ وہاں رک کر سیڑھیوں کی طرف رخ کرتے ہوئے اس نے آواز لگائی۔ ''ہاروے''

''ہاں۔ کیا بات ہے؟'' اوپر سے ہاروے ڈین نے جواب دیا۔

''میں کیرول کے ساتھ شاپنگ کیلئے جارہی ہوں۔''

''او کے۔''

''بچے کو ساتھ لے جارہی ہوں میں۔''

''او کے''

باربرا نے گنگناتے ہوئے پرام کو دھکیلا اور سامنے والے لان میں لے آئی۔ کیرول کا پرام گیٹ کے پاس تھا۔ دونوں عورتوں نے پرام میں لیٹے اپنے اپنے بچے کو محبت سے دیکھا اور انہیں چمکارا، ''جڑواں لگتے ہیں نا؟'' کیرول نے خوش ہو کر کہا

''ایک طرح سے جڑواں ہی ہیں۔'' باربرا نے کہا۔

''ایک طرح سے۔'' کیرول نے دہرایا اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

باربرا بھی ہنسنے لگی۔ ''اب چلو''

''پہلے تم''

''نہیں...... پہلے تم''

وہ دونوں چھوٹی لڑکیوں کی طرح شوخی سے ہنستی ہوئی، پرام دھکیلتی ہوئی سڑک پر چلنے لگیں۔

ہاروے ڈین نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر وہ اپنی ڈیسک کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں کاغذ بکھرے ہوئے تھے، اس نے انہیں سمیٹ کر مرتب کیا۔ وہ برتھ سرٹیفکیٹس کی فوٹو کاپیاں تھیں فرینک ہچز نے اپنا کام خوش اسلوبی سے مکمل کیا تھا۔ ریکارڈ آفس کے تمام کلرک اسے جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بلاتعرض اسے فائلیں بھی دکھادی تھیں اور فوٹو کاپیاں بھی دے دی تھیں انہوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ وکیل کے کسی کیس کیلئے ضروری ہوں گی۔

ہاروے ڈین ان کاغذات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے اپنے بریف کیس میں سے ایک ریڈیو ٹیلی فون نکالا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں۔ پھر فون پر ایک نمبر ملایا۔ ''پیٹرسن؟'' اس نے رابطہ ملنے پر کہا۔ ''میں ہاروے ڈین بول رہا ہوں۔''

چند لمحے وہ دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ مگر وہ اس وقت ادھر ادھر کی رسمی باتوں کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تم او ایس سیکشن آپریٹ کر رہے ہو نا۔ کیو 1423 بتوسط ٹی ایس 2223 '' ٹھیک ہے نا؟...... او کے...... تمہارے لیورپول میں تین ہیں'' اس نے اوپر کی تین فوٹو کاپیاں اٹھائیں اور ان میں سے پتے پڑھ کر سنائے۔

رابطہ منقطع کرنے کے بعد اس نے دوسرا نمبر ملایا۔ اسے ایسے کئی رابطے کرنے تھے!

............x............

دونوں عورتوں نے بہت اطمینان سے شاپنگ کی۔ انہیں کوئی جلدی نہیں تھی۔ بہرحال شاپنگ مکمل ہوئی تو دونوں کے پرام کے قریب سامان کے تھیلوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اپنے پرام میں باربرا کا بچہ تو سو چکا تھا۔ مگر کیرول کا بچہ ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے قلقاریاں مار رہا تھا۔

ہیمپسٹیڈ ہائی اسٹریٹ کی ایک لین میں وہ ایک پب کے سامنے رکیں، کیرول اندر گئی اور مشروب کے دو بڑے گلاس لے کر آئی۔ دونوں موسم بہار کی دھوپ میں اپنے مشروب کے چھوٹے چھوٹے پرلطف گھونٹ لے رہی تھیں۔ باربرا لطیفے سنا رہی تھی۔ ''ہمیں اپنے بچوں کے سامنے تو شراب نہیں پینی چاہئے۔'' اس نے کہا۔ ''یہ تو ابھی سے ہمیں برا سمجھنے لگیں گے۔''

اس پر کیرول نے قہقہہ لگایا۔

باربرا نے مشروب ختم کیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ انگریزوں کی روایت ہے کہ جواب میں مشروب پلاتے ہیں۔ ''اور پیو گی؟''

کیرول نے نفی میں سر ہلایا۔ اسے واپسی کی جلدی تھی۔ ان دونوں نے ایک دوسری کو خدا حافظ کہا اور پرام دھکیلتی ہوئی مخالف سمت میں چل دیں۔

کیرول نے ایک لمحے کو پلٹ کر باربرا کو جاتے دیکھا۔ وہ اسے بہت پیاری لگتی تھی۔ بہت پیاری، بہت معصوم...... لیکن کبھی کبھی اس کے انداز میں شدت ہوتی تھی۔ اور وہ گہرائی میں دیکھنے کی قائل نہیں تھی۔ کچھ بھی ہو، باربرا ڈین بہت اچھی دوست تھی...... ایسی کہ اس پر انحصار کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس کا شوہر نیولے جیسا مکار تھا۔ کیرول کو پہلی ملاقات یاد تھی۔ اس پارٹی میں ہاروے ڈین نے اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ بے چاری باربرا...... کم از کم وہ اتنے برے شوہر کی تو مستحق نہیں تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے کیرول کو باربرا سے اپنی پہلی ملاقات یاد آئی وہ دونوں ہاسپٹل میں ملی تھیں۔ اور یہ جان کر وہ دونوں خوب ہنسی تھیں کہ ان کے ہاں ایک ہی دن ولادت ہوئی تھی۔ اسی وقت سے وہ اپنے بچوں کو جڑواں کہنے لگی تھیں۔ اور باربرا کا بیٹا اس کے بیٹے سے صرف چالیس منٹ بڑا تھا۔

پرام میں لیٹا بچہ اب دودھ کے بلبلے اڑا رہا تھا۔

''سائمن جیمز فریزر، بدتمیزی مت کرو۔ آداب سیکھو'' اس نے پیار سے بچے کو ڈانٹا۔

اس بار بچے نے تھوک اڑایا۔

وہ پرام دھکیلتی رہی۔ وہ اب بے حد ڈھلوان سڑک پر تھی۔ وہ اچانک رکی۔ اس کے کندھوں سے ٹکراتی ہوئی کوئی چیز اس کے سامنے گری تھی۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہٹی اور اس چیز کو دیکھا۔ وہ سرمئی رنگ کی ایک گلہری تھی، جس کا گلا کٹا ہوا تھا اور آنکھیں حلقوں سے باہر آ رہی تھیں اور اس کے پچھلے پیروں سے ایک ستلی بندھی تھی۔

قدرتی طور پر اس کا ہاتھ چیخ روکنے کے لئے اس کے منہ کی طرف لپکا۔ وہ چلائی اور گلہری سے پیچھے ہٹی۔ پرام اس کی گرفت سے آزاد ہوا اور ڈھلواں سڑک پر دوڑنے لگا۔ بچہ مسکرا رہا تھا۔

کیرول کا ہاتھ پرام کو پکڑنے کے لئے لپکا۔ لیکن پرام آگے نکل چکا تھا۔ وہ اس کے پیچھے دوڑی۔ مگر اونچی ایڑی کے جوتے رفتار میں مزاحم تھے۔ اس نے جلدی سے جوتے اتارے۔ مگر اس وقت تک پرام کی رفتار بہت تیز ہو چکی تھی اور درمیانی فاصلہ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ روتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ پھر وہ کسی چیز سے اچھل کر منہ کے بل گری۔ دوبارہ اٹھ کر وہ پھر دوڑی۔ لیکن اس کا ذہن اب اس حقیقت کو تسلیم کر چکا تھا کہ وہ پرام تک نہیں پہنچ سکتی۔

سڑک پر اب موڑ آ رہا تھا۔ اسی وقت مخالف سمت سے آنے والی ایک لاری نے موڑ کاٹا۔ ڈرائیور نے آخری لمحے میں پرام کو دیکھا۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ لاری پرام کو روندتی، توڑتی آگے بڑھ گئی۔

کیرول اپنی آنکھیں بند کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ اس کے بس میں نہیں تھا اور وہ اب بھی بھاگ رہی تھی۔

درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے ٹریور گرانٹ نے قہقہہ لگاتے ہوئے ستلی کو کھینچا۔ مری ہوئی گلہری کو اس نے وہیں پھینک دیا۔ وہ اپنی کامیابی پر بہت خوش تھا۔

وہ ولادت کا آسان کیس نہیں تھا۔ ماں کمزور تھی اور بچہ وقت سے کافی پہلے پیدا ہوا تھا۔ بہر حال زچہ کی صحت بہت تیزی سے بحال ہوئی۔ اس نے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں انکیوبیٹر میں لیٹے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ وہ صرف پانچ پونڈ کا تھا۔ لیکن ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ وہ پوری طرح صحت مند ہے۔ اسے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس تھوڑا وقت انکیوبیٹر میں گزارنا ہوگا بچے کو۔ وہ گھر جا سکتی ہے...... اور جب چاہے، بچے کو دیکھنے آ سکتی ہے۔

اسپتال کے اسپیشل بے بی کیئر یونٹ میں اس وقت بارہ ننھے بچے موجود تھے۔ وہ بچہ اس وقت اپنے آکسیجن ٹینٹ میں سویا ہوا تھا۔ نرسوں اور ڈاکٹروں کو اپنے اس بے بی کیئر یونٹ پر فخر تھا۔ جب سے وہ قائم ہوا تھا، نومولود بچوں کی شرح اموات میں ساٹھ فی صد کمی ہو گئی تھی۔

ماسک اور گاؤن پہنے دو نرسوں نے چائے کے وقفے پر جانے سے پہلے سب بچوں کو چیک کیا۔ پھر وہ وارڈ سے نکل گئیں۔ وہ راہ داری سے نکل گئیں تو نرس لیمونٹ راہ داری میں داخل ہوئی۔ ماسک لگا ہونے کی وجہ سے اسے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وارڈ کا دروازہ کھول کر وہ اندر چلی گئی۔

آکسیجن کی ہلکی سی پھنکار کے سوا وارڈ میں کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ پہلے کاٹ کی طرف بڑھی۔ اس نے چارٹ میں اس بچے کا نام دیکھا۔ پھر وہ دوسرے کاٹ کی طرف بڑھی۔ یوں چیک کرتے کرتے بالآخر وہ مطلوبہ بچے تک پہنچ گئی۔

اس نے بچے کو تجسس بھری نگاہ سے دیکھا۔ پیدائش کے بعد سے اس کے وزن میں تین پونڈ کا اضافہ ہوا تھا۔ اب اس کے چہرے پر نقاہت کی جگہ تازگی تھی۔ نرسیں مطمئن تھیں کہ اس کی سانسیں اب ہموار ہو چکی ہیں۔ نرس لیمونٹ نے بائیں جانب جھکتے ہوئے آکسیجن کا والو بند کر دیا۔ پھر وہ کھڑکی کے پاس کھڑی انتظار کرتی رہی۔

پھر وہ واپس آئی۔ اس نے اچھی طرح اطمینان کیا کہ بچہ مر چکا ہے۔ مطمئن ہونے کے بعد اس نے والو کو دوبارہ کھول دیا اور خاموشی سے وارڈ سے نکل آئی۔ اسے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔

عورت نے بچے کو باہوں میں لے کر دیکھا اور دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ دو بار اس کا حمل ضائع ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ تیسری بار کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر اس کے ماں بننے کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ لیکن خدا نے اس پر رحم کیا تھا۔

اور بچہ بے حد خوبصورت اور توانا تھا۔ اس کا وزن نو پونڈ تھا۔ اس کی ٹھوڑی اور آنکھیں اپنے باپ جیسی تھیں اور اس کے باپ کا کہنا تھا کہ اس کا بیٹا کرکٹ میں انگلینڈ کی نمائندگی ضرور کرے گا۔ وہ اسے کرکٹ کا عظیم کھلاڑی بنانا چاہتا تھا۔

اس وقت بپتسمہ دیا جا رہا تھا۔ چرچ مناجات کی آواز سے گونج رہا تھا...... دن میں سورج، رات میں چاند۔ خدا شیطان سے محفوظ رکھے تجھ کو۔ ہمیشہ روح تیری......

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

اس نے مناجات گانے والوں کو، اور پھر اپنے شوہر کو دیکھا اور پھر اپنے والدین کو۔ وہ سب آواز ملا رہے تھے۔ تیرا آنا بھی اور جانا بھی رب کی رضا سے……

اس نے بچے کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آمین کہا۔ اس کے پیچھے بچے کے گاڈ فادر اور گاڈ مدر کھڑے تھے۔

پھر پادری گراہم روس نے کہا۔ ''میرے بچو، تم اس بچے کو بپتسمہ دلانے کے لئے لائے ہو۔ میرا مطالبہ ہے کہ پہلے اس بچے کے نام پر تم شیطان اور اس کے تمام کاموں پر لعنت بھیجو اور عہد کرو کہ تم کبھی اس کی تقلید نہیں کرو گے۔''

''ہم شیطان پر اور اس کے کاموں پر لعنت کرتے ہیں۔'' گاڈ فادر اور گاڈ مدر نے کہا۔

پادری نے باہیں کھول دیں۔ ماں نے ایک بار پھر بچے کا چہرہ دیکھا اور پھر اسے فادر کی طرف بڑھا دیا۔

فادر گراہم روس نے بچے کو اپنے بائیں ہاتھ سے سنبھالا تو بچے کی ماں نے گھبرا کر اپنے شوہر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

''میں اس بچے کا نام……''

''الیگزینڈر ڈیوڈ'' ۔ بچے کی ماں نے جلدی سے کہا۔

فادر بچے کو مقدس پانی کے برتن کے قریب لے گیا۔ ''میں اس الیگزینڈر ڈیوڈ کو مقدس باپ کے نام پر بپتسمہ دیتا ہوں…… باپ، بیٹا اور مقدس روح۔ آمین۔'' یہ کہہ کر وہ پلٹا۔ اس نے بچے کے سر کو بائیں ہاتھ میں تھاما اور دائیں ہاتھ کو مقدس پانی کے برتن میں ڈال کر بچے کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ بچے نے ایک چیخ ماری اور پلکیں جھپکائیں۔ پھر اس نے اپنی ناک سکیڑی اور رونے لگا۔

ماں اپنے شوہر کو دیکھ کر مسکرائی۔ بشپ کا نمائندہ پلٹا اور اس نے کہا۔ ''ہم اس بچے کو کرائسٹ کے گلے میں قبول کرتے ہیں…… صلیب کے نشان کے ساتھ……''

گراہم روس کی انگلیاں بچے کی کھوپڑی کو ٹٹول رہی تھیں۔ وہ اس کے تالو کے دھڑکتے ہوئے گڑھے کو تلاش کر رہا تھا، جہاں ابھی ہڈی بند نہیں ہوئی تھی۔ پھر جیسے ہی اس کی انگلیاں گڑھے پر پہنچیں، اس کی مضبوط انگلیوں نے دباؤ ڈالا اور بچے کا رونا موقوف ہو گیا!

کونسل اسٹیٹ ٹاور بلاک کے اپارٹمنٹ میں اس ماں کا ضبط اب جواب دے رہا تھا۔ بلڈنگ کے لفنگے بچوں نے لفٹ پھر خراب کر دی تھی۔ اس کا شوہر سمندر میں اپنی ڈیوٹی پر تھا اور ایک ماہ سے پہلے واپس نہیں آ سکتا تھا۔ ادھر بچہ تھا کہ روئے جا رہا تھا۔ اب تو اس کے رونے کی آواز اعصاب توڑے دے رہی تھی۔ ادھر دودھ ابل چکا تھا اور اس کے ابلنے کی وجہ سے چولہا بجھ گیا تھا۔

اس نے خود کو پرسکون کرنے کے لئے سو تک گنتی گنی۔ اس نے بچے کو تھپک کر سلانے کی کوشش کی۔ اس نے بچے کے چپت بھی لگا دیئے۔ لیکن بچہ تو رونے کی مشین بنا ہوا تھا۔ اب تو اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کھڑکی کھولے اور نیچے کود کر جان دے دے۔

اسی وقت گھنٹی بجی۔ اطلاعی گھنٹی کی وہ آواز بھی اسے بہت بری لگتی تھی۔ مگر اس کے شوہر کو بہت پسند تھی۔

وہ کراہتی ہوئی دروازے تک گئی اور دروازہ کھولا۔

دروازے پر دو اسکاؤٹ بچے کھڑے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر معصوم شرمیلی مسکراہٹ تھی۔ ''گڈ مارننگ میڈم۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہمیں دن میں ایک اچھا کام کرنا ہوتا ہے، ہم اس سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں۔''

وہ ایک لمحے تک ان دونوں کو خاموشی سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ ''تم میں سے کسی کے ہاں چھوٹے بہن بھائی بھی ہیں؟''

''جی ہاں۔ میرے ہیں'' چھوٹے والے نے جلدی سے کہا۔

''تو تم جانتے ہو گے کہ بچوں کو کیسے بہلایا جاتا ہے۔''

''جی…… میں اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ نہر کے کنارے روز کھیلتا ہوں۔''

''رکو…… میں ابھی آئی۔'' عورت اپنے بچے کی طرف گئی۔ اسے اس وقت بوائے اسکاؤٹس کی تنظیم پر پیار آ رہا تھا۔ اس نے اپنے بچے کو اٹھایا اور لے جا کر اسکاؤٹ بچے کو دے دیا۔ ''لو…… اسے کچھ دیر باہر گھما لاؤ۔ بہل جائے گا۔''

اس نے سوچا، چلو کچھ دیر تو سکون ملے گا……

کیلی نے کہا۔ ''ایک سفید کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔ اس میں چھ افراد سوار ہیں۔'' ڈیانا بولی۔

''تم انہیں جھٹک سکتی ہو…… پیچھا چھڑا سکتی ہو نا سے؟''

''اس کی ضرورت نہیں۔''

''کیا؟'' کیلی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''دیکھتی رہو۔''

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

وہ ایئرپورٹ کے ایک گیٹ پر پہنچے، جہاں بورڈ لگا تھا...... ''صرف کارگو کے لئے''۔ گیٹ پر کھڑے گارڈ نے گیٹ کھولا اور ان کی گاڑی اندر داخل ہوگئی۔ تعاقب کرنے والوں نے کیلی اور ڈیانا کو کار سے اتر کر ایئرپورٹ کی ایک سرکاری کار میں بیٹھتے دیکھا۔ پھر سرکاری کار رن وے کی طرف روانہ ہوگئی۔

جب سفید گاڑی اس گیٹ پر پہنچی تو گارڈ نے کہا۔ ''یہ گیٹ عام داخلے کے لئے نہیں ہے۔''

''مگر تم نے اس دوسری کار کو جانے دیا۔''

''میں کہہ رہا ہوں نا کہ یہ پرائیویٹ گیٹ ہے۔'' گارڈ نے بے رخی سے کہا۔

ادھر سرکاری کار رن وے پر کھڑے جمبو جیٹ کے قریب جا کر رکی۔ ڈیانا اور کیلی اتریں۔ ہاورڈ ملر وہاں ان کا منتظر تھا۔ ''کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے اتنا اچھا انتظام کیا۔'' ڈیانا بولی۔

''مجھے خوشی ہوئی کہ آپ لوگوں کے کسی کام آسکا۔'' یہ کہتے کہتے اس کے چہرے پر گمبھیرتا چھا گئی۔ ''بس یہ سوچتا ہوں کہ کاش اس کا کچھ حاصل بھی ہو۔''

''حاصل تو ہوگا۔ مگر اس کے لئے تمہیں لوئیسا رینالڈ کا شکریہ ادا کرنا ہوگا۔ اس سے کہنا......''

ہاورڈ ملر کے چہرے کا تاثر ایک دم بدل گیا۔ ''لوئیسا تو رات ختم ہوگئی۔''

کیلی اور ڈیانا کو یہ سن کر شاک لگا۔ ''بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔'' کیلی نے کہا۔

''ہوا کیا؟'' ڈیانا نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، اس کا دل جواب دے گیا۔'' ملر نے کہا۔ پھر اس نے جیٹ کی طرف دیکھا۔ ''اب یہ جانے کو تیار ہیں۔ میں نے آپ دونوں کیلئے دروازے کے قریب کی نشستوں کا بندوبست کردیا ہے۔''

''ایک بار پھر شکریہ۔''

وہ دونوں سیڑھی کی طرف بڑھ گئیں۔ ہاورڈ ملر انہیں دیکھتا رہا۔ بالآخر جہاز رن وے پر دوڑنے لگا۔ جہاز میں کیلی نے ڈیانا کو مسکرا کر دیکھا۔ ''ہم کامیاب ہوگئے۔ ہم ان سے بچ کر نکل آئے۔ یہ بتاؤ سینیٹر وان لوون سے بات کرنے کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''ابھی تو اس سلسلے میں کچھ سوچا نہیں ہے۔ تم کیا کروگی...... پیرس واپس جاؤ گی۔''

''دیکھو۔ ویسے تم تو نیویارک میں ہی رہو گی نا؟''

''سوچا تو یہی ہے۔'' ڈیانا نے کہا۔

''تو پھر میں بھی کچھ عرصہ نیویارک میں رکوں گی۔''

''اور پھر ہم دونوں ساتھ ہی پیرس چلیں گے۔''

وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے جارہی تھیں۔

''سچ کہتی ہو۔''

اب وہ دونوں اپنے اپنے شوہر کے بارے میں سوچ رہی تھیں، جو ان سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ چکے تھے۔

ساڑھے تین گھنٹے بعد جہاز نے لاگارڈیا ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔ ڈیانا اور کیلی سب سے پہلے اتریں۔ ڈیانا کو سینیٹر وان لوون کے الفاظ یاد تھے۔ گرے کلر کی لنکن ٹاؤن کار......

اور ٹرمینل کے دروازے پر گرے لنکن ٹاؤن کار واقعی ان کی منتظر تھی۔ گاڑی کے باہر شوفر کی وردی میں ایک بڑی عمر کا جاپانی کھڑا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھیں تو وہ سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔ ''مسز اسٹیونز...... مسز ہیرس؟'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' کیلی نے کہا۔

''میں کونیو ہوں۔'' اس نے ان کیلئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

چند لمحے بعد وہ ساؤتھمپٹن کی طرف جارہے تھے۔ ''یہ دو گھنٹے کا سفر ہے۔'' کونیو نے کہا۔ ''اس دوران آپ کو خوب صورت مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔''

انہیں مناظر میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو جلد از جلد سینیٹر تک پہنچ کر اسے سب کچھ بتا دینا چاہتی تھیں۔

''تمہارا کیا خیال ہے، ان معلومات کے بعد سینیٹر کی اپنی جان کو خطرہ لاحق نہیں ہوگا؟'' کیلی نے ڈیانا سے کہا۔

''لیکن وہ اپنا تحفظ کرلیں گی۔ وہ کوئی عام عورت تو نہیں ہیں۔''

''ہاں...... یہ تو ہے۔''

............x............

کار اٹھارویں صدی کی ایک قدیم اور بڑی حویلی کی حدود میں داخل ہوئی۔ ایک طرف سرونٹ کوارٹرز اور گیراج بنے ہوئے تھے۔ کار دروازے پر رکی۔ کونیو نے کہا۔ ''اگر آپ کو ضرورت ہوئی تو میں یہاں موجود ملوں گا۔''

''شکریہ۔''

دروازہ بٹلر نے کھولا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 150 علیم الحق حقی

''صبح بخیر۔تشریف لائیے۔سینیٹر آپ کا انتظار کر رہی ہیں''۔

وہ دونوں ایک شاندار ہال میں داخل ہوئیں۔دیواروں پر بے حد قدیم نوادرات آویزاں تھے۔ہال کی آرائش بھی غضب کی تھی۔ فرنیچر بے حد پرشکوہ تھا۔ایک طرف بہت بڑا آتشدان تھا۔

''اس طرف آیئے پلیز''۔

وہ بٹلر کے پیچھے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔وہ بھی بے حد کشادہ تھا۔سینیٹر وان لوون ہلکے نیلے رنگ کے سلک کے سوٹ اور بلاؤز میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور وہ ڈیانا کی توقع سے بڑھ کر دلکش لگ رہی تھی۔

''میں پاؤلین وان لوون ہوں'' سینیٹر نے کہا۔

''میں ڈیانا اسٹیونز''۔

''اور میں کیلی ہیرس''۔

''تم دونوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔لیکن تمہارے دیدار کے لئے مجھے بہت انتظار کرنا پڑا''۔

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے سینیٹر کو دیکھا۔''جی...... میں سمجھی نہیں''۔

''ابھی سمجھ جاؤ گی''۔

اسی وقت عقب سے ٹینر کنگسلے کی آواز سنائی دی۔''ان کا مطلب ہے کہ تم دونوں بہت خوش قسمت ہو۔لیکن بالآخر قسمت تمہارا ساتھ چھوڑ گئی''۔

ڈیانا اور کیلی نے پلٹ کر دیکھا۔ٹینر کنگسلے تنہا نہیں تھا۔اس کے ساتھ ہیری فلنٹ بھی تھا۔

ٹینر نے کہا۔''ہاں مسٹر فلنٹ ،اب تمہارے لئے موقع ہے''۔

ہیری فلنٹ نے خاموشی سے پستول بلند کیا اور ان کا نشانہ لیتے ہوئے دو فائر کئے۔وہ دونوں پیچھے کی سمت گریں۔پاؤلین وان لوون اور ٹینر کنگسلے چند لمحے کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔پھر ٹینر نے آگے بڑھ کر پاؤلین کو لپٹا لیا۔''بالآخر راہ کی ہر رکاوٹ دور ہو گئی شہزادی۔میں نے تمہیں پالیا''۔

............x............

باربرا ڈین کی موسم بہار کی خوشی برباد ہو گئی تھی۔پہلے تو جب ٹونی نے فون کر کے اسے وہ خبر سنائی تو اسے یقین ہی نہیں آیا اور جب یقین آیا تو وہ صدمے سے بے ہوش ہو گئی۔ہوش آیا تو ایک گھنٹے تک وہ روتی رہی۔پھر وہ کیرول کے گھر گئی۔لیکن کیرول مسکن دواؤں کے زیر اثر تھی۔دو دن تک کیرول کو مسکن دوائیں دی جاتی رہیں۔

تیسرے دن باربرا کو بیڈروم میں جانے کی اجازت ملی۔دونوں عورتیں لپٹ کر خوب روئیں۔ان کے آنسو گھل مل گئے۔

اس روز کے بعد یہ معمول ہو گیا۔باربرا ہر صبح کیرول کے پاس جاتی۔اسکے پاس دلی ہمدردی کے سوا کچھ نہیں تھا۔دونوں کے پاس ہی کہنے کیلئے کچھ بھی نہیں تھا۔بس باربرا کو یہ احساس ہوتا تھا کہ وہاں صرف اسکی موجودگی بھی کیرول کیلئے دلجوئی کا سامان ہے۔

وہ خبر سنتے ہی باربرا نے سب سے پہلے پرام کو گیراج میں پھینک دیا تھا اور عہد کیا تھا کہ اب کبھی پرام استعمال نہیں کرے گی۔اب وہ اپنے بچے سے ایک پل کے لئے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔وہ ہر وقت بچے کو اپنے پاس رکھتی تھی۔چنانچہ شاپنگ اس کے لئے مسئلہ بن گئی۔ایک ہاتھ میں بچہ ہوتا اور دوسرے ہاتھ سے وہ شاپنگ ٹرالی دھکیلتی۔لیکن اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔وہ بچے کی طرف سے بری طرح عدم تحفظ کا شکار ہو گئی تھی۔خوف اس کے اندر گہرائی میں بیٹھ گیا تھا۔ہر وقت اسے ڈر لگا رہتا کہ اس کے بچے کو کچھ ہو نہ جائے۔

جبلی طور پر اسے ہاروے سے مدد درکار تھی۔پہلی رات وہ اس سے لپٹ کر روتی رہی۔بولنے کی کوشش کرتی تو اس کے منہ سے بے معنی آوازیں نکلتیں۔''غلطی میری تھی''۔وہ بار بار کہتی۔''مجھے سب کے سامنے رکنا ہی نہیں چاہئے تھا۔میں نہ رکتی تو شاید......''۔

ہاروے اسے تھپکتا رہا۔اس نے اس کا احساس جرم دور کرنے کی سرتوڑ کوشش کی۔لیکن وہ تو سوتے میں بھی ڈرتی...... بڑبڑاتی رہی۔ اسے اپنا بچہ پرام میں نظر آتا اور وہ ایک چیخ مار کر اٹھ جاتی۔

دن میں اس پر نسیان کے دورے پڑنے لگے۔وہ اچانک خود کو بیڈروم میں پاتی اور حیرت سے سوچتی کہ آخر کیوں وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی۔کھانا پکاتے ہوئے وہ نمک ڈالنا بھول جاتی۔ہاروے سے اسے کوئی مدد نہیں مل رہی تھی۔ان دنوں وہ گم صم رہتا۔قربت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ایسا لگتا تھا کہ سب کچھ خراب ہو گیا ہے......بگڑ کر رہ گیا ہے۔اب تو باربرا کو لندن سے بھی نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔

اس رات کھانے کے دوران ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔وہ بچے کو دودھ پلانے لگی اور ہاروے ٹی وی دیکھنے لگا۔ٹی وی پر ایک ویسٹرن فلم دکھائی جا رہی تھی۔ٹائٹل ختم ہوتے ہی ہاروے نے چینل تبدیل کر دیا۔پھر وہ بڑبڑایا۔''ہونہہ...... ورلڈ ان فوکس۔ پیشکش کیٹ رینالڈز''۔

باربرا نے سوچا،آخر ہاروے اس عورت کو اتنا ناپسند کیوں کرتا ہے۔وہ استقبالیہ دعوت میں اس سے ملی تھی اور اچھی لگی تھی۔اس کے انداز میں کچھ جارحیت تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

لیکن اس کے پیشے کے لحاظ سے وہ ضروری تھی، تو ممکن ہے کہ ہاروے اس سے خوف زدہ ہو۔ زیادہ تر مردوں کو جارح عورتیں بری لگتی ہیں۔

''گڈ ایوننگ''۔ کیٹ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ہاروے نے ٹی وی بند کرنے کیلئے ریموٹ کنٹرول سنبھالا۔ ''آج رات کا ہمارا پروگرام اسی معمے کے بارے میں ہے، جس نے پولیس والوں اور ڈاکٹروں کو یکساں طور پر الجھا رکھا ہے۔ واضح رہے کہ آج کا پروگرام ایک طویل سلسلے کی پہلی کڑی ہے......''۔

ہاروے ڈین نے ریموٹ کنٹرول کو ریوالور کی طرح بلند کیا......

''......وہ معمہ ہے درجنوں نوزائیدہ بچوں کی پراسرار اموات کا۔ واضح رہے کہ تمام مرنے والے لڑکے ہیں......''۔

باربرا سنبھل کر بیٹھ گئی۔ ''ہاروے......ٹی وی بند نہ کرنا''۔ اس نے کہا۔

ہاروے نے کندھے جھٹکے اور ریموٹ کنٹرول والا ہاتھ جھکا لیا۔

''تفتیش کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ اموات نارمل نہیں ہیں......''۔ کیٹ کہہ رہی تھی۔

''ہاروے......ذرا سا ہٹ جاؤ۔ میں دیکھ نہیں پا رہی ہوں''۔

ہاروے ایک طرف ہٹ گیا۔

''......گزشتہ سات دنوں میں صرف لندن میں سترہ بچے ختم ہوئے۔ اس کے علاوہ برمنگھم میں چھ، لیورپول میں تین، مانچسٹر میں چار، لیڈز میں دو، گلاسگو میں آٹھ......''۔

باربرا کی پوری توجہ اب ٹی وی اسکرین پر تھی۔

''بہ ظاہر یہ بڑی تعداد نہیں لگتی۔ لیکن اس کے نتیجے میں نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات میں بیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ فی الحال تفصیلات مبہم ہیں۔ کوئی واضح نقشہ سامنے نہیں آتا......سوائے ایک بات کے''۔ کیٹ نے ایک لحہ توقف کیا۔ اسکرین پر اب اس کا کلوز اپ نظر آ رہا تھا۔ ''......اور وہ یہ ہے کہ مرنے والے تمام لڑکے ہیں۔ ان میں کوئی بچی نہیں ہے''۔

باربرا کا جسم تن سا گیا۔ سانس جیسے اٹک گئی۔ اس نے اپنے بچے کو سینے سے بھینچ لیا۔ ڈین نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اس کے پاس جا کر اسے دلاسہ دینا چاہتا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ ایک ذمے دار آدمی ہے اور اس کا بچہ محفوظ ہے......اور رہے گا۔ لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ وہ پلٹا اور دوبارہ ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔

کیٹ اب وزارت صحت اور سوشل سیکورٹی کے ترجمان کا تعارف کرا رہی تھی۔ ''ڈاکٹر فلمور'' آپ پلیز مجھے بتایئے کہ اس مرحلے پر آپ اس سلسلے میں کیا وضاحت کریں گے؟''۔

ڈاکٹر فلمور نے اپنی کرسی پر پہلو بدلا اور کندھے جھٹک دیئے۔ ''اس وقت تو کوئی حتمی بات کہنا قبل از وقت ہی......''۔

کیٹ نے آگے جھکتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔ ''مگر آپ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ پچھلے ایک ہفتے میں نومولود لڑکوں کی اموات کی شرح، میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے''۔

''جی ہاں، اضافہ تو ہے۔ لیکن اس اضافے کا موازنہ اس اضافے سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا جو کسی وبا کے پھیلنے پر ہوتا ہے''۔

کیمرے نے کیٹ کو دکھایا، جس کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر تھا۔

''لیکن ڈاکٹر، اس وقت ہمیں کوئی وبائی مرحلہ درپیش نہیں ہے''۔ کیٹ نے تیز لہجے میں کہا۔ ''ہم اس وقت......''۔ وہ انگلیوں پر گننے لگی۔ ''......یہ کیسے کہ غرق ہونے، جل کر مرنے، دم گھٹ کر مرنے، کار کے حادثے میں مرنے، زہر خورانی اور کرنٹ لگ کر مرنے کے واقعات کی بات کر رہے ہیں۔ اور بھی......''۔ کیٹ توقف کر کے اس فہرست کو یاد کرنے لگی، جسے ابھی دس منٹ پہلے اس نے ازبر کیا تھا۔

ڈاکٹر فلمور نے موقعے کو غنیمت جان کر اس خاموشی میں چھلانگ لگا دی۔ ''معاف کیجئے، میرا بیان ممکن ہے، آپ کو سخت لگے۔ لیکن جس طرح کی رپورٹنگ آپ کرتی ہیں، جیسے آپ سنسنی پھیلاتی ہیں، وہ میڈیا کیلئے رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ ایک اسٹوری بنانے کیلئے حقائق کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا بد دیانتی ہے''۔

کیمرے نے کیٹ کو دکھایا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ گنگ بیٹھی تھی۔

ڈین نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے بچے کو یوں لپٹائے بیٹھی تھی، جیسے اس کے چھن جانے کا ڈر ہو۔ ہاروے ڈین نے سوچا کہ فلمور بہت اچھا رہا۔ اسی لئے تو اسے منتخب کیا گیا تھا۔ اس نے بہت اچھی کوشش کی تھی۔ اس کے باوجود کچھ لوگ قائل نہیں ہوئے ہوں گے، جیسے باربرا کو دیکھ کر لگتا تھا وہ دعا ہی کر سکتا تھا کہ کاش باقی سب لوگ قائل اور مطمئن ہو گئے ہوں۔

............x............

''تو تمہیں ہو کیا گیا تھا''۔ جوان آدمی کے لہجے میں تندی تھی اور انداز الزام دینے والا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر:152

"مجھے۔افسوس ہے باب۔لیکن دراصل مجھے یہ توقع نہیں......" کیٹ نے کہنا چاہا۔

"تم نے اسے ایسے کمزور جوابی حملے کے باوجود صاف بچ نکلنے کا موقع دیا......"۔

"میں نے کہا نا"۔اس بار کیٹ کے لہجے میں بھی تندی آ گئی۔"مجھے اس ردِعمل کی توقع نہیں تھی۔میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اس قدر مدافعانہ انداز......"۔

"یہ سب بے کار باتیں ہیں کیٹ"۔جوان آدمی چلایا۔"تمہیں نشتر کی طرح تیز دھار ہونا چاہئے۔تمہیں اسے اس طرح بچ کر نکلنے نہیں دینا چاہئے"۔یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلا گیا۔

کیٹ بڑبڑاتی رہی۔یہ نئے نئے ڈگری لے کر آنے والے خود کو جانے کیا سمجھتے ہیں......جیسے سب کچھ جانتے ہوں۔اس نے سوچا۔سیٹ پر چندھیا دینے والی روشنی میں بیٹھ کر لائیو گفتگو کریں تو پتا چلے۔مگر انہیں تو بس باہر بیٹھ کر تنقید کرنا آتا ہے۔لیکن پھر کیٹ کو احساس ہوا کہ باب کی بات بہرحال غلط نہیں تھی۔اسے ڈاکٹر فلمور کو جارحیت کا موقع فراہم کرنا ہی نہیں چاہئے تھا۔اصل میں وہ خود چوکنا نہیں تھی۔اس کا دھیان ہٹ گیا تھا۔اصل بات یہ تھی کہ وہ خود ٹھیک نہیں کر رہی تھی جو کہ اسے کرنا چاہئے تھا۔اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتی تھی کہ ان بچوں کی موت کا ذمے دار ڈاکٹر فلمور نہیں ہے۔حالانکہ اسے اس انداز میں سوچنا ہی نہیں چاہئے تھا۔اس کی ساکھ جارحانہ انداز میں انٹرویو کرنے سے بنی تھی۔اور وہ انٹرویو ایسے لوگوں سے کرتی رہی تھی، جن سے یا جن کے محکموں سے بھاری بے پروائی اور غیر ذمے داری سرزد ہوئی ہو۔جو کچھ چھپا رہے ہوں......خاص طور پر اپنا احساسِ جرم۔ڈاکٹر فلمور کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔

اس کے ذہن میں ایک سوال نے سر اٹھایا۔ڈاکٹر فلمور قصوروار نہیں تھا۔تو پھر اس کے انداز میں اتنی جارحیت کیوں تھی؟یہ رویہ تو ان لوگوں کا ہوتا ہے، جو اپنے احساسِ جرم کو چھپا رہے ہوتے ہیں۔وہ سوچتی رہی۔لیکن اسے کوئی معقول جواب نہیں ملا۔ممکن ہے، اس کی بیوی سرد مزاج ہو۔ممکن ہے، اس کی داڑھ میں درد ہو۔ممکن ہے......ممکن تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔اس نے جھنجھلا کر سوچا۔

پھر اس نے فیصلہ کیا کہ کلب جائے گی، دو تین ڈرنک لے گی اور سب کچھ بھول جائے گی۔

............x............

وہ گھر پہنچی تو بہت چڑچڑی ہو رہی تھی۔اسے افسوس ہو رہا تھا۔پیٹر اب سو چکا ہوگا۔وہ اچھی ماں نہیں تھی۔اپنے کام کے چکر میں وہ اپنے بیٹے کی ذمے داریوں اور اسکے حقوق کو نظرانداز کر رہی تھی۔

وہ اپنے بیگ میں چابیاں تلاش کر رہی تھی کہ عقب سے کسی نے اسے پکارا۔"مس رینالڈ"۔

وہ گہری گمبھیر آواز تھی۔اس نے سر گھما کر دیکھا۔وہ ایک پادری تھا۔

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے مس رینالڈ"۔

کیٹ نے گہری سانس لی۔اب اسے اپنا فون نمبر ڈائریکٹری سے خارج کرانا ہوگا۔پروگرام کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی جانی جانے لگی تھی۔یوں تو کوئی بھی اجنبی ڈائریکٹری سے اس کا پتا دیکھ کر اس تک پہنچ جائے گا......

"میں بچوں کی اموات کے بارے میں آپ کے پروگرام کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"یہ ایک فرد کا احتجاجی مارچ ہے"۔کیٹ نے زہریلے لہجے میں کہا۔"افسوس ناک......مایوس کن"۔

"معاملہ آپ کی توقع کے برعکس ہے"۔فادر ڈی کارلو نے کہا۔"میں آپ کو مبارک باد دے رہا ہوں۔آپ بہت ذی فہم اور حساس ہیں"۔

چابی اب کیٹ کے ہاتھ میں تھی۔وہ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔پادری نے ادھر ادھر دیکھا۔کیٹ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

"آپ مجھے اندر نہیں بلائیں گی؟"۔فادر نے پوچھا۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔"آئی ایم سوری......"۔

"میرا نام ڈی کارلو ہے اور میں پادری ہوں"۔

"میں نے بہت تھکا دینے والا دن گزارا ہے فادر"۔کیٹ کے لہجے میں بھی تھکن تھی۔"آپ اسٹوڈیو میں میری سیکریٹری کو فون کر کے ملاقات کا وقت لے لیں......"۔

"دراصل یہ معاملہ بہت ارجنٹ ہے مس رینالڈ"۔

کیٹ نے اسے تولنے والی نظروں سے دیکھا۔وہ کوئی مسائل کھڑے کرنے والا آدمی نہیں لگتا تھا۔چہرے مہرے سے وہ بہت معقول اور پرخلوص آدمی لگتا تھا۔تو چلو، اس کی بات مان لیں۔یہ خوش ہو جائے گا۔اس نے سوچا۔

اس نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔"اپنی آواز دھیمی رکھئے گا۔میرا بیٹا سو چکا ہے"۔

وہ فادر کو نشست گاہ میں لے آئی۔وہ ہمیشہ کی طرح کباڑ خانہ بنا ہوا تھا۔کتابیں اور کاغذات ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔وہ اس پر فادر سے معذرت کرنا چاہتی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 153

پھر اس نے سوچا کہ بن بلائے مہمان کے سامنے صفائی پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس نے فادر کو آرام کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر اپنا کوٹ اتارنے لگی۔

وہ اس سے اس کا مدعا پوچھنے ہی والی تھی کہ وہ شروع ہوگیا۔ ''عقل مندوں نے اسے مسیح کی پیدائش کا جو وقت بتایا تھا، اس نے اپنے آدمی بھیج کر ان تمام بچوں کو قتل کرا دیا جو اس وقت پیدا ہوئے تھے''۔

''یہ آپ کہاں کی ہانک......؟''۔

فادر ڈی کارلو نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''تم نے اپنے پروگرام میں اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ پراسرار طور پر مرنے والے تمام کے تمام بچے نر ہیں''۔

کیٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''لیکن ایک قدر مشترک اور ہے مس رینالڈ''۔ وہ تمام بچے 24 مارچ کے پہلے لمحے یعنی رات بارہ بجے سے صبح چھ بجے کے درمیان پیدا ہوئے تھے اور ایسے بچے جو اس عرصے میں پیدا ہوئے ہوں اور زندہ بھی ہوں، یقین کرو کہ ان کی زندگی بھی خطرے میں ہے۔ انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا''۔

موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا! کیسے کلاسیکی الفاظ ہیں۔ کیٹ نے سوچا۔ یہ شخص تو کوئی کیریکٹر ہے۔

''آپ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ ان تمام بچوں کو قتل کیا گیا ہے؟'' اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''یہ میں کہہ رہا ہوں...... اور یہی حقیقت بھی ہے''۔

''لیکن کون قتل کرے گا معصوم بچوں کو''۔

فادر ڈی کارلو آگے کی طرف جھکا۔ کیٹ کو اس کے اندر ایک ہیجان سا مچلتا نظر آیا۔ اور وہ اسے دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اور اس کی آنکھیں متورم تھیں، جیسے وہ کئی راتوں سے سویا نہ ہو۔ پہلی بار کیٹ فکرمند ہوئی۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ شخص پاگل ہو۔

''وہ پھر پیدا ہوگیا ہے مس رینالڈ۔ اور اب تو دجال...... اینٹی کرائسٹ...... شیطان کا بیٹا بھی زمین پر موجود ہے، جیسا کہ پیش گوئیوں کی کتاب میں بتا دیا گیا تھا''۔

''آئی ایم سوری فادر''۔ کیٹ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں آپ کے عقیدے کا احترام کرتی ہوں۔ لیکن میرا یہ عقیدہ نہیں ہے''۔ اسے افسوس تھا کہ اس نے اس پاگل پادری کو اپنے گھر میں آنے ہی کیوں دیا۔ بہرحال اب تو اسے جانا ہی ہوگا۔

''تم کرسچن نہیں ہو؟''۔

''میں جرنلسٹ ہوں اور صحافت کا پہلا اصول ہر چیز پر شک کرنا ہے۔ میں جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، سورج نکلنے پر بھی یقین نہیں کرتی''۔

پادری اپنا بریف کیس کھولنے لگا۔

کیٹ دل میں خود کو برا بھلا کہنے لگی۔ اب اس نے اسے ایک اور موقع دے دیا تھا۔

پادری نے بریف کیس سے کاغذات کی ایک گڈی نکالی اور اس کی طرف بڑھائی۔ ''لو دیکھ لو۔ یہ رہے ثبوت''۔

کیٹ نے ہچکچاتے ہوئے کاغذات لئے اور اپنی ڈیسک پر رکھ دیئے۔ پھر اس نے ان کا جائزہ لیا۔ وہ پیدائشی اسناد کی نقول تھیں۔ ان پر درج نام اس کیلئے جانے پہچانے تھے۔ وہ آنکھیں سکوڑ کر رہ گئی۔

''یہ میں نے سینٹرل رجسٹری آفس سے حاصل کئے ہیں''۔ فادر ڈی کارلو نے وضاحت کی۔

کیٹ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ یہ اس کے لئے اپنی بات جاری رکھنے کا اشارہ تھا۔

''میں تمہارے ایمان کو نہیں پکار سکتا۔ لیکن تمہارے منطقی ذہن کو تو پکار سکتا ہوں۔ خود سوچو، اس روز پیدا ہونے والے تمام بچوں کے قتل کا بنیادی مقصد صرف ایک بچے کو قتل کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے پہچانتا نہیں''۔

جبلی طور پر کیٹ کو بات درست لگی۔ لیکن وہ چھان بین کے بغیر کسی اتفاق کو تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔ اور پھر یہاں تو شیطان کے بیٹے کی بات ہو رہی تھی۔

''یہ بتائیں کہ دجال کون ہے؟''۔

امریکی سفیر ڈیمین تھورن''۔ پادری نے بلا جھجک کہا۔

کیٹ نے فادر کو دیکھا اور پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔ ''ڈیمین......''۔ وہ اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 154

علیم الحق حقی

کسی کا اس طرح اس کے منہ پر مذاق اڑانا بدتمیزی تھی۔ اور پھر یہاں تو معاملہ ایک پادری کا تھا۔ بڑی مشکل سے اس کی ہنسی تھی۔

''لیکن ڈیمئین کو تو میں جانتی ہوں''۔ اس نے کمزور لہجے میں کہا۔

''تم اس شخص کو جانتی ہو، اس کی روح کو نہیں''۔ فادر ڈی کارلو نے کہا۔ پھر نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ''مس رینالڈ''۔ وہ اب اسے ننھے بچوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔ ''میں مذہبی آدمی ہوں، کوئی جنونی نہیں۔ خدا کا حکم ہے کہ ہم کسی بھی انسان کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دیں۔ اگر مجھے ڈیمئین تھورن کے ابن شیطان ہونے کے بارے میں رائی برابر بھی شبہ ہوتا تو میں کبھی یہ بات منہ سے نہ نکالتا۔ میں چپ رہتا کہ یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو شک و شبے سے بالاتر ہے''۔

کیٹ اس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ اب وہ سنجیدہ تھی۔ پادری کے خلوص اور سچائی نے اسے اپنا اسیر بنا لیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف یوں متوجہ تھے کہ انہیں پیٹر کی آمد کا پتا بھی نہیں چلا، جو دبے پاؤں راہ داری میں چلا آیا تھا اور دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا تھا۔

''میں ڈیمئین تھورن کو 27 سال سے دیکھ رہا ہوں''۔ فادر ڈی کارلو کہہ رہا تھا۔ ''اس وقت سے جب اس کا باپ اسے ختم کرنے کے سلسلے میں مدد مانگنے ہماری خانقاہ میں آیا تھا۔ میں نے اسے بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی تک دیکھا ہے۔ میں نے اسے ان تمام لوگوں کو مٹاتے دیکھا ہے، جو اس کی راہ میں مزاحم ہوئے''۔

پیٹر اور دبک گیا۔ وہ سب کچھ سننا چاہتا تھا۔

''تم ڈیمئین تھورن کو انسان کی حیثیت سے جانتی ہو مس رینالڈ''۔ فادر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے بریف کیس سے ایک فائل نکالی۔ ''ہم نے اس پر جو ریسرچ کی ہے، وہ میں تمہارے مطالعے کے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پوری طمانیت اور آزادی کے ساتھ رائے قائم کرو۔ اور جب حتمی رائے قائم کر لو تو مجھ سے اس پتے پر رابطہ کرو''۔ وہ فائل پر پتا لکھنے لگا۔ ''رابطہ جلد سے جلد کرو۔ وقت کی پروا نہ کرنا...... دن ہو یا رات''۔

کیٹ نے فائل لی اور پادری کو غور سے دیکھا۔ ''فادر...... میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کرتی۔ آپ نے کہا کہ میں ڈیمئین تھورن کو جانتی ہوں، اس کی روح کو نہیں۔ لیکن روح سے تو میں اپنی بھی واقف نہیں۔ کسی اور کی روح کو کیا جانوں گی''۔

''یہ تو تمہیں خدا ہی دکھا سکتا ہے''۔ فادر ڈی کارلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ خوش تھا کہ تشکیک کے اندھیرے میں تیقن کی کرن پھوٹتی دکھائی دے رہی ہے۔ پھر اسے یاد آیا کہ وہ ایک اہم بات اسے بتانا بھول گیا...... ایسی بات جو ممکنہ طور پر اسے قائل کر سکتی ہے۔ ''غور سے سنو مس رینالڈ۔ روح کے علاوہ ایک بیرونی نشانی بھی ہے، جس کی مدد سے تم اسے شناخت کر سکتی ہو۔ وہ تمہیں کتاب پیش گوئی میں ملے گی۔ وہ نشانی تمہیں ڈیمئین تھورن کے بالوں کے نیچے ملے گی۔ وہ شیطان کا برتھ مارک ہے...... چھ کے تین ہندسے...... 666''۔ اس نے کیٹ سے ہاتھ ملایا اور شب بخیر کہہ کر نکل آیا۔ ''خدا تمہاری رہنمائی کرے اور تم درست فیصلہ کر لو''۔ یہ اس کے الوداعی الفاظ تھے۔

پیٹر دبے قدموں تیزی سے دوبارہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

فادر کے جانے کے بعد کیٹ وہ فائل اپنے بیڈ روم میں لے گئی۔ اس کے ذہن میں تجسس اور بے یقینی کی کھچڑی پک رہی تھی۔ بہ ظاہر تو فادر کی بات دیوانے کی بڑ معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن اپنے تجسس کی تسکین کے لئے اس نے فائل کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

بستر پر لیٹ کر وہ فائل کا مطالعہ کرنے لگی۔

فادر نے یوتھ کونسل کے صدر کی حیثیت سے اس کی تقریر کو نشان زد کرتے ہوئے اس پر تبصرہ کیا تھا۔ کیٹ کو انٹرویو کے دوران ڈیمئین کے کہے ہوئے لفظ یاد آ گئے کہ وہ دنیا کے معاملات میں جوان کو زیادہ نمایاں کردار ادا کرتے دیکھنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ اسے ڈیمئین کا جوش یاد آیا۔ اس نے تو لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی تھی۔ اسے ایک کہاوت یاد آئی...... ایک بچے کو چھ سال کی عمر تک مجھے دے دو، وہ ہمیشہ میرا ہی رہے گا۔

کیٹ کو پیٹر کا خیال آیا...... شکار والے دن...... اس کے چہرے پر خون...... وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

فادر ڈی کارلو نے تھورن کارپوریشن کا بروشر بھی فائل میں لگایا تھا۔ اس میں ان ملکوں کی فہرست تھی، جنہیں تھورن کارپوریشن نے امداد دی تھی۔ وہاں تبصرہ کرتے ہوئے فادر ڈی کارلو نے لکھا تھا...... چالیس سال کی عمر تک امریکا کا صدر بن جائے گا۔ (جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 155

کیٹ نے جماہی لیتے ہوئے اپنے ذہن کو صاف کرنے کی کوشش کی۔ یہ پورا معاملہ اسے ایک طرح کا پاگل پن معلوم ہو رہا تھا۔ حالانکہ کبھی کبھی وہ قابل یقین لگنے لگتا تھا۔ لیکن شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ پادری نے اس کے تھکے ہوئے ذہن میں شک کا بیج بو دیا تھا۔ ڈیمین تھورن اور شیطان کا بیٹا! کیسی احمقانہ بات ہے۔ وہ یہ سب کچھ سوچتے سوچتے سو گئی۔ اسے پتا بھی نہیں چلا کہ پیٹر اس کے کمرے میں آیا تھا، اس نے فائل اٹھائی تھی اور وہ فائل پر لکھے پتے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا تھا۔

............x............

''یہ بتائیں، ان لاشوں کا کیا کروں؟'' فلٹ نے ٹیمز سے پوچھا

''ان کے پیروں سے بھاری وزن باندھو اور انہیں دو سو میل دور لے جا کر اوقیانوس میں غرق کر دو'' ٹیمز نے بلا جھجک کہا۔

''بہت بہتر'' فلٹ نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

ٹیمز بینیڈر وان لوون کی طرف مڑا۔ ''لو شہزادی، یہ معاملہ بھی نمٹ گیا۔ اب ہم آزاد ہیں''۔

پاؤلین اس کی طرف بڑھی اور اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ ''میں نے تمہیں بہت مس کیا ہے جان''۔

''میں نے بھی......''۔

''مہینے میں ایک بار چھپ کر ملنا بہت برا لگتا تھا...... خاص طور پر اس صورت میں کہ میں جانتی تھی کہ اب جدا ہونا ہے''۔

ٹیمز نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ ''مگر اب ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ ہمیں بس تین چار مہینے انتظار کرنا ہوگا۔ تمہارے آنجہانی شوہر کا احترام بھی تو ضروری ہے۔ اور پھر اس کے بعد ہم شادی کر لیں گے''۔

وہ مسکرائی۔ ''نہیں، سوگ کیلئے صرف ایک مہینہ کافی ہے''۔

ٹیمز نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''چلو ٹھیک ہے''۔

''کل میں نے سینیٹ کی نشست سے استعفاد ے دیا۔ وہاں سب کو احساس ہے کہ شوہر کی موت نے مجھے کتنا دل شکستہ کر دیا ہے''۔

''بہت خوب۔ تو اب ہم دونوں کھل کر مل سکتے ہیں۔ اب میں تمہیں کے آئی جی میں ایک ایسی چیز دکھاؤں گا، جو پہلے نہیں دکھا سکا''

............x............

ٹیمز اور پاؤلین سرخ اینٹوں سے بنی عمارت میں تھے۔ وہ اسٹیل کے اس ٹھوس دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے عین وسط میں ایک خلا تھا۔ ٹیمز ایک بھاری انگوٹھی پہنے ہوئے تھا، جس پر ایک یونانی جنگجو کے چہرے کی شبیہہ ابھاری گئی تھی۔

پاؤلین دیکھتی رہی۔ ٹیمز نے انگوٹھی کو اس دروازے کے خلا میں داخل کیا...... اور اچانک دروازہ کھلنے لگا۔ وہ ایک بہت بڑا کمرا تھا، جہاں بڑے بڑے کمپیوٹر اور ٹیلی وژن اسکرین تھے۔ سامنے والی دیوار پر جنریٹر اور الیکٹرونکس تھے۔ وہ سب درمیان میں ایک کنٹرول پینل سے منسلک تھے۔

''یہ گراؤنڈ زیرو ہے''۔ ٹیمز نے کہا۔ ''یہ ہمارے پاس وہ چیز ہے جو زندگی کو ہمیشہ کے لئے بدل دے گی۔ یہ کمرا دراصل ایک سیٹلائٹ سسٹم کا کمانڈ سینٹر ہے۔ یہاں سے دنیا کے کسی بھی حصے میں موسم کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ ہم کہیں بھی طوفان لا سکتے ہیں۔ ہم بارش روک کر کسی بھی علاقے کو خشک سالی اور قحط میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ ہم کسی بھی ایئرپورٹ پر دھند طاری کر کے اسے معطل کر سکتے ہیں۔ ہم بڑے بڑے طوفان اور سائیکلون تخلیق کر سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں دنیا کی معیشت رک جائے''۔ وہ مسکرایا۔ ''تم جانتی ہو۔ کئی موقعوں پر میں اپنی طاقت کا عملی مظاہرہ کر چکا ہوں۔ موسم پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے کئی ممالک کام کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے ہیں''۔

ٹیمز نے ایک بٹن دبایا۔ ایک بڑا ٹی وی اسکرین روشن ہو گیا۔ ''یہ جو کچھ تم دیکھ رہی ہو، یہ ہماری فوج کے ایک خواب کی ترقی یافتہ تعبیر ہے''۔ اس نے سر گھما کر پاؤلین کو دیکھا اور مسکرایا۔ ''پراِئما میں بس گرین ہاؤس افیکٹ کی کمی تھی، جو میرے مکمل کنٹرول کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ اس مسئلے کو تم نے بے حد خوب صورتی سے حل کر دیا۔ جانتی ہو، اس پروجیکٹ کا خالق کون ہے؟'' اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''میرا بھائی اینڈریو۔ بلاشبہ وہ جینیئس تھا''۔

پاؤلین تمام آلات کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مشین سے موسم کو کیسے کنٹرول کیا جاتا ہے؟''۔

''سادہ سی بات ہے کہ گرم ہوا اوپر کی جانب اٹھتی ہے...... سرد ہوا کی طرف۔ اور اگر فضا میں نمی ہو......''۔

''اب تم استاد بننے کی کوشش کر رہے ہو جان''۔

''سوری۔ لیکن تفصیل سے بتاؤں تو یہ بہت پیچیدہ معاملہ ہے''

''میں سن رہی ہوں''۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر:156

علیم الحق حقی

''یہ ذرا ٹیکنیکل معاملہ ہے۔میرے بھائی اینڈریو نے نانوٹیکنالوجی تخلیق کی۔اس سے مائیکروویو لیزر بنی۔جب اسے زمین کی موسمیاتی فضا میں فائر کیا جاتا ہے تو فری فورمنگ آکسیجن بنتی ہے۔وہ ہائیڈروجن کے ساتھ مل کر اوزون اور پانی بناتی ہے۔آزاد آکسیجن جب فضا میں شامل ہوتی ہے تو...... اسی لئے اسے O2 کہا جاتا ہے۔میرے بھائی نے دریافت کیا کہ اگر خلا سے موسمیاتی فضا میں لیزر کو فائر کیا جائے تو آزاد آکسیجن ہائیڈروجن کے دوایٹوں کے ساتھ مل کر اوزون بناتی ہے...... O3 اور پانی H2O''۔

''میں اب بھی نہیں سمجھ پائی کہ کیسے......''۔

''موسم کو تحرک دینے والی چیز پانی ہے۔اینڈریو نے بڑے پیانے پر تجربات کئے۔ان کے نتیجے میں ضمنی طور پر اتنی بڑی مقدار میں پانی پیدا ہوا کہ ہوا کا رخ بدل گیا۔مزید لیزر ریزید ہوا۔پانی اور ہوا پر کنٹرول حاصل کر لو تو موسم کا جن خود بخود قابو میں آجاتا ہے''۔وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔پھر اس نے سلسلہ کلام جوڑا۔''جب مجھے پتا چلا کہ ٹوکیو میں اکیرا آکسوا اور زیورخ میں میڈ یلین اسمتھ اس مسئلے کو حل کرنے کے قریب ہیں تو میں نے انہیں پرکشش آفرز کیں۔لیکن انہوں نے میری پیشکش ٹھکرا دی۔میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ چار ٹاپ کے ماہر موسمیات میرے ساتھ کام کر رہے تھے''۔

''ہاں''۔

''وہ بھی اپنے کام کے ماہر تھے۔برن میں فرانز وربرگ،پیرس میں مارک ہیرس،وینکوور میں گیری رینالڈ اور نیویارک میں رچرڈ اسٹیونز۔میں نے ان میں سے ہر ایک کو موسمیاتی کنٹرول سے متعلق الگ الگ مسائل کے حل پر مامور کیا تھا۔میرا خیال تھا کہ کیونکہ وہ مختلف ممالک میں ہیں،اس لئے وہ کڑیاں نہیں ملا سکیں گے...... یہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ اصل میں پروجیکٹ کا بنیادی مقصد کیا ہے۔لیکن نجانے کیسے انہوں نے سمجھ لیا۔وہ مجھ سے ملنے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ اس سلسلے میں میرا کیا منصوبہ ہے۔میں نے انہیں کہہ دیا کہ میں یہ پروجیکٹ اپنی حکومت کو ہرگز نہیں دوں گا۔اس پر انہوں نے اعتراض کیا اور خود ہی واشنگٹن جانے کا فیصلہ کر لیا۔وہ وہاں کسی مقتدر شخصیت سے مل کر اسے پرائما کے بارے میں بتانا چاہتے تھے۔وہ کس سے ملتے،مجھے اس سے غرض نہیں تھی۔کیونکہ میں انہیں راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔خوش قسمتی سے انہوں نے تمہیں منتخب کیا۔کیونکہ تم سینیٹ کی ماحولیاتی کمیٹی کی سربراہ تھیں۔یہ ہے پورا معاملہ۔خیر...... اب ذرا اسکرین پر دیکھو......''۔

ایک کمپیوٹر اسکرین پر دنیا کا نقشہ نمودار ہو گیا تھا۔اس میں نقطے،خطوط اور دیگر علامات بھی تھیں۔ٹینر ایک سوئچ کو گھمانے لگا۔نقشے کا فوکس بدلنے لگا۔مختلف ممالک...... اور پھر پرتگال نمایاں ہو گیا۔

''پرتگال کی زرعی وادیوں کو پانی اسپین سے اوقیانوس کی طرف بہنے والے دریا فراہم کرتے ہیں...... ذرا تصور کرو کہ اگر مسلسل بارش ہونے لگے تو پرتگال کی ان زرعی وادیوں کا کیا حشر ہو گا۔وہ غرق ہو جائیں گی نا''۔

ٹینر نے ایک بٹن دبایا اور ایک بہت بڑے اسکرین پر گلابی رنگ کا ایک بہت بڑا محل ابھرا۔محل کے ہرے بھرے باغیچوں میں دھوپ اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔محل کے باہر چمکیلی وردیاں پہنے پہرے دار ڈیوٹی دے رہے تھے۔

''یہ وہاں کا صدارتی محل ہے''۔ٹینر نے کہا۔

اب اسکرین پر محل کے اندر طعام گاہ کا منظر نظر آ رہا تھا۔وہاں ایک فیملی ناشتے میں مصروف تھی۔

''یہ پرتگال کا صدر،اس کی بیوی اور دو بچے ہیں۔یہ جب بات کریں گے تو وہ پرتگیزی زبان میں ہو گی۔لیکن تمہیں انگریزی سنائی دے گی۔اس محل میں ہمارے درجنوں نانو کیمرے اور مائیکروفون نصب ہیں۔صدر کو اس سلسلے میں کچھ علم نہیں۔لیکن اس کا ہیڈ سیکورٹی گارڈ میرا تنخواہ دار ملازم ہے''۔

ایک ملازم صدر سے کہہ رہا تھا۔''صبح گیارہ بجے آپ کی ایک ایمبیسی میں میٹنگ ہے۔پھر آپ کو لیبر یونین کے اجلاس سے خطاب کرنا ہے۔ایک بجے میوزیم میں لنچ ہے۔اور آج شام اسٹیٹ ڈنر ہے''۔

کھانے کی میز پر رکھے فون کی گھنٹی بجی۔صدر نے ریسیور اٹھایا۔''ہیلو؟''۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

ٹیمز نے کہا۔ ''جناب صدر......'' ۔دوسری طرف اس کی آواز پرتگیزی زبان بول رہی تھی۔

صدر بری طرح چونکا۔ ''کون......کون بول رہا ہے؟'' ۔

''ایک دوست'' ۔

''تمہیں میرا پرائیویٹ نمبر کیسے ملا؟'' ۔

''اس کی کوئی اہمیت نہیں ۔تم میری بات دھیان سے سنو۔ مجھے تمہارے ملک سے بہت محبت ہے اور میں اسے تباہ ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر تم ان خوف ناک طوفانوں سے بچنا چاہتے ہو، جو تمہارے ملک کو دنیا کے نقشے سے مٹانے والے ہیں تو مجھے دو بلین ڈالر مالیت کا سونا بھجوادو۔ اگر تم اس وقت جواب دینے کے موڈ میں نہیں ہو تو میں تمہیں تین دن بعد فون کروں گا'' ۔

انہوں نے اسکرین پر دیکھا۔ صدر نے ریسیور پٹخ دیا تھا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ ''کسی پاگل کو میرا پرائیویٹ فون نمبر مل گیا ہے۔ پاگل خانے سے بھاگا ہوا لگتا ہے'' ۔

ٹیمز نے پاؤلین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تین دن پرانی ریکارڈنگ ہے۔ اب میں تمہیں کل کی گفتگو سنواتا ہوں'' ۔

اسکرین پر پھر گلابی محل کی تصویر ابھری...... اور پھر باغات۔ لیکن اب وہاں طوفانی بارش ہو رہی تھی۔ ساتھ میں زبردست گرج چمک بھی ہو رہی تھی۔ ٹیمز نے ایک بٹن دبایا اور اسکرین پر صدر کے آفس کا منظر ابھر آیا۔ وہ کانفرنس ٹیبل پر تھا۔ اس کے چھ سات معاونین سب کے سب ایک ساتھ بول رہے تھے۔ صدر کے چہرے پر گمبھیرتا تھی۔

اسی وقت میز پر رکھے فون کی گھنٹی بجی۔

''اب دیکھو'' ۔ٹیمز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

صدر نے ریسیور اٹھایا۔ ''ہیلو......؟'' ۔

''گڈ مارننگ جناب صدر۔ کیا حال......؟'' ۔

''تم میرے ملک کو تباہ کر رہے ہو۔ کھیت زیرِ آب آ گئے۔ ساری فصلیں تباہ ہو گئیں۔ ہمارے گاؤں......'' ۔وہ کہتے کہتے رکا اور اس نے ایک گہری سانس لی۔ ''یہ سب کچھ کب تک ہوتا رہے گا'' ۔اس کی آواز میں ہسٹیریائی کیفیت تھی۔

''جب تک مجھے دو بلین ڈالر نہیں مل جاتے'' ۔ٹیمز کی آواز ابھری

صدر دانت پیسنے لگا۔ ایک پل کو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر بولا۔ ''اور تب تم اس طوفان کو روک دو گے؟'' ۔

''جی ہاں'' ۔

''رقم آپ کو کس طرح پہنچائی جائے؟'' ۔

ٹیمز نے ٹی وی کو آف کر دیا۔ ''دیکھا شہزادی، یہ کام کتنا آسان ہے۔ رقم ہمیں مل چکی ہے۔ اب میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ پرائما اور کیا کچھ کر سکتی ہے۔ یہ ہمارے ابتدائی تجربات ہیں...... دیکھو'' ۔

اس نے ایک اور بٹن دبایا۔ اسکرین پر ایک چنگھاڑتے ہوئے طوفان کا منظر نظر آیا۔ ''یہ جاپان میں ہو رہا ہے'' ۔اس نے کہا۔ ''اور یاد رہے کہ اس مہینے میں وہاں ہمیشہ موسم پرسکون ہوتا ہے'' ۔

اس نے ایک اور بٹن دبایا۔ ایک اور طوفان کا منظر...... ''یہ فلوریڈا ہے۔ اس وقت جون کے مہینے میں وہاں درجہ حرارت نقطہ انجماد کے قریب ہے۔ تمام فصلوں کا صفایا ہو چکا ہے'' ۔

اس نے ایک اور بٹن دبایا۔ اس بار وہ ہوا اور گرد کا بگولا تھا جو عمارات سے ٹکرا رہا تھا۔ ''یہ برازیل ہے۔ دیکھ لیا تم نے۔ پرائما کچھ بھی کر سکتی ہے'' ۔

پاؤلین نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''تمہاری طرح۔ تم بھی تو کچھ بھی کر سکتے ہو'' ۔

ٹیمز نے ٹی وی کو آف کر دیا۔ پھر اس نے ڈی وی ڈی کے تین پیس پاؤلین کو دکھائے۔ ''یہ تین اور دلچسپ تر گفتگوئیں ہیں...... ایک پیرو سے، دوسری میکسیکو اور تیسری اٹلی سے۔ تمہیں معلوم ہے، سونا کیسے وصول کیا جاتا ہے۔ ہم ان کے بینکوں پر ٹرک بھیجتے ہیں اور وہ ان پر سونا لادوا دیتے ہیں۔ میں نے انہیں خبردار کر دیا ہے کہ اگر انہوں نے یہ پتا چلانے کی کوشش کی کہ سونا کہاں جا رہا ہے تو انہیں اور بدتر طوفان کا سامنا کرنا ہو گا۔ اور وہ طوفان رکے گا بھی نہیں''

پاؤلین نے اسے پرتشویش نظروں سے دیکھا۔ ''ٹیمز...... وہ کسی طرح تمہاری کال بھی تو ٹریس کر سکتے ہیں'' ۔

''ضرور'' ۔ٹیمز نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''پہلی کوشش میں وہ ایک چرچ تک پہنچیں گے۔ دوسری میں ایک اسکول۔ اور تیسری کوشش کے نتیجے میں وہ ایک اور طوفان بھگتیں گے'' ۔

پاؤلین بھی ہنسنے لگی۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور اینڈریو اندر آیا۔ ''یہ میرا بھائی اینڈریو کنگسلے ہے'' ۔ٹیمز نے پاؤلین کو بتایا۔

اینڈریو پاؤلین کو گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن تھی۔ ''تم مجھے جانی پہچانی لگتی ہو'' ۔اس نے کہا اور اس کے چہرے پر گہرے ارتکاز کا تاثر ابھرا۔ پھر اچانک اس کا چہرہ جیسے کھل اٹھا۔ ''ہاں...... یاد آیا۔ تم اور ٹیمز تو شادی کرنے والے تھے۔ اور میں ٹیمز کا شہ بالا تھا۔ میں پہچان گیا۔ تم شہزادی ہو'' ۔

''بہت خوب اینڈریو'' ۔پاؤلین نے کہا۔

''لیکن پھر تم چلی گئی تھیں۔ تمہیں ٹیمز سے محبت نہیں تھی'' ۔

ٹیمز نے جلدی سے مداخلت کی۔ ''میں تمہیں بتاتا ہوں۔ یہ اس لئے چلی گئی تھی۔ کیونکہ یہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔'' اس نے پاؤلین کا ہاتھ تھام لیا۔ ''اس نے اپنی شادی کے اگلے روز مجھے فون کیا تھا۔ اس نے ایک دولت مند اور بااثر شخص سے شادی کی تھی۔ تاکہ کے آئی جی کی مدد کر سکے۔ یہی تو ہماری ترقی کا راز ہے۔ مہینے میں ایک بار ہم سب سے چھپ کر ملتے تھے۔'' ٹیمز کے لہجے میں فخر تھا۔ ''پھر اسے سیاست میں دلچسپی ہو گئی اور یہ سینیٹر بن گئی۔''

''لیکن...... لیکن وہ...... وہ سباستینا......'' اینڈریو ذہن پر زور دے رہا تھا۔

''سباستینا کورٹیز'' ۔ٹیمز نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''وہ تو ایک چال تھی۔ تاکہ اصلیت چھپی رہے۔ میں نے آفس میں سب کو یقین دلا دیا تھا کہ اس کے ساتھ میرا چکر چل رہا ہے۔ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے اور شہزادی کے بارے میں کسی کو شک بھی ہو۔''

''اوہ...... اب میں سمجھا'' ۔اینڈریو نے کہا۔

''یہاں آؤ اینڈریو'' ۔ٹیمز نے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے پرائما کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ''یہ تمہیں یاد ہے؟ اس کی تخلیق میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے۔ اب یہ مکمل ہو چکی ہے......''

''پرائما......!'' اینڈریو نے کہا اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

ٹیمز نے ایک بٹن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ موسم کنٹرول کرنے کا بٹن ہے۔'' اس نے دوسرے بٹن کی طرف اشارہ کیا۔ ''اور یہ لوکیشن کا۔ دیکھا تم نے، ہم نے اسے کتنا سادہ اور آسان بنا دیا۔''

''ہاں...... مجھے یاد ہے......'' اینڈریو نے زیرِ لب کہا۔

ٹیمز پاؤلین کی طرف مڑا۔ ''یہ تو محض آغاز ہے شہزادی۔'' اس نے اسے باہوں میں بھر لیا۔ ''میں مزید تیس ملکوں پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ تم نے جو چاہا تھا، وہ سب مل گیا تمہیں۔ دولت بھی اور طاقت بھی......''

''یہ کمپیوٹر تو بہت قیمتی......''

''دو کمپیوٹر کہو۔ میرے پاس ایک سرپرائز ہے تمہارے لئے۔ تم نے جنوبی بحرالکاہل میں ٹاموآ جزیرے کا نام سنا ہے......؟''

''نہیں تو۔''

''وہ ہم نے خرید لیا ہے۔ اس کا رقبہ 60 مربع میل ہے اور وہ خوابوں سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔ وہاں بجرے کیلئے بندرگاہ بھی ہے اور جہاز کے لینڈ کرنے کے لئے رن وے بھی ہے اور وہاں پرائما 2 بھی ہے......''

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

قسط نمبر: 158

پاؤلین نے کہا۔ ''یعنی بالکل ایسی ہی ایک اور مشین......؟''

''ہاں۔ اور وہ زیر زمین ہے۔ اسے کوئی تلاش نہیں کر سکتا۔''

اچانک پاؤلین کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ ''لیکن جب ڈیمین تھورن کو اندازہ ہوگا کہ تم کیا کر رہے ہو تو وہ...... وہ بہت خطرناک اور طاقتور آدمی ہے جان۔''

''اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں رہی اور ابھی تو اسے معلوم بھی نہیں کہ ہم کیا کر چکے ہیں اور جب اسے پتا چلے گا تو ہم اپنے جزیرے پر ہوں گے۔ اور وہ ہمیں ڈھونڈ بھی نہیں سکے گا۔''

''مجھے اس سے ڈر لگتا......''

''مت ڈرو اس سے۔ ہم اسے جس حد تک استعمال کر سکتے تھے، کر چکے۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے ہمیں۔ ہم اس کے لئے کیوں کچھ کریں۔ بھول جاؤ اسے......''

ہاروے ڈین وہ علامات خوب پہچانتا تھا۔ اسے کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ اپنے خوابوں سے وہ خوف زدہ تھا۔ لیکن اسے جاگنے سے بھی ڈر لگتا تھا۔ وہ کام پر جانے سے بھی ڈرتا تھا۔ ڈیمین تھورن کی موجودگی میں وہ اعصاب زدہ رہتا تھا۔ اس نے ان مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی حل سوجھ بھی نہیں رہا تھا۔ وہ کہیں بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے تو اپنی جگہ جم کر بیٹھنا اور بہتری کی امید رکھنا تھا۔ اس کا مستقبل اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس کی خوشیاں اس کے نہیں، کسی اور کے اختیار میں تھیں۔

مسئلہ یہ تھا کہ اس نے جان لیا تھا کہ وہ اپنے نومولود بیٹے کو دیوانہ وار چاہتا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک...... اس کے گھونگھریالے بالوں سے لے کر کھلونے جیسے پیروں کے ننھے منے ناخنوں تک اس کے عشق میں مبتلا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو باربرا سے کہیں بڑھ کر چاہتا تھا۔ جتنی محبت اسے ڈیمین سے تھی، اس سے کہیں زیادہ محبت اپنے نومولود بیٹے سے تھی۔ لیکن اگر وہ اپنے بیٹے کو لے کر بھاگتا تو دنیا میں کہیں بھی نہیں چھپ سکتا۔ وہ ہر قیمت پر اسے ڈھونڈ لیں گے۔ وہ پاتال سے بھی اسے ڈھونڈ نکالیں گے اور اس کا بھاگنا اس کی بے وفائی کا ثبوت ہوگا اور ڈیمین تھورن کے نزدیک بے وفائی بدترین جرم تھی۔

دیگر مسائل اس کے علاوہ تھے۔ اسرائیلی آپریشن میں بھی گڑبڑ ہوگئی تھی۔ دوسری طرف پرتگال میں بے موسم کی خوفناک بارشیں تین دن تک جاری رہی تھیں اور جب ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ملک ہی غرق ہو جائے گا تو وہ بارش اچانک ہی تھم گئی تھی۔ اٹلی، برازیل اور میکسیکو سے بھی موسم سے متعلق غیر معمولی خطرناک خبریں آ رہی تھیں۔ رابطے پر کہیں سے کوئی یقینی خبر نہیں ملی تھی۔ لیکن صاف اندازہ ہوتا تھا کہ پیٹر کنکسلے کا کیا دھرا ہے۔ لگتا تھا کہ اس نے اپنی مشین سے فائدہ اٹھا کر ساری دنیا کو لوٹنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ انسان دولت کی ہوس میں مبتلا ہو جائے تو اس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ پیٹر ڈیمین جیسے آقا سے باغی ہو گیا تھا۔

مگر ڈیمین کو ان دنوں 24 مارچ کو پیدا ہونے والے بچوں کے خاتمے کے علاوہ کسی اور بات کی پروا نہیں تھی۔ اس نے پیٹر کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اسے اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں تھی کہ پراکما نامی وہ کمپیوٹر اس کے مقاصد کے لئے کتنا اہم تھا۔ وہ تو اس وقت جان ہے تو جہان ہے والے محاورے پر عمل کر رہا تھا۔ لیکن مستقبل میں کسی بھی وقت وہ ہاروے ڈین سے اس سلسلے میں جواب طلبی کر سکتا تھا کہ پیٹر کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی گئی۔

اس نے ریسیور رکھا اور ڈیمین سے کہا۔ ''اسرائیلی اب شریڈر کی تلاش میں ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے پکڑ کر اس سے حقیقت اگلوائیں، ہمیں شریڈر کو خود ہی ٹھکانے لگانا ہوگا۔''

ڈیمین نے کاغذات سے نظریں اٹھائے بغیر بے پروائی سے کہا۔ ''جو کرنا ہے، کر گزرو۔''

''لیکن ہم اس تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔'' ہاروے ڈین کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔ ''وہ تل ابیب میں پھنسا ہوا ہے۔ ڈیمین، صرف تم ہی اس سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو۔''

''تم خود بھی نمٹا سکتے ہو اس معاملے کو۔''

''لیکن میں نے بتایا نا کہ وہ......''

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر:159 علیم الحق حقی

''میں نے بھی تو تمہیں کچھ بتایا ہے نا۔'' بالآخر ڈیمین نے نظریں اٹھائیں اور ہاروے ڈین کو گھورنے لگا۔ اس کی آنکھیں جیسے اس کے وجود کو ٹٹول رہی تھیں ''میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ جب تک نزارین زندہ ہے، میری طاقت روز بروز کم ہوتی رہے گی۔''

ہاروے ڈین کے حلق میں گولا سا پھنس گیا۔ وہ دل میں خود کو برا کہنے لگا۔ آخر اسے کچھ بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بات پھر اسی موضوع پر پہنچ گئی نا۔ بس اس کی سنتے رہو۔ کچھ بولو مت۔ اس نے خود کو سمجھایا۔

''کتنے بچے ابھی تک زندہ ہیں؟'' ڈیمین نے پوچھا۔

''صرف ایک یا دو۔'' بس اب یہ موضوع ختم کرو...... وہ دل ہی دل میں التجا کر رہا تھا۔

''ان میں تمہارا بیٹا بھی ہے؟''

''میرا بیٹا؟'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''بات سنو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ 23 مارچ کے آخری گھنٹے میں پیدا ہوا تھا۔ میری بات کا یقین کرو ڈیمین......''

''نزارین کو ختم کر دو۔ مجھے خود بہ خود تمہاری بات کا یقین آ جائے گا۔''

فون کی گھنٹی بجی۔ ہاروے ڈین نے جلدی سے ریسیور اٹھالیا۔ اس کے انداز میں شکر گزاری تھی۔ وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھا۔

دوسری طرف سے بلیپ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ کون ہے، جو سکہ ڈال کر کسی فون بوتھ سے کال کر رہا ہے۔ ہاروے ڈین کا ذہن الجھنے لگا۔ ایسے کسی شخص کو یہ نمبر کیسے مل گیا؟

''ہاں؟ کون......؟'' اس کے چہرے پر بھی الجھن تھی۔

دوسری طرف کی بات سننے کے بعد وہ ڈیمین کی طرف مڑا۔ ''کیٹ رینالڈ کے بیٹے کا فون ہے۔ کسی فون بوتھ سے کال کر رہا ہے وہ۔''

ڈیمین اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

''اسے یہ نمبر کیسے ملا؟'' ہاروے ڈین نے پوچھا۔

''میں نے دیا تھا۔'' ڈیمین نے نخوت سے کہا۔

ڈین نے کندھے جھٹکے اور دل ہی دل میں اپنے تجسس کو کوسنے لگا۔ یہ تجسس کسی دن اسے مروا دے گا۔

اب وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ فون پر ہونے والی گفتگو نہیں سن رہا ہے۔

''تم اس کا پیچھا کرو۔'' ڈیمین فون پر کہہ رہا تھا۔ ''اور خیال رکھنا کہ اسے تعاقب کا پتا نہ چلے......''

ڈیمین لڑکے سے کس کا تعاقب کرنے کو کہہ رہا ہے؟ اور وہ بھی اتنی احتیاط سے! کیوں؟ پھر ہاروے ڈین نے سوچا جہنم میں جائے۔ مجھے کیا۔

ڈیمین نے فون رکھا تو ہاروے ڈین فوراً ہی ایک مختلف موضوع پر شروع ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بات پھر اسی طرف جائے۔

''ڈیمین...... ذرا محتاط رہو۔'' اس نے کہا۔ ''صبح اس کی ماں نے فون کیا تھا۔ تم سے ملنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے ٹال تو دیا۔ لیکن......''

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔'' ڈیمین نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ''میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ عورت خطرناک ہے ڈیمین۔'' ہاروے بولا۔ ''اس کے پروگرام کی وجہ سے پہلے ہی مسائل سر اٹھا رہے ہیں۔ اس نے بچوں کی اموات کے سلسلے میں......''

''یہ فیصلہ مجھے کرنا ہے کہ کون خطرناک ہے اور کون نہیں۔'' ڈیمین کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ ''اب اسے فون کرو اور کہو کہ شام کو مجھ سے گھر پر ملے۔ مگر ہاں...... اسے پیٹر کے فون کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔''

ہاروے نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''جو تمہاری مرضی باس۔''

ڈیمین کمرے سے نکلا تو ہاروے ڈین قدرے پرسکون ہو گیا......

ہاروے ڈین اس رات آفس سے جلدی نکل آیا۔ اس کا دماغ خوف اور پریشانی سے دھندلا رہا تھا۔ وہ بے دھیانی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ پہاڑی پر پہنچا تو تازہ ہوا نے دماغ کی دھندلاہٹ کو کچھ کم کر دیا۔

اسے خوشی تھی کہ وہ گھر جا رہا ہے۔ بس کاش وہاں ٹیلی فون نہ ہوتا...... ڈیمین تھورن سے کوئی رابطہ نہ ہوتا۔ بس وہ گھر میں داخل ہوتا، دروازہ بند کرتا اور باہر کی دنیا سے پوری طرح کٹ جاتا۔ وہ اور باربرا ڈنر کرتے اور جلدی سو جاتے باربرا ذہین ہے، قدامت پسند ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ وہ اسے بے حد محبوب بھی تو ہے اور وہ کھلی عورت ہے...... کوئی پیچیدہ بند گلی نہیں۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے۔

اس نے کار گیراج میں پارک کی، گھر میں داخل ہوا اور سیڑھیوں کے نیچے کھڑے ہو کر آواز لگائی۔

کوئی جواب نہیں ملا۔

وہ کچن میں گیا۔ ڈائننگ روم میں دیکھا۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ ممکن ہے، باربرا کہیں گئی ہوئی ہو۔ لیکن عام طور پر وہ جاتی تو کوئی اطلاعی نوٹ چھوڑ کر جاتی تھی۔

اس نے اپنے لئے ڈرنک بنایا اور سیڑھیاں چڑھ کر اپنی اسٹڈی میں گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر کی افراتفری دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

باربرا کرسی پر بیٹھی تھی۔ بچہ اس کی گود میں تھا۔ فرش پر کاغذات ہی کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی فائلنگ کیبنٹس کھلی تھیں۔ درازیں باہر نکلی پڑی تھیں۔

''یہ...... یہ سب کیا ہے......؟'' اس نے کراہتے ہوئے کہا اور آگے بڑھا۔

باربرا نے کرسی گھما کر اس کا سامنا کیا اور بچے کو سینے سے لپٹاتے ہوئے اس پر چلائی۔ اس کے چہرے پر دہکتی ہوئی نفرت تھی اور متورم آنکھوں میں آنسو تھے۔ ''میرے قریب مت آنا...... قاتل!'' وہ چلائی اور اس کے لہجے میں بے پناہ نفرت تھی۔

ہاروے ڈین گنگ ہو کر رہ گیا۔ اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔

''پاگل ہو گئی ہو؟'' ہاروے ڈین نے کہا اور آگے بڑھا۔

مگر باربرا نے ہاتھ بڑھا کر کاغذ کاٹنے والا چاقو اٹھایا اور تان لیا۔

ڈین گھبرا کر رک گیا۔ وہ شاک میں تھا۔ اس کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا

''تم بچے کو انگلی بھی لگاؤ گے تو میں تمہارے ٹکڑے کر ڈالوں گی۔'' باربرا نے کہا۔ ''ویسے ہی جیسے تم نے ان معصوم بچوں کے ٹکڑے کیے ہیں۔''

ہاروے نے منہ کھولا۔ لیکن کوئی آواز نہیں نکلی۔

''سہ پہر کے وقت ایک پادری آیا تھا۔'' باربرا نے کہا۔ ''وہ مجھے ڈیمین تھورن کی طرف سے خبردار کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ درحقیقت ڈیمین تھورن کون ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ ڈیمین نے 24 مارچ کو پیدا ہونے والے تمام بچوں کو قتل کرایا ہے ......اور یہ کہ میرا بچہ بھی خطرے میں ہے۔''

انکار کر دو...... تردید کر دو...... ڈین کا دماغ اسے تلقین کر رہا تھا۔ ہر بات کی تردید کر دو۔ پھر وہ بولا تو اس کی آواز بھرائی ہوئی، مکروہ آواز تھی۔ ''تم مجھے یہ بتا رہی ہو کہ تم نے کسی مذہبی جنونی کی بات پر یقین......''

''نہیں''۔ باربرا چاقو لہراتے ہوئے چلائی۔ ''مجھے ثبوت بھی مل گیا۔'' یہ کہہ کر اس نے مقتول بچوں کی پیدائشی اسناد کی نقول کا پلندہ لہرایا۔

اب اس کے جواب میں کیا کہا جا سکتا تھا۔ ہاروے ڈین نے سر جھٹکا اور یوں پلکیں جھپکائیں جیسے کسی نے اس کے جبڑے پر پوری طاقت سے گھونسہ دے مارا ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کہے اور کیا کرے۔

باربرا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا غصہ معدوم ہو گیا تھا۔ مگر اب اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

''خدا کے لئے ہاروے...... تمہیں ڈیمین کو ختم کرنے میں اس پادری کی مدد کرنی چاہئے۔''

ہاروے نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور سر کو تفہیمی جنبش دی۔

اس کے اس ردعمل پر باربرا کا حوصلہ بڑھا۔ وہ اس کی طرف لپکی۔ ''پادری کا کہنا ہے کہ تم یہ کام کر سکتے ہو۔ کیونکہ ڈیمین تم پر بھروسہ کرتا ہے۔ پلیز ہاروے، اس پادری سے رابطہ کرو۔ خدا کے لئے ہاروے...... اور خدا کے لئے نہیں تو اپنے بیٹے کے لئے...... کچھ کرو ہاروے......''

ہاروے نے کھینچ کر اسے خود سے لپٹا لیا۔ بچہ مسکراتے ہوئے، ہاروے ڈین کے بال کھینچ رہا تھا۔

پہلے کیلی کی آنکھ کھلی۔ تہ خانے کے فرش پر وہ برہنہ پشت کے بل لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں، جو آٹھ انچ کی زنجیر کی مدد سے دیوار میں لگے ہک سے منسلک تھیں۔ کمرے کی افتادہ تر دیوار میں ایک کھڑکی تھی، جو بند تھی۔ ایک بھاری دروازہ تھا۔ وہ بھی بند تھا۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ڈیانا اس کے برابر ہی پڑی تھی اور وہ بھی اسی حال میں تھی۔ ایک کونے میں ان دونوں کے لباس پڑے تھے۔

پھر ڈیانا کو ہوش آنے لگا۔ ''ہم کہاں ہیں؟'' اس نے غنودہ آواز میں کہا۔

''ہم شاید جہنم میں ہیں پارٹنر۔'' کیلی نے جواب دیا۔

کیلی نے زور لگا کر دیکھا۔ مگر ہتھکڑیاں مضبوط تھیں۔ بس اتنی گنجائش تھی کہ وہ اپنے ہاتھ چار پانچ انچ تک اٹھا سکتی تھی۔ ''ہم نہایت اطمینان سے خود چل کر ان کے بچھائے ہوئے جال میں آ گئے۔'' اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

''تم جانتی ہو، مجھے اس میں زیادہ بری بات کیا لگی؟''

کیلی نے کمرے کا جائزہ لیا اور سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''بدترین بات یہ ہے کہ وہ جیت گئے۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''ہمیں معلوم ہے کہ انہوں نے ہمارے شوہروں کو کیوں قتل کیا اور ہمیں بھی اسی وجہ سے قتل کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم یہ راز دنیا کو نہیں بتا سکتے۔ وہ صاف بچ نکلیں گے۔ میز نے ٹھیک کہا تھا۔ قسمت ہمارا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔''

''نہیں...... ایسا نہیں ہے۔''

انہوں نے چونک کر دیکھا۔ دروازہ کھل گیا تھا اور ہیری فلنٹ اندر آ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے پلٹ کر دروازہ لاک کیا اور چابی اپنی جیب میں ڈال لی۔ ''حکم تھا تمہیں قتل کرنے کا۔ مگر میں تفریح کے بغیر تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے گولی کے بجائے ڈارٹ استعمال کی...... اور وہ بھی محض بے ہوش کرنے والی۔'' وہ ان کے قریب آ رہا تھا۔

دونوں عورتوں نے پریشانی سے ایک دوسری کو دیکھا۔ ادھر فلنٹ مسکراتے ہوئے اپنے کپڑے اتار رہا تھا۔

پھر وہ ڈیانا کی طرف بڑھا۔ ''کیوں نہ تم سے اسٹارٹ لیا جائے......''

''ایک منٹ۔ پہلے مجھے نوازو ہینڈسم......''

ڈیانا نے وحشت سے کیلی کو دیکھا۔ ''کیلی......؟''

مگر کیلی اب فلنٹ کو اکسا رہی تھی...... مشتعل کر رہی تھی۔ پھر بہت نازک لمحوں میں کیلی کا داہنا ہاتھ اوپر اٹھا اور وہ اپنے پیچھے جیسے بالوں کو ٹٹولنے لگی......

ڈیانا نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ یہ سب کچھ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

کیلی نے اپنے بالوں میں سے وہ کنگھے جیسا کلپ نکال لیا، جس کے اسٹیل کے بےحد نکیلے اور تیز دھار والے، بے شمار دندانے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ آخری حد تک اوپر لے کر گئی اور پھر پوری قوت سے اس کلپ کو ہیری فلنٹ کی گردن میں اتار دیا۔

فلنٹ نے چیخنا چاہا۔ لیکن اس کے منہ سے غرغراہٹ کے سوا کوئی آواز نہیں نکلی۔ اس کی گردن میں پندرہ بیس سوراخ ہو گئے تھے اور ان میں سے خون پتلے پتلے فواروں کی شکل میں نکل رہا تھا۔ پھر وہ الٹ کر ایک طرف گرا۔

ڈیانا نے آنکھیں کھولیں تو وہ نقشہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''گھبراؤ نہیں، یہ مر چکا ہے۔'' کیلی نے اسے تسلی دی۔

''یہ...... یہ سب کچھ کیسے......؟''

کیلی مسکرائی۔ ''یہ سب میرے اس نئے ہیئر اسٹائل کے دم سے ہے۔ میں ہتھیار رکھنا چاہتی تھی۔ سو میں نے یہ قاتل کلپ بالوں میں لگایا اور اوپر سے بالوں کا چھجا بنوا لیا۔ وہی اس وقت کام آ گیا۔''

''مگر ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے۔''

''دیکھتی رہو۔''

کیلی نے اب اپنی ٹانگ پھیلائی اور اسے فلنٹ کی پینٹ کی طرف بڑھایا۔ دو انچ کا فرق تھا۔ لیکن دس منٹ کی کوشش کے بعد اس نے اپنے سینڈل کی مدد سے فلنٹ کی پینٹ کو اپنے پاس کھینچ لیا۔

پینٹ کی جیب میں نہ صرف دروازے کی، بلکہ ان کی ہتھکڑیوں کی چابیاں بھی تھیں۔

ایک منٹ بعد وہ دونوں آزاد تھیں۔ پانچ منٹ انہیں کپڑے پہننے میں لگے۔ پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور چند لمحے باہر کی سن گن لینے کے بعد تہ خانے سے نکل آئیں۔

وہ ایک سنسان اور طویل راہ داری تھی۔ ''کوئی راستہ بیک سائیڈ پر بھی تو نکلتا ہوگا۔'' کیلی نے کہا۔

ڈیانا نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''تم اس طرف کو جاؤ۔ میں ادھر جاتی ہوں۔''

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

''نہیں۔ اب ہمیں جدا نہیں ہونا ہے۔'' ڈیانا نے جلدی سے کہا۔

کیلی نے تسلی دینے والے انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''ٹھیک ہے پارٹنر۔ ہم ساتھ ہی رہیں گے۔''

آگے جا کر انہیں ایک پھسلواں راستہ نظر آیا۔ اس سے چڑھ کر وہ ایک گیراج میں پہنچیں۔ وہاں دو گاڑیاں موجود تھیں...... ایک جیگوار اور دوسری ٹویوٹا۔ ''انتخاب تمہیں کرنا ہے۔'' کیلی نے ڈیانا سے کہا۔

''جیگوار بہت نمایاں رہے گی۔ ٹویوٹا بہتر ہے۔''

''دعا کرو کہ چابی گاڑی میں لگی ہو۔''

چابی اگنیشن میں لگی تھی۔ ڈیانا نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''جانا کہاں ہے؟'' کیلی نے پوچھا۔

''مین ہٹن۔ کیونکہ ابھی میرے پاس کوئی منصوبہ نہیں ہے۔''

''یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔'' کیلی نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ہمیں سر چھپانے کے لئے کوئی ٹھکانہ ڈھونڈنا ہوگا۔ کنگسلے کو جب پتا چلے گا کہ ہم بچ نکلی ہیں تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ پھر شاید ہم کہیں بھی محفوظ نہیں ہوں گے۔''

کیلی کچھ سوچ رہی تھی۔ ''جی نہیں...... ہم محفوظ رہیں گے۔''

ڈیانا نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ ''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔''

کیٹ بچپن ہی سے بے حد پر اعتماد تھی۔ اسے لوگوں سے کام لینا، اپنی بات منوانا آتا تھا۔ وہ بڑی ہوئی تب بھی یہ ہنر اس کے پاس تھا اور وہ بہت آزاد خیال تھی۔ وہ پیرس اور لندن میں رہی۔ اس نے متعدد مردوں سے دوستی کی۔ فرینک کو بھی اس نے خود ہی سمایا تھا۔ یہ الگ بات کہ فرینک اس کے گھر والوں کو بہت اچھا لگا تھا۔

فرینک کی موت کے بعد اس کے گھر والوں اور رشتے داروں کا خیال تھا کہ وہ ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ لیکن اس کی تو آنکھیں تک نہیں بھیگیں۔ اس کے بعد بھی اس کی زندگی میں تین مرد آئے...... اور تینوں اسی کا انتخاب تھے۔ اس نے انہیں منتخب کیا۔ ان کی قربت سے لطف اٹھایا اور پھر انہیں چھوڑ دیا۔ اس نے انہیں فرینک کے بارے میں بتایا ضرور تھا۔ لیکن اپنے دکھ تک ان کی رسائی نہیں ہونے دی تھی۔

تعلقات ختم ہونے کے بعد بھی ان تینوں سے اس کی دوستی برقرار رہی۔ وہ کہتی تھی...... پختگی کا یہی تقاضا ہے کہ تعلقات مکمل طور پر منقطع نہیں ہونے چاہئیں۔ اب کبھی کبھی اسے کسی ایسے تعلق کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، جس میں جذبات کی حدت ہی نہیں، شدت بھی ہو۔ مگر وہ صرف ضرورت کے تحت کسی سے ہی تعلق قائم کر لینے کی قائل نہیں تھی۔

وہ خود پر قابو رکھنے والی، پر اعتماد اور پروفیشنل عورت تھی...... یہاں تک کہ اس کی ملاقات ڈیمین تھورن سے ہو گئی۔

وہ اس صبح سو کر اٹھی تو اسے ایک خواب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے یاد تھے...... بے ربط سے...... دھندلے دھندلے سے۔ ایک لمحے کو تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر اسے وہ پاگل پادری یاد آیا اور اس کے دیوانے نظریات...... ناشتے کی میز پر وہ اپنا دھیان اخبار پر مرکوز کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن اس کی سماعت میں فادر ڈی کارلو کے الفاظ گونجتے رہے۔

اپنی میز پر پہنچتے ہی اس نے امریکی سفارت خانے فون کیا۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ رابطہ ملنے پر وہ کیا کہے گی۔ لیکن اسے احساس تھا کہ اسے احتیاط اور رازداری سے کام لینا ہوگا۔

لیکن اس کا مسئلہ اپنے آپ ہی حل ہو گیا۔ ڈیمین تھورن موجود ہی نہیں تھا۔ اس نے ڈیمین کے لئے پیغام چھوڑا اور پھر اس کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنی ڈاک دیکھی اور پھر اپنی ڈائری کو چیک کرنے لگی۔ لیکن اس کی توجہ میں ارتکاز نہیں تھا۔

(جاری ہے)

دجال

علیم الحق حقی

اس کا دماغ ایک ایسے بین جوکی طرح ہورہا تھا، جس کے دوتار بہت کسے ہوئے ہوں اور دو بہت ڈھیلے۔ آدھے گھنٹے کے بعد اس نے ہار مان لی۔ کوشش کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ تجسس سے بے حال ہورہی تھی۔ لیکن اس کی تشفی کی کوئی صورت نہیں تھی۔

اس نے اپنی ڈائری بند کی، میز سے اٹھی اور دو منزل اوپر واقع تراشوں کی لائبریری کی طرف چل دی۔ وہاں پہنچ کر اس نے ڈیمین تھورن کی فائل طلب کی۔

لائبریرین نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ ''تمہیں اس کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا؟''

وہ مسکرا دی۔

''اب اگر وہ تمہارے پروگرام میں آیا تو ہمیں تمہارے لئے حفاظتی سوٹ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔''

وہ مسکراتی رہی۔ لوگ مذاق کرتے ہیں...... کرنے دو۔ اس کے بدلے میں ان کا تعاون ملتا ہے۔ یہی دنیا کا دستور ہے۔

اس نے فائل کو ابتدا سے چیک کیا۔ بالکل ابتدا میں ایک چھوٹی سی کہانی چیسا نامی عورت کی تھی۔ وہ ڈیمین کی آیا تھی۔ پیری فورڈ میں ایک پارٹی کے دوران وہ اپنے گلے میں پھندا ڈال کر جھول گئی تھی۔ اس نے خودکشی کی تھی۔ اس وقت ڈیمین تین سال کا تھا۔ جس تراشے میں وہ خبر تھی، وہ پیلا ہوگیا تھا اور اس کے ہاتھوں میں چٹخا جارہا تھا، جیسے ابھی بکھر جائے گا۔

کیٹ کے جسم میں تھرتھراہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے ورق الٹا۔ اگلا کردار مسز کیتھی تھورن کا تھا۔ وہ برطانیہ میں امریکی سفیر رابرٹ تھورن کی بیوی تھی وہ اپنی دیہی حویلی میں اوراوپری منزل سے گر کر شدید زخمی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ حاملہ تھی اور اس حادثے میں اس کا حمل ضائع ہوگیا تھا۔

کیٹ نے پھر ورق الٹا۔ ایک پراسرار حادثے میں کیتھی تھورن مرگئی تھی۔ وہ ایک اسپتال کی کھڑکی سے، کافی بلندی سے نیچے گری تھی اور فوراً ہی ختم ہوگئی تھی۔

''مائی گاڈ''۔ کیٹ نے گہری سانس لے کر کہا۔

پھر رابرٹ تھورن! اس کے متعلق تو کیٹ سب جانتی تھی۔ وہ تھورن فیملی کے المیے کی اہم ترین کڑی تھا۔ اس کے بعد تھورن انڈسٹریز کے پھیلاؤ اور وسعت کی کہانیاں تھیں۔ ان کی کاروباری سلطنت کس طرح وسیع تر اور مستحکم ہوتی گئی تھی۔

پھر بوسٹن کی ایک خبر...... ! رچرڈ تھورن کا سب سے معتبر دوست اور تھورن انڈسٹریز کا چیف ایگزیکیٹو ولیم ایتھرٹن تھورن کی حویلی کے باہر منجمد جھیل پر آئس ہاکی کھیلتے ہوئے برف چٹخ جانے کے نتیجے میں یخ بستہ پانی میں ڈوب کر مرگیا تھا۔

پھر ڈیوڈ پیساریان تھا...... تھورن انڈسٹریز کا زرعی ریسرچ کا چیف...... وہ بھی ایک حادثے میں ختم ہوگیا تھا۔ یہ حادثہ اس وقت پیش آیا تھا، جب ڈیمین کی کلاس کے لڑکے ریسرچ پلانٹ کا دورہ کررہے ہیں۔ دوسری خبروں کی نسبت وہ مختصر خبر تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس وقت کے رپورٹر نے اس خبر کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

کیٹ نے پلکیں جھپکائیں اور حیرت سے اپنی انگلی کے بالائی سرے پر چمکتے ہوئے خون کے ننھے قطرے کو دیکھا۔ ارے...... اسے پتا بھی نہیں اور وہ دانتوں سے ناخن کاٹ رہی ہے۔ بچپن میں ممکن ہے، کبھی ایسا ہوا ہو۔ لیکن اسے یاد تو نہیں آتا۔ یہ اس کی عادت تو نہیں ہے۔

اس نے پھر ورق الٹا......

ڈیمین کا کزن مارک تھورن موت کا اگلا شکار تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں وہ گرا اور ختم ہوگیا...... پراسرار طور پر پوسٹ مارٹم رپورٹ کہتی تھی کہ اس کے دماغ کی ایک شریان پھٹ گئی تھی۔

''تیرہ سال''۔ کیٹ بڑبڑائی۔ ''وہ ڈیمین سے تقریباً ایک سال بڑا تھا''۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 163

علیم الحق حقی

اب اس کی مزید کچھ پڑھنے کی اہمیت نہیں تھی۔ بہت پڑھ لیا تھا اس نے۔

اس نے واش روم جا کر اچھی طرح ہاتھ دھوئے۔ موت اور تباہی، المیہ، دراسرار، حادثات اور اموات جن کی ظاہری طور پر کوئی توجیہہ ممکن نہیں تھی۔ یہ عنوان تھے اس کہانی کے، جس کا ہیرو ڈیمین تھورن تھا اور پھر اسٹوڈیو میں وہ جلی ہوئی لاش، جس کی شناخت نہیں ہو سکی۔ وہ ایک اور معما تھا...... لا ینحل!

''کیٹ!'' کسی نے پکارا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے پر اس کا اسسٹنٹ کھڑا تھا۔

''ابھی امریکی سفارت خانے سے کسی ہاروے ڈین کا فون آیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سفیر صاحب سہ پہر کو تمہیں اپنے گھر پر ملیں گے''۔

کیٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے ہاتھ خشک کرنے لگی۔ اسے اپنے اندر ایک عجیب سا ہیجان مچلتا محسوس ہو رہا تھا۔ عجیب سی بات تھی۔ اس کا یہ ردعمل کسی اسکول گرل کا سا تھا۔ اس نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ کر زبان چڑائی۔ پھر وہ سیٹی بجانے لگی۔

اپنی میز پر پہنچ کر اس نے پھر ڈائری کا جائزہ لیا۔ اگر وہ ہیری فورڈ جاتی ہے تو اس کیلئے اسے اپنی دو ملاقاتیں کینسل کرنی پڑیں گی۔ لیکن یہ کیا جا سکتا ہے وہ ملاقاتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ بس اسے اپنے پروڈیوسر کو قائل کرنا ہوگا۔ وہ کہے گی کہ اضافی ریسرچ کی خاطر ڈیمین سے ملنا ضروری تھا۔

اس نے سوچا کہ وہ پروڈیوسر کو تو قائل کر سکتی ہے لیکن خود کو نہیں۔ ڈیمین تھورن سے ملنا پروفیشنل اعتبار سے بالکل ضروری نہیں تھا وہ صرف اس لئے جا رہی تھی کہ ڈیمین اس سے ملنا چاہتا تھا۔ بس یہ سادہ سی بات تھی۔

مغربی لندن کے مضافاتی علاقے میں موٹروے کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے وہ گنگنا رہی تھی لیکن موٹروے پر پہنچ کر اس نے ریڈیو بند کر دیا۔ اس کا گنگنانا بھی موقوف ہو گیا تھا۔ اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ ڈیمین سے کیا گفتگو کرے گی۔

''رات ایک پادری مجھ سے ملنے آیا تھا''۔ اس نے تصور میں ڈیمین سے کہا۔

''اوہ؟''

''ہاں۔ اور وہ کہہ رہا تھا کہ تم شیطان کے بیٹے ہو؟''

''کون شیطان؟'' اس نے قہقہہ لگایا۔ ''اچھا'' تمہیں بچوں کی اموات کے کیس کے بارے میں معلوم ہے؟

''ہاں''۔

''تمہیں معلوم ہے کہ تمام مرنے والے لڑکے 24 مارچ کے پہلے لمحے اور صبح چھ بجے کے درمیان پیدا ہوئے تھے؟''

''اچھا......! یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے؟''

''تمہارے ساتھ کوئی چکر ہے ڈیمین؟''

''کیسا چکر؟''

''دیکھو نا، تمہارے اردگرد لوگ مرتے رہتے ہیں......''۔

وہ ہنس دی۔ لیکن ایک بے رحم سفاک حقیقت نمایاں ہو چکی تھی۔ ایک لمحے کو اس نے سوچا کہ وہ پلٹ جائے۔ سمجھداری کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ اب ڈیمین سے کبھی نہ ملے۔ لیکن یہ خیال اس کے ذہن کو چھو کر فوراً ہی معدوم ہو گیا۔ وہ بدستور ڈرائیو کرتی رہی۔ وہ سوچوں میں گم تھی۔ مگر راستے کا اسے پوری طرح ہوش تھا۔ ایگزٹ نائن سے اس نے ٹرن لیا اور گاؤں کی طرف جانے والے بی روڈ پر گاڑی ڈال دی۔

جاگیر کے گیٹ پر سیکورٹی گارڈ نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور کہا کہ اندر اس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ اندر اس نے پورچ میں اپنی گاڑی روکی۔ بٹلر جارج وہاں اس کا منتظر تھا۔ اس نے احتراماً سر خم کیا اور اسے اندر لے گیا۔ کیٹ کے جسم میں تھرتھراہٹ سی تھی۔ شاید یہاں نسبتاً زیادہ سردی تھی۔

''سفیر صاحب اپنی اسٹڈی میں ہیں''۔ بٹلر نے کہا۔

''شکریہ''۔ کیٹ نے کہا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بڑے لوگوں کے کتنے ملازم ہوتے ہیں...... اور اتنے ملازموں کا ہونا کتنا اچھا لگتا ہے۔ بٹلر، باورچی، ذاتی خدمت گار، شوفر......

''کیٹ...... تمہاری آمد کا شکریہ''۔ ڈیمین اٹھا اور اپنی ڈیسک کے گرد سے گھوم کر آیا۔ اس نے کیٹ کے رخسار پر بوسہ دیا۔ ''میں تمہارے لئے کوئی ڈرنک بناؤں''۔

''نہیں شکریہ۔ اس وقت کار کی ہیٹنگ کی وجہ سے دماغ سن ہو رہا ہے''۔

''تو باہر کھلی ہوا میں چہل قدمی کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''ضرور۔ کیوں نہیں''۔

ڈیمین نے سوئیڈ کی ایک جیکٹ اٹھائی اور اسے پہننے لگا۔ کیٹ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت خوب رو آدمی تھا۔ وہ سوچتی رہی کہ کالج کے زمانے میں بھی اور اس کے بعد بھی کتنی لڑکیاں اس پر ملتفت ہوئی ہوں گی۔ لیکن کبھی کوئی اسکینڈل نہیں بنا کسی لڑکی کا نام اس سے منسوب نہیں کیا گیا۔

ڈیمین نے جیکٹ کی زپ لگائی اور ایک بے ساختہ جماہی کا گلا گھونٹا۔ غور سے دیکھنے پر وہ بہت تھکا تھکا اور نڈھال نظر آیا۔ ایسا کیوں ہے؟ کیٹ نے سوچا۔ وہ اس سے وجہ پوچھنا چاہتی تھی۔ مگر اس نے خود کو روک لیا۔ ذاتی معاملے میں کیوں دخل دیا جائے مگر پھر بھی اس نے سوچا کہ کم از کم ڈیمین کو نچوڑے ہوئے گنے جیسا تو نہیں لگنا چاہئے کیونکہ سفیر کا کام اتنا سخت اور اعصاب شکن تو ہرگز نہیں ہوتا لیکن شاید یہ اس لئے ہے کہ وہ بہ یک وقت دو کام کر رہا ہے۔ اسے یاد تھا، اس نے انٹرویو میں اس سے یہ بات پوچھی تھی مگر وہ پہلو بچا گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ دونوں کاموں کی نوعیت میں کوئی تصادم نہیں ہے اور اگر کبھی ایک کام کی وجہ سے دوسرا متاثر ہونے لگا تو وہ کسی ایک پوسٹ سے استعفا دے دے گا۔

لیکن ایسی نوبت آنے پر وہ کون سی پوسٹ چھوڑے گا؟ کیٹ نے پوچھا تھا۔

اس پر وہ صرف مسکرا دیا تھا۔ جیسے اس کے نزدیک یہ سوال غیر اہم اور بچکانہ ہو۔

وہ دونوں دروازہ کھول کر ٹیرس پر آئے۔ وہاں سے لان میں چلے آئے۔ ڈیمین اسے وہ جگہیں دکھاتا رہا، جہاں وہ بچپن میں کھیلتا رہا تھا۔ وہاں سے کیٹ نے پلٹ کر حویلی کی طرف دیکھا۔ وہ کون سی جگہ ہوگی، جہاں سے آیا چیسا نے کود کر خودکشی کی تھی۔

ڈیمین اسے روز گارڈن میں لے گیا۔ گارڈن کے اس سرے پر ایک جنگلا تھا۔ وہاں سے ایک ڈھلوانی راستہ دریا کی طرف جاتا تھا۔ ڈیمین ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ کیٹ سوچتی رہی کہ آخر وہ یہ بات کب کرے گا، جس کیلئے اس نے مجھے یہاں بلوایا ہے مگر اس وقت تو وہ بس ایک میزبان اور گائیڈ کا کردار انجام دے رہا تھا جنگلے کے پاس پہنچ کر انہوں نے پلٹ کر حویلی کو دیکھا۔

''پتا ہے، میں امریکا کا صدر بن گیا تو سب سے پہلے کیا کروں گا؟'' ڈیمین نے کہا۔ ''میں اس پوری جاگیر کو یہاں کی ہر چیز اور تمام یادوں سمیت اٹھوا کر امریکا لے جاؤں گا''۔

کیٹ نے ظاہری بدمزگی سے اسے دیکھا۔ ''لیکن سب سے پہلے میں تمہارے اس ارادے کی مزمت کروں گی''۔ اس نے کہا۔ ''تم لوگ پہلے ہی لندن برج کو یہاں سے لے جا چکے ہو''۔ اب وہ انگلیوں پر گن رہی تھی۔ ''تم کوئین میری کو بھی لے جا چکے۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 164

علیم الحق حقی

اور......'' اب وہ ذہن پر زور دینے کی اداکاری کر رہی تھی '' ......اور تم اسی طرح یہاں سے مقامات اٹھا کر لے جاتے رہے تو ہمارے پاس دھند کے سوا کچھ بھی نہیں بچے گا اور آج کل تو دھند کی حالت بھی پتلی ہے''۔

ڈیمین ہنسنے لگا۔

''خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ، تمہیں انگلینڈ سے ایسی محبت کیوں ہے؟''

''میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ شاید یوں ہے کہ آدمی نے جہاں بچپن گزارا ہوتا ہے، اس جگہ سے اسے قدرتی طور پر بہت محبت ہوتی ہے۔ اور میرا تو بچپن یہاں دفن ہے۔ مجھے اس جگہ سے بہت محبت ہے''۔

کیٹ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا کہ کہیں وہ دکھاوا تو نہیں کر رہا ہے مگر وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ ڈیمین حویلی کی دیواروں کو بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے، میرے والد گرین لینڈ کے سفیر ہوتے تو میں بھی گرین لینڈ کا سفیر بننے کو ترجیح دیتا'' ۔ ڈیمین نے کہا اور مسکرا کر کیٹ کو دیکھا۔ '' کیا پتا کہ اس صورت میں، میں کسی اگلو میں رہ رہا ہوتا''۔ ڈیمین نے کیٹ کا ہاتھ تھاما اور لان میں چہل قدمی کرنے لگا۔'' یہاں میں نے اپنی زندگی کے خوش گوار ترین دن گزارے ہیں۔ یہاں میں نے بہت خوشیاں پائیں۔ وہ میرا معصومیت کا عرصہ تھا۔ پھر اس کے بعد......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ مگر اس کا موڈ تبدیل ہو گیا تھا۔'' آؤ...... میں تمہیں دریا دکھاؤں، جہاں بوڑھا نک رہتا ہے......''

''کون بوڑھا نک''۔

لیکن ڈیمین پہلے ہی جنگلا پھلانگ کر دوسری طرف اتر چکا تھا۔ پھر وہ دریا کی طرف جانے والے ڈھلوانی راستے پر اترنے لگا۔

اوپر خدا اور نیچے بوڑھا نک اور شیطان کا بیٹا۔ کیٹ نے سوچا۔ دیکھیں، آگے کیا ہو۔ اس نے جنگلا پھلانگا اور لڑکھڑاتی ڈیمین کے پیچھے چل دی۔ اسے خیال آیا کہ ڈیمین نے پیٹر کے بارے میں پوچھا بھی نہیں۔ یہ تو غیر معمولی بات ہے اور دوسری طرف صبح سے اب تک اسے ایک بار بھی پیٹر کا خیال نہیں آیا۔ اسے احساس جرم ہونے لگا۔

ڈیمین دریا کے کنارے لکڑی کے بنے اس محرابی پل پر کھڑا تھا، جو دریا میں کچھ دور تک چلا گیا تھا۔ وہ نیچے گہرے پانی کو دیکھ رہا تھا، کیٹ وہاں پہنچتے پہنچتے ہانپ گئی۔ اس نے سہارے کے لئے ریلنگ کا پول تھام لیا۔

''وہ یہیں کہیں ہے...... نیچے، پانی میں''۔ ڈیمین نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

کیٹ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ڈیمین کس کی بات کر رہا ہے...... کوئی سینگوں والا بھوت، کوئی عجوبہ؟'' کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں بوڑھے نک کی بات کر رہا ہوں''۔

''وہ ہے کون؟''

''دنیا کی سب سے بڑی پائیک''۔

''اوہ...... مچھلی؟'' کیٹ کو بے وقوف بننے کا احساس ہونے لگا۔

''اب تک تو وہ چالیس سال کا ہو چکا ہوگا۔ میں نے جب پہلی بار اسے دیکھا تو میں چار سال کا تھا۔ اس وقت سے میری اور اس کی گہری دوستی ہے''۔

''تمہیں معلوم ہے کہ یہاں بوڑھا نک شیطان کو کہا جاتا ہے''۔ کیٹ نے بے ساختہ کہا۔ الفاظ جیسے بے اختیار اس کی زبان سے پھسل گئے تھے۔

''ہاں، میں جانتا ہوں۔ بینگا مچھلی کیلئے یہ زبردست نام ہے''۔

کیٹ ردعمل پر نظر رکھنے کے لئے اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''تم خدا پر یقین رکھتے ہو؟''

اس بار بھی الفاظ اس کی زبان سے پھسلے تھے۔ لیکن ایسا لگتا تھا کہ ڈیمین نے سنا ہی نہیں اور سنا تو اہمیت نہیں دی۔ وہ مسکرایا اور دوبارہ جھک کر پانی کو دیکھنے لگا۔'' وہ...... وہ دیکھو۔ وہ رہا بوڑھا نک''۔ وہ چلایا۔

''کہاں؟'' کیٹ بھی آگے کی طرف جھکی۔ وہ اس کی انگلی کے اشارے کی سمت دیکھ رہی تھی۔

''وہ...... وہ دیکھو''۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 165

علیم الحق حقی

کیٹ اور آگے جھکی۔ اسی لمحے اسے لکڑی کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور آگے ہی لمحے وہ سر کے بل گرنے لگی۔ پانی میں گرنے سے پہلے اسے چیخنے کا موقع بہر حال مل گیا تھا۔ پھر وہ پانی میں گری اور ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔ اسے لگا کہ وہ سیدھی ہینگا مچھلی کے کھلے ہوئے جبڑے میں گرے گی۔ مگر پھر سرد پانی میں ایسا شاک لگا کہ وہ سانس لینا بھی بھول گئی۔ اس کے نتیجے میں کافی مقدار میں پانی اس کے پیٹ میں چلا گیا۔ وہ سطح پر ابھری تو اس کے منہ سے وہیل مچھلی کی طرح پانی کا فوارہ نکلا۔ اس نے سر اٹھا کر دھندلائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ پچاس گز دور سے پانی کا ایک بھاری ریلا اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس نے پھر غوطہ لگایا۔ اسے لگا کہ اس کے پیروں نے زمین کو چھو لیا ہے۔ پھر آبی جھاڑیوں اس کی پنڈلیوں سے لپٹنے لگیں۔ اس نے گھبرا کر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے اور دوبارہ ابھرنے لگی۔

وہ دوبارہ سطح آب پر ابھری تو ڈیمین اسے گھور رہا تھا۔ اسے لگا کہ وہ مسکرا رہا ہے۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ پانی میں رہنے کی وجہ سے اس کی نگاہ دھندلا رہی ہے۔ ممکن ہے، یہ فریب نظر ہے۔ وہ تھوڑا سا آگے بڑھی اور اس نے جنگلے کے ٹوٹے ہوئے پول کے نچلے حصے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ وہ اس پول سے بری طرح چمٹ گئی۔ صرف اسی صورت میں وہ محفوظ تھی۔ وہ ڈوبتے ڈوبتے بچی تھی اور سرد پانی نے اسے ٹھٹھرا کر رکھ دیا تھا۔

ڈیمین گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آگے کی طرف جھکا اور اس کی کلائی تھام لی۔ کیٹ نے ٹوٹے ہوئے پول کو چھوڑ دیا۔ ڈیمین نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ وہ برج پر بے سدھ لیٹ گئی۔ اس کے کانوں میں جو پانی بھر گیا تھا، اس کی وجہ سے اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اٹھی اور اس نے جھرجھری سی لی۔ چاروں طرف پانی کی پھواریں سی برس گئیں۔

''تمہارے کپڑے تر ہو گئے ہیں۔ تمہیں خشک کپڑوں کی ضرورت ہے''۔ ڈیمین نے اس ک کان میں سرگوشی کی۔ پھر اس نے اپنی باہوں میں لپٹایا اور سہارا دے کر اسے اوپر جنگلے کی طرف لے چلا......

............☆☆☆............

وہ آتش دان کے سامنے بیٹھی آتش دان میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھتی رہی۔ ساتھ ہی وہ بالوں میں کنگھا بھی لہرا رہی تھی۔ اب جبکہ وہ صدمے سے سنبھل چکی تھی تو اسے جب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ سامنے برانڈی کا جام رکھا تھا۔ اس نے جام اٹھا کر چند چھوٹے چھوٹے گھونٹ لئے۔ پانی نے اس کی جلد کو ایسا نرم کر دیا تھا کہ غسل کے بعد کے لبادے سے بھی اسے اپنی جلد چھلتی محسوس ہو رہی تھی۔ دوسری طرف آتش دان کی حدت سے اپنی پنڈلیوں اور پیروں کی جلد تڑختی محسوس ہو رہی تھی۔

اس کے تصور میں ڈیمین کا چہرہ ابھر آیا۔ وہ جیسے اسے چیلنج کر رہا تھا...... مجھ سے بچ سکتی ہو تو بچ کر دکھاؤ۔ ویسے اسے کبھی پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ دراصل ڈیمین تھورن کی ہر بات میں اسرار تھا۔ وہ بس اتنا سمجھ سکتی تھی کہ یہ وہ شخص ہے، جس کے سامنے اس کی فعالیت مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا میں واحد مرد تھا، جس کے پاس یہ طاقت موجود تھی، جو اسے فاعلیت سے مفعولیت تک لے آئی تھی۔ اگر وہ یہ بات اپنی ان سہیلیوں سے کہہ دیتی جو خود پسند اور خود مختار مزاج رکھتی تھیں، تو ان بے چاریوں کے دل بگڑ جاتے۔ ویسے تو یہ بات خود اسے بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

لیکن کیٹ کبھی اپنے شعور اور وجود کے درمیان پردے حائل رکھنے کی قائل نہیں رہی تھی اور اندر کی بات یہ تھی کہ یہ خیال کہ ڈیمین کو اپنی پوری ذمے داری سونپ سکتی ہے۔ وہ اپنا کنٹرول اسے سونپ دے، ڈیمین ڈوریاں ہلاتا...... کٹھ پتلی کی طرح اسے نچاتا رہے، یہ اسے ایک بہت بڑی عیاشی لگتی تھی، اس میں اسے خوشی کا احساس ہوتا تھا۔ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی مرد کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ حد یہ کہ فرنیک کے بارے میں بھی یہ اسے گوارا نہیں رہا تھا۔ ڈیمین پہلا مرد تھا، جسے وہ یہ حیثیت دے رہی تھی۔

اس نے کمرے میں ڈیمین کے داخل ہونے کی آواز سنی، لیکن سر گھما کر اسے نہیں دیکھا۔

''یہاں کوئی ایسا کپڑا ملنا تو مشکل ہے، جو تمہارے فٹ آئے۔'' ڈیمین نے کہا۔ وہ اب اس کے پہلو کے بہت قریب تھا۔ مگر وہ بدستور آتش دان کے شعلوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ شعلوں کی روشنی میں اس کا چہرہ گلابی لگ رہا تھا۔ ڈیمین کے ہاتھ میں ایک گرین شرٹ تھی۔ ''کام چل جائے گا۔'' وہ بولی۔

''گرین چاہئے یا گرے، اس کا انحصار تمہارے موڈ پر ہے۔'' ڈیمین کے لہجے میں معنویت تھی۔

کیٹ نے شرٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن شرٹ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے ڈیمین کے ہاتھ کو چھو لیا۔ شرٹ نیچے فرش پر گر گئی۔

''اس وقت تو میں خود کو اس پروانے کی طرح محسوس کر رہی ہوں جو خطرناک حد تک شمع کی لو کے قریب آ گیا ہے۔'' اس نے کہا۔

ڈیمین اسے دیکھ کر مسکرایا۔ پھر اس نے اپنی انگلی سے اس کی ہتھیلی پر ایک غیر مرئی دائرہ بنا دیا۔ ''سوال یہ ہے کہ پروانہ کون ہے؟'' اس نے کہا۔

............☆☆☆............

وہ اس ممنوعہ شجر کے بہت قریب پہنچ گئی تھی...... ڈیمین کے ساتھ۔ مگر پھر ڈیمین اچانک ہی کھنچ سا گیا...... دور ہو گیا۔ ''کیا ہو گیا تمہیں؟ آؤ نا......'' اس نے اس کے کندھے تھام کر اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔

لیکن ڈیمین جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے پر اذیت کا تاثر تھا۔

''کیا بات ہے ڈیمین؟'' اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

مگر ڈیمین اور پیچھے ہٹ گیا۔ وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

''پلیز ڈیمین......'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آگ کے شعلوں پر یہ برف کیسی آ گری؟ سب کچھ کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ اب وہ رک کیوں گیا ہے......؟ اب تو کوئی گنجائش نہیں ہے رکنے کی......

''کچھ فائدہ نہیں۔'' ڈیمین نے کراہتے ہوئے کہا۔ ''میں محبت نہیں کر سکتا...... نہیں کروں گا۔''

''ڈیمین پلیز...... مجھ سے محبت کرو۔'' وہ گڑگڑائی۔ شدت کے ان لمحوں میں مایوسی میں گھرا اس کا ذہن بہت تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈیمین اسے اس مقام تک لا کر پیچھے ہٹ رہا تھا، جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے...... اور اسے خود کیا کرنا چاہئے۔ لوگوں میں ان معاملات میں عجیب عجیب سی کجی ہوتی ہے۔ کہیں ڈیمین میرے منہ سے خراب...... گندی زبان تو نہیں سننا چاہتا۔ کچھ لوگوں کو اس میں لذت ملتی ہے۔ لیکن وہ چاہنے کے باوجود کبھی زبان سے ایسے لفظ ادا نہیں کر سکی تھی۔ لفظ جیسے اس کے حلق میں پھنس جاتے تھے۔

اب ڈیمین اس کے اوپر جھکا اسے گھور رہا تھا۔ اس کے دانت نمایاں ہو رہے تھے۔ اپنے تصور میں اسے ڈیمین کی آنکھیں زرد لگ رہی تھیں۔ ''جو مجھے نظر آتا ہے، وہ دیکھنا چاہتی ہو تم؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ اس وقت اسے بس ایک غرض تھی، اور کچھ بھی نہیں۔ ''میں...... میں بس تمہیں چاہتی ہوں......'' اس کے لہجے میں التجا تھی...... پکار تھی۔ مگر وہ پیچھے ہٹ گیا...... جیسے کہیں دور چلا گیا ہو۔ وہ اس کی نسوانی انا کو مجروح کر رہا تھا...... وہ اس کی پکار کو نظر انداز کر رہا تھا۔

اسی لمحے ڈیمین نے بالکل اچانک اور بے حد سختی کے ساتھ پکڑ کر الٹا لٹا دیا۔ اب اس کا چہرہ تکیے میں دھنسا جا رہا تھا اور پھر اس پر ڈیمین کا پورا بوجھ آ پڑا۔ پہلے تو چند لمحے وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی اور جب اس کی سمجھ میں آیا تو وہ تھرا کر رہ گئی۔

''نہیں ڈیمین...... نہیں...... یہ غلط ہے...... بے راہ روی ہے۔'' اس نے فریاد کی۔

''یہ سب بے وقوف بنانے والی باتیں ہیں۔'' ڈیمین غرایا۔ ''میں خواہش دینے والے کو پابندی لگانے والے سے بڑا مانتا ہوں''

کیٹ نے سر اٹھایا اور بیڈ کا سرہانا تھام کر اسے جھٹکنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس کے بس کا نہیں تھا اور شرمناک بات یہ تھی کہ اب اس کے اندر مزاحمت بھی نہیں رہی تھی۔ اس نے سپر ڈال دی تھی۔

''اذیت بڑی چیز ہے۔'' ڈیمین نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ''پیدائش اذیت ہے موت بھی اذیت۔ اذیت میں ہی تو حسن ہے......''

''ڈیمین، میں تم سے محبت کی بھیک مانگتی ہوں۔ یہ محبت نہیں، بے راہ روی ہے۔'' وہ پھر گڑگڑائی۔

''کس دور میں جی رہی ہو تم۔ یہ میرے نظریات کا عہد ہے۔ انسان نے مرد سے مرد کی شادی کے حق میں قانون بنا لیا ہے......''

''یہ تباہی کا سامان ہے......''

''تباہی میں بھی اذیت ہے۔ محبت میں بھی اذیت ہے اور اذیت میں حسن ہے۔''

''تم خدا سے نفرت کرتے ہو؟''

''نہیں۔ میں تو اس سے محبت کرتا ہوں۔'' اس کی ہنسی بے حد مکروہ تھی۔ ''اسی لئے تو میں اسے اذیت دیتا ہوں۔ وہ اپنی مخلوق کو اس عالم میں دیکھتا ہے تو اس کے غضب کی کوئی حد نہیں ہوتی اور غصے میں بھی اذیت ہے۔ جو میں کر رہا ہوں...... ہر جگہ انسان مر رہے ہیں، اس میں زمین کے لئے بھی اذیت ہے، آسمان کے لئے بھی، کائنات کی ہر شے کے لئے اس میں اذیت ہے، اس کی ہر تخلیق اذیت میں ہے تو وہ خود بھی اذیت میں ہے اور جب اس کا غضب پہاڑوں کو گرا دے گا، زمین کو پھاڑ دے گا، سمندروں کو اچھال دے گا، اپنی ہر تخلیق کو خود ہی فنا کر دے گا تو اسے کیسی اذیت ہو گی۔ یہی تو میں چاہتا ہوں۔ میں اسے شکست دینا چاہتا ہوں۔ اس نے میرے باپ کو ملعون بنا دیا جس کے لئے بنایا، اب وہ اسے دیکھے کہ وہ کتنا گرا ہوا ہے۔ اس کا کتنا نافرمان ہے۔ میں اس کا فرماں بردار تھا، اطاعت شعار تھا، اس کی وحدانیت سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ میں نے اس کی عبادت کی۔ اس نے زبردستی مجھے نافرمان بنایا......... اس کی خاطر! اب خود دیکھ لے......

لیکن کیٹ کے ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے......

............☆☆☆............

کیٹ کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹٹولا۔ مگر بستر خالی اور سرد تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ اٹھی۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے جسم کے کھرونچے دیکھے۔ اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ وہ کمرے سے نکل آئی۔

راہ داری میں وہ ڈیمین کو پکارتی رہی۔ مگر وہاں خالی پن اور سناٹے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ دبے پاؤں گیلری میں گئی اور نیچے ہال میں جھانکا باہر رات کی تاریکی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

پانچ منٹ کی تلاش کے بعد وہ اسے حویلی کی چیپل میں ملا۔ اس نے معبد کا دروازہ کھولا تو پہلے تو اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ بس صلیب پر کیلوں سے گاڑا ہوا مسیح کا سفید وجود اسے نظر آ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر لرز گئی۔ وہ چرچ میں نظر آنے والی عام شبیہ نہیں تھی۔ اس میں تو بڑی تضحیک تھی۔

پھر اس کی نظریں اندھیرے سے ہم آہنگ ہوئیں تو وہ اسے نظر آیا۔ وہ صلیب کے عین نیچے بالکل برہنہ لیٹا سو رہا تھا۔ اس کے گھٹنے اپنے سینے سے جا لگے تھے۔

''ڈیمین؟'' اس نے سرگوشی میں اسے پکارا۔ لیکن وہ ہلا بھی نہیں۔

وہ دبے قدموں آگے بڑھی۔ اس کے پاس پہنچ کر وہ جھکی۔ اس نے اسے چھوا۔ اس کا جسم سرد ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں میں انگلیاں لہرائیں۔ پھر اس نے سر اٹھا کر صلیب پر مصلوب شبیہہ کو دیکھا۔ پھر اس نے سر جھکایا تو اس کی انگلیاں ڈیمین کے بالوں کو ہٹا چکی تھیں اور اس کے بالوں کے نیچے چھپا درندے کا نشان صاف دکھائی دے رہا تھا۔

666! تین چھکے!!

وہ ایک لمحہ آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی۔ پھر وہ اٹھی، پلٹی اور واپس چل دی۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اب وہ بری طرح سسک رہی تھی، آنسو بڑی روانی سے اس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔

اندر اندھیرے میں ڈیمین نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کیا، وہ دہکتے ہوئے زرد انگارے تھے!

............☆☆☆............

وہ مین ہٹن سے 25 میل دور ایک چھوٹے سے پرسکون امریکی قصبے وہائٹ پلینز کی طرف جا رہی تھیں۔ کار اب قصبے میں داخل ہو رہی تھی۔

''جگہ تو یہ اچھی ہے۔ لیکن ہم یہاں آئے کیوں ہیں؟ ڈیانا نے پوچھا۔

''یہاں میری ایک دوست ہے۔ وہ ہمیں پناہ دے گی۔

''مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔''

''میری ماں نے ایک شرابی سے شادی کی تھی، جس کی سب سے بڑی خوشی میری ماں کی مرمت کرنا تھا۔'' کیلی نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''جب میں ماں کو سہارا دینے کے قابل ہو گئی تو میں نے ماں کو اس شخص سے نجات حاصل کرنے پر رضامند کر لیا۔ (جاری ہے)

دجال

قسط نمبر:166 علیم الحق حقی

میری ایک ماڈل دوست نے مجھے اس جگہ کے بارے میں بتایا۔ یہاں ایک گیسٹ ہاؤس ہے۔گریس سیڈ نامی ایک بہت پیاری خاتون کا ہے وہ۔میں اپنی ماں کو سوتیلے باپ سے بچا کر یہاں لے آئی۔ماں کیلئے اپارٹمنٹ ملنے تک میں نے اسے گیسٹ ہاؤس میں رکھا۔یہاں میں ماں سے ملنے ہر روز آتی تھی۔میری ماں یہاں بہت خوش تھی۔کچھ مہمان ان کے دوست بھی بن گئے تھے۔پھر جب مجھے اپارٹمنٹ مل گیا تو میں ماں کو واپس لے جانے کیلئے آئی......'' کیلی اچانک خاموش ہو گئی۔

ڈیانا چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔پھر اس نے پوچھا۔'' پھر کیا ہوا؟''

''ماں مجھے نہیں ملی۔وہ اپنے اسی شوہر کے پاس واپس چلی گئی تھی۔لو...... یہ آ گیا گیسٹ ہاؤس۔''

.................xxx.................

گریس سیڈل کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔وہ بے حد تندرست و توانا اور محبت کرنے والی خاتون تھی۔اس نے دروازہ کھولا۔کیلی کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔'' کیلی...... آج میرے لئے بہت مبارک دن ہے۔''اس نے کیلی کو لپٹاتے ہوئے کہا۔

''یہ میری دوست ڈیانا ہے...... ڈیانا اسٹیونز۔'' کیلی نے ڈیانا کا تعارف کرایا۔

''چلو...... تمہارا کمرا تیار ہے۔'' گریس نے ڈیانا سے ہاتھ ملانے کے بعد کہا۔'' وہی تمہاری ماں والا کمرا۔میں نے اس میں اضافی بیڈ ڈلوا دیا ہے۔''

کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ لوگ ڈرائنگ روم کے پاس سے گزریں۔وہاں دس بارہ عورتیں موجود تھیں۔کچھ تاش کھیل رہی تھیں اور کچھ آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔

''کتنے دن ٹھہرو گی تم!'' گریس نے پوچھا۔

کیلی اور ڈیانا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔'' کچھ کہہ نہیں سکتی۔'' کیلی نے جواب دیا۔

گریس مسکرائی۔'' کمرا تمہارا ہے۔جب تک دل چاہے رہو۔

اور کمرا خوبصورت اور صاف ستھرا ہے۔

گریس کے جانے کے بعد کیلی نے ڈیانا سے کہا۔'' یہاں ہم محفوظ رہیں گے۔مگر یہ تو سوچو کہ انہوں نے ہمیں قتل کرنے کی کتنی بار کوشش کی......''

''ناکام کوشش کہو۔مجھے تو اب گنتی بھی یاد نہیں۔''

.................xxx.................

اینڈریو اپنی میز پر اونگھ رہا تھا۔وہ خواب دیکھ رہا تھا۔خواب میں وہ اسپتال کے بستر پر سویا ہوا تھا۔پھر کسی آواز کی وجہ سے وہ جاگ گیا......

''......اتفاق سے میں نے حفاظتی ڈریس کو چیک کیا تو یہ نظر آیا۔میں نے سوچا، آپ کو دکھا دوں۔'' کوئی کہہ رہا تھا۔

''آرمی والوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اس تجربے میں کوئی خطرہ نہیں۔'' ٹینر نے دہاڑ کر کہا۔

وہ شخص اب ٹینر کو تجربے میں استعمال ہونے والا ڈریس اور گیس ماسک دکھا رہا تھا۔'' یہ دیکھیں...... ماسک کے نچلے حصے میں ننھا سا ایک سوراخ ہے۔لگتا ہے، کسی جان بوجھ کر کیا ہے۔آپ کے بھائی کو اسی سے نقصان پہنچا ہے۔''

ٹینر نے ماسک کا جائزہ اور چنگھاڑ کر بولا۔'' اس کا جو بھی ذمے دار ہے، اسے نتیجہ بھی بھگتنا ہوگا۔تمہارا شکریہ۔اب تم اسے بھول جاؤ۔میں خود اس معاملے کو پوری طرح چیک کروں گا۔''

اینڈریو اپنے بستر پر لیٹا یہ سب دیکھ رہا تھا۔لیکن اسے بری طرح چکر آ رہے تھے۔اس نے دوسرے آدمی کو کمرے سے جاتے دیکھا۔ٹینر کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ایک لمحے کو اس نے ماسک کا جائزہ لیا۔پھر وہ ایک کونے میں رکھے ڈسٹ بن کی طرف بڑھا۔اس نے گیس ماسک کو ڈسٹ بن میں کوڑے کے خاصا نیچے دبا دیا۔

اینڈریو اپنے بھائی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔لیکن وہ بڑی تھکن محسوس کر رہا تھا۔بالآخر وہ سو گیا۔

.................xxx.................

شینر، اینڈریو اور پاؤلین شینر کے آفس میں داخل ہوئے۔ٹینر نے اپنی سیکریٹری سے صبح کے اخبارات منگائے اور ان کے پہلے صفحے چیک کرنے لگا۔'' یہ دیکھیں...... گوئٹے مالا، پیرو، میکسیکو اور اٹلی میں خلاف معمول اور بے موسموں کے طوفان، سائنس داں حیران ہیں...... اس نے کہا اور فاتحانہ نظروں سے پاؤلین کو دیکھا۔'' یہ تو محض آغاز ہے۔آگے بے شمار عبرتیں منتظر ہیں......''

ونسی کاربالو دوڑتا ہوا کمرے میں آیا۔'' مسٹر کنگسلے......''

''کیا بات ہے؟ دیکھتے نہیں، میں مصروف ہوں۔''

''فلنٹ مر چکا ہے جناب''

شینز حیران رہ گیا۔'' کیا......؟ کہاں کی ہانک رہے ہو؟ ہوا کیا ہے؟''

''ڈیانا اور کیلی نے اسے مار ڈالا۔''

''یہ ناممکن ہے۔''

''یہ سچ ہے جناب۔فلنٹ مر چکا ہے۔اور وہ دونوں سینٹر صاحبہ کی کار میں فرار ہو چکی ہیں۔ہم نے کار چوری ہونے کی رپورٹ درج کرا دی ہے۔پولیس کو مسروقہ گاڑی وہائٹ پلینز میں ملی ہے''

''اب سنو کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں'' شینز نے گمبھیر لہجے میں کہا۔'' تم اپنے ساتھ ایک درجن آدمی لے کر وہائٹ پلینز جاؤ۔ ہر ہوٹل، ہر بورڈنگ ہاؤس اور ہر گیسٹ ہاؤس کو چیک کرو۔ان کا پتا بتانے والے کو میں پانچ لاکھ ڈالر کا انعام دوں گا۔جاؤ''

''یس سر'' کاربالو نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

.................xxx.................

وہ دونوں گیسٹ ہاؤس میں اپنے کمرے میں تھیں اور ایک دوسرے کو اپنا احوال سنا چکی تھیں۔

۔''پیرس میں تم پر جو گزری مجھے اس کا افسوس ہے۔'' ڈیانا نے کہا۔'' کیا ان لوگوں نے بلڈنگ کے منتظم کو مار ڈالا؟''

''کچھ پتا نہیں بس وہ اپنی فیملی سمیت غائب ہے۔''

''اور تمہارا کتا انجلو؟''

''میں اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتی۔'' کیلی نے کشیدہ لہجے میں کہا۔

''سوری۔ویسے کیلی اس معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔'' اب جبکہ ہم حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں تو کوئی ایسا شخص نہیں، جس ہم بتا سکیں۔اور کون یقین کرے گا ہماری بات پر ہم فرد ہیں اور کے آئی جی ایک بڑا اور معتبر ادارہ۔ہمیں تو شاید پاگل خانے ہی بھجوا دیا جائے گا۔''

تم ٹھیک کہہ رہی ہو'' کیلی نے تائید کی۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد ڈیانا نے کہا۔'' نہیں'' میرے خیال میں ایک صورت ہے......''

.................xxx.................

ونسی کاربالو کے آدمی پورے قصبے میں پھیل گئے تھے۔وہ ہر اس جگہ کو چیک کر رہے تھے جہاں ان عورتوں کی موجودگی کا امکان تھا۔اور وہ جہاں جاتے، وہاں ڈیانا اور کیلی کی تصویریں بھی دکھاتے۔

ایسے ہی ایک آدمی نے اسپلانیڈ ہوٹل کی استقبالیہ کلرک کو دونوں تصویریں دکھاتے ہوئے کہا۔'' آپ نے ان میں سے کسی کو کہیں دیکھا ہے۔ایک بات بتا دوں۔ان کے متعلق کچھ بتانے والے کیلئے پانچ لاکھ ڈالر کا انعام ہے۔''

''کاش...... میں نے انہیں کہیں دیکھا ہوتا۔'' استقبالیہ کلرک نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

ہر ہوٹل سے انہیں اسی طرح کے جواب ملے۔ونچسٹر ہوٹل کی میزبان نے کہا۔'' کاش...... یہ پانچ لاکھ ڈالر مجھے مل جاتے۔''

کراؤن پلازا کی استقبالیہ کلرک نے کہا۔'' یہ مجھے کہیں نظر آئیں تو میں فوری طور پر تمہیں اطلاع دوں گی مسٹر......''

گریس سیڈل کے گیسٹ ہاؤس ونسی کاربالو خود پہنچا تھا۔'' گڈ مورننگ'' گریس نے کہا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 167

علیم الحق حقی

''گڈ مورنگ، میرا نام ونسی کاربالو ہے۔'' اس نے اسے ڈیانا اور کیلی کی تصویریں دکھائیں۔'' آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ ان میں سے ہر ایک پر پانچ لاکھ ڈالر کا انعام ہے'' گریس سیڈل کا چہرہ چمک اٹھا۔'' اوہ...... کیلی!''

............x............

شیز کے آفس میں اس کے سیکریٹری کیتھی کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ فیکس جس رفتار سے آرہے تھے، ان سے نمٹنا ناممکن تھا۔ دوسری طرف ای میل کا ان باکس بھر چکا تھا۔ اس نے کاغذوں کا ایک پلندہ اٹھایا اور شیز کے کمرے میں داخل ہوگئی۔

شیز اور پاؤلین صوفے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ شیز نے سر اٹھا کر کیتھی کو دیکھا اور درشت لہجے میں بولا۔'' کیا بات ہے؟''

کیتھی مسکرائی۔'' مبارک ہو سر۔ آپ کی یہ ڈنر پارٹی اب تک کی کامیاب ترین پارٹی ہوگی۔''

'' کیا بات کر رہی ہو؟'' شیز نے حیرت سے کہا۔

کیتھی کا پلندہ اسے دکھاتے ہوئے کہا۔'' یہ سب دعوت کے جواب میں آئے ہیں...... قبولیت کے خطوط۔ سب لوگ آئیں گے۔''

شیز اٹھ کھڑا ہوا۔'' کہاں آئیں گے؟ کون آئیں گے؟ ذرا دکھاؤ تو۔''

کیتھی نے کاغذات کا پلندہ اسے تھمایا اور کمرے سے نکل گئی۔

شیز نے پہلی ای میل کو بلند آواز میں پڑھا۔'' جمعے کی شام کے آئی جی ہیڈ کوارٹرز میں پراتما کی تقریب رونمائی میں شرکت ہمارے لئے باعث افتخار ہوگی۔ ہمیں آپ کی موسم کنٹرول کرنے والی مشین پراتما کو دیکھنے کا اشتیاق ہے......''

شیز کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ اس نے دوسری ای میل پڑھی۔'' موسم کنٹرول کرنے والی مشین پراتما کی نقاب کشائی کے موقعے پر یاد کرنے کا شکریہ۔ ہم ضرور شریک ہوں گے۔''

پہلی ای میل ٹائم میگزین اور دوسری نیوز ویک کے ایڈیٹر کی طرف سے تھی۔ شیز ای میل چیک کرنے لگا۔ سی بی ایس، این بی سی، سی این این، وال اسٹریٹ جرنل، شکاگو ٹریبیون، لندن ٹائمز...... ہر قابل ذکر جریدے، روزنامے اور چینل کی ای میل موجود تھی، اور سب نے پراتما کے افتتاح کی دعوت قبول کر لی تھی۔

پاؤلین سنانے کے عالم میں اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھی۔

شیز کے غصے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بولنا اس کیلئے مشکل ہو گیا تھا۔'' یہ...... یہ کیا...... اوہ...... یہ ان منحوس عورتوں کا کیا دھرا ہے......!''

............x............

انٹرنیٹ کیفے میں ڈیانا کمپیوٹر آپریٹ کر رہی تھی۔'' کوئی اہم اخبار، کوئی چینل رہ تو نہیں گیا؟''

''نہیں...... میرے خیال میں تو غیر اہم اخبارات کو بھی ہم نے مدعو کر لیا ہے۔'' کیلی نے جواب دیا۔

''واہ...... کیا زبردست پارٹی ہوگی'' ڈیانا نے چہک کر کہا۔

............x............

ونس کاربالو کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔'' تم کیلی کو جانتی ہو؟''

'' کیوں نہیں۔ آخر وہ دنیا کی مقبول ترین ماڈل گرل ہے۔''

ونسی کاربالو کا چہرہ جگمگا اٹھا۔'' تو بتاؤ، کہاں ہے وہ؟''

گریس نے حیرت سے اسے دیکھا۔'' مجھے کیا معلوم۔ میں اس سے کبھی ملی تھوڑا ہی ہوں''

ونسی کا چہرہ تمتما اٹھا۔'' تم نے تو کہا تھا کہ تم اسے جانتی ہو۔''

'' میں ہی کیا، ساری دنیا اسے جانتی ہے۔ جاننے کے لئے ملنا ضروری تو نہیں''۔

'' تو تمہیں نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہے''۔

'' مجھے کچھ لگتا تو ہے''۔ گریس نے پرخیال لہجے میں کہا۔'' ممکن ہے وہ کیلی ہی ہو۔ مگر ہے عجیب سی بات''۔

'' بتاؤ تو''۔

'' میں نے اس سے ملتی جلتی ایک عورت کو صبح بس پر سوار ہوتے دیکھا تھا۔ مگر میرے خیال میں وہ کیلی نہیں ہو سکتی۔ کیلی بس میں کیوں سفر کرے گی۔ اس کے پاس تو اپنی لیموزین ہوگی۔ اور ہاں، وہ اکیلی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ایک عورت بھی......''۔

'' وہ بس کہاں کی تھی؟''۔

'' ورمونٹ جانے والی بس تھی وہ۔ اچھا آپ کے خیال میں وہ کیلی ہی تھی کیا......؟''۔

'' نہیں، شکریہ''۔ کاربالو نے کہا اور باہر کی طرف لپکا۔ اسے لگ رہا تھا کہ یہ دس لاکھ ڈالر اس کے ہی ہوں گے......

............x............

ٹینر نے ای میل اور فیکس کا وہ پلندہ زمین پر پٹخ دیا۔ پھر وہ پاؤلین کی طرف مڑا۔'' جانتی ہو، ان خبیث عورتوں نے کیا کیا ہے؟''۔

'' ہاں...... میری سمجھ میں آگیا ہے۔ اب ہمیں پراتما کا افتتاح باضابطہ طور پر کرنا ہوگا۔ اعلان تو ہو ہی چکا ہے''۔ پاؤلین نے کہا۔

'' لیکن ہم پراتما کی جھلک ہی کسی کو نہیں دکھا سکتے۔ میرا خیال ہے تقریب سے ایک دن پہلے پراتما کو حادثہ پیش آئے گا اور وہ تباہ ہو جائے گی''۔

پاؤلین مسکرائی۔'' جبکہ پراتما 2 موجود ہوگی''۔

ٹینر نے اثبات میں سر ہلایا۔'' ہاں۔ ہم دنیا کی سیاحت کے لئے نکلیں گے۔ اور جب جی چاہے گا، ٹاموآ جائیں گے اور پراتما ٹو کا آپریشن شروع''۔

اسی وقت کیتھی کی گھبرائی ہوئی آواز انٹرکوم پر ابھری۔'' مسٹر کنگسلے، میں تو پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔ پوری دنیا کا میڈیا آپ سے بات کرنے کی کوشش میں ہے۔ میں کیا کروں......؟''۔

'' ان سے کہہ دو کہ میں ایک میٹنگ میں ہوں'' ٹینر نے کہا۔ پھر وہ پاؤلین کی طرف مڑا۔'' ہمیں فوراً نکلنا ہے یہاں سے''۔ اس نے اینڈریو کے کندھے کو تھپتھپایا۔'' چل رہے ہو ہمارے ساتھ؟''۔

'' ہاں ٹینر''۔

وہ تینوں سرخ اینٹوں کی بنی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔'' مجھے تم سے ایک بے حد اہم کام کرانا ہے اینڈریو''۔

'' جو تم کہو گے، میں کروں گا''۔

وہ عمارت میں داخل ہوئے۔ ٹینر آگے آگے تھا۔ پراتما کے پاس پہنچ کر ٹینر اینڈریو کی طرف مڑا۔'' مجھے اور شہزادی کو جانا ہے۔ تم اتنا کرو کہ شام چھ بجے اس کمپیوٹر کو آف کر دینا۔ آسان سا طریقہ ہے اس کا''۔ اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔'' یہ بڑا سرخ بٹن دیکھ رہے ہو نا؟''۔

اینڈریو نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

'' بس شام کے چھ بجیں تو تم اسی بٹن کو تین بار دبا دینا۔ تین بار۔ یاد رہے گا نا تمہیں؟''۔

'' ہاں ٹینر۔ شام چھ بجے...... تین بار بٹن دبانا ہے''۔

'' بس ٹھیک ہے۔ پھر ملیں گے'' ٹینر اور پاؤلین باہر نکلنے لگے۔

اینڈریو نے عقب سے پکار کر پوچھا۔'' تم مجھے ساتھ نہیں لے رہے ہو؟''۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 168

علیم الحق حقی

''نہیں......تمہیں یہیں رکنا ہے۔بس یاد رکھنا......شام چھ بجے......تین بار''۔

''مجھے یاد رہے گا''۔

وہ دونوں باہر نکلے تو پاؤلین نے کہا۔''اور اگر وہ بھول گیا تو؟''۔

ٹیٹر ہنس دیا۔''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔میں نے اسے سیٹ کر دیا ہے۔چھ بجے پرائما خود ہی دھماکے سے پھٹ جائے گی۔میں تو صرف اس امر کو یقینی بنا رہا تھا کہ جب دھماکہ ہو تو اینڈریو وہیں موجود ہو''۔

''اور مر جائے!''۔پاؤلین نے حیرت سے کہا۔

''ہاں''ٹیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

............x............

معاملات ویسے ہی کچھ کم خراب نہیں تھے۔اس پر ستم یہ ہوا کہ اگلی صبح ہاروے ڈین سفارت خانے پہنچا تو وہاں صحافیوں کی فوج اس کی منتظر تھی۔اس نے سیکورٹی گارڈ کو منہ بنا کر دیکھا۔اس نے بے چارگی سے کندھے جھٹک دیئے۔بہر حال یہ سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کہ صحافی اندر کیسے آئے۔اور نہ ہی اس کے پاس اس پر سوچنے کا وقت تھا۔

اور صحافیوں کا انداز رسمی نہیں تھا۔وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔''کیا شریڈر تھورن کارپوریشن کا تنخواہ دار ہے؟''۔کسی نے پوچھا۔

''سوری جینٹل مین''۔ہاروے نے آگے بڑھ کر لفٹ کا بٹن دبایا۔''نو کمنٹس''۔

''تو ہمیں جناب سفیر سے بات کرنے کا موقع دیا جائے''۔

''کیونکہ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں''۔ہاروے لفٹ کے دروازے کو یوں گھور رہا تھا، جیسے وہ اس کے گھورنے سے کھل جائے گا۔

''وہ ہیں کہاں؟''۔

خوش قسمتی سے اسی وقت لفٹ کا دروازہ کھلا اور ہاروے جلدی سے اس میں داخل ہو گیا۔صحافیوں کو سیکورٹی والوں نے روک لیا تھا۔

ہاروے ڈین نے لفٹ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے صحافیوں سے کہا۔''جب سفیر صاحب بیان جاری کرنا چاہیں گے تو آپ لوگوں کو مطلع کر دیا جائے گا''۔

وہ بھوکے بھیڑیوں ہی کی طرح دانت نکوس رہے تھے۔لفٹ کا دروازہ بند ہوا تو ہاروے نے چہرے سے پسینہ پونچھا۔

اوپر پہنچ کر وہ سیکریٹریوں کو نظر انداز کرتا تیز قدموں سے آفس کی طرف بڑھا۔لیکن دروازہ کھلتے ہی وہ جیسے پتھر کا بت بن کر رہ گیا۔

سامنے ڈیسک پر ڈیمین بیٹھا نظر آ رہا تھا۔جبکہ ہاروے اس کا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ تم گھر پر ہو گے''۔ہاروے نے کہا۔

ڈیمین نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''پریس والے شریڈر کے بارے میں جاننے کیلئے پاگل ہو رہے ہیں''۔ہاروے ڈی نے کہا۔''میں انہیں جیسے تیسے اس وقت تک روک لوں گا، جب تک پال بوہر سے تمہاری بات نہیں ہو جاتی۔لیکن اس سے زیادہ انہیں ٹالا نہیں......''۔

''ڈی کارلو کل تمہارے گھر میں کیا کر رہا تھا؟''۔ڈیمین کا چہرہ بے تاثر تھا۔

''کون؟''۔ہاروے ڈین کی سمجھ میں سچ مچ کچھ بھی نہیں آیا تھا۔وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ یہ ڈی کارلو کیا بلا ہے۔

ڈیمین اٹھ کھڑا ہوا۔اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔''بنو مت۔مجھ سے سیدھی صاف بات کرو''۔

ہاروے نے کندھے جھٹک دیئے۔وہ سمجھ گیا تھا۔اور کہنے کو اس کے پاس کچھ تھا بھی نہیں۔

ڈیمین نے بڑی بدمزگی سے اسے دیکھا اور چلایا۔''پیٹر......یہاں آؤ''۔

بغلی دروازہ کھلا اور کیٹ رینالڈ کا بیٹا اندر آیا۔

''ہاں پیٹر، اب رپورٹ دو''۔ڈیمین نے نرم لہجے میں کہا۔

پیٹر نے اپنی جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور اسے کھولا۔پھر وہ بولا تو اس کا انداز کسی پولیس والے کا سا تھا، جو عدالت میں بیان دے رہا ہو۔''کل سہ پہر ساڑھے تین بجے میں نے فادر ڈی کارلو کو 114، ایپے کریسنٹ میں جاتے دیکھا۔وہاں وہ ایک گھنٹا بائیس منٹ تک موجود رہا اور مسٹر ڈین کی بیوی سے باتیں کرتا رہا......''۔

ہاروے ڈین کا ضبط جواب دے گیا۔اس نے پیٹر کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈیمین سے کہا۔''میری بات سنو۔مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھا۔میرا مطلب ہے کہ باربرا نے مجھے نہیں بتایا کہ......''۔

''تم اپنے بچے کو ختم کر دو''۔

ڈین نے سر جھکا اور ایک قدم پیچھے ہٹا۔اسے کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔اس کا منہ کھلا۔ہونٹ ہلے۔لیکن آواز نہیں نکلی۔

''اب صرف ایک بچہ زندہ رہ گیا ہے اور وہ تمہارا بچہ ہے''۔ڈیمین کا لہجہ پر سکون تھا۔''اسے ختم کر دو۔یا پھر خود ختم ہو جاؤ''۔

ڈین الٹے قدموں دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔''نن......نہیں......نہیں......''وہ ہکلایا۔اس کا سر اب بھی نفی میں ہل رہا تھا۔''خدا کے لئے ڈیمین......''۔

ڈیمین نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔''خدا نے ابراہیم سے کہا......اپنے سب سے محبوب بیٹے کو میری راہ میں قربان کرو......''

ہاروے پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے ٹکرایا۔وہاں سے وہ دروازے کی طرف گھوما۔دروازے کے ہینڈل کو وہ ایسے تلاش کر رہا تھا، جیسے اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہو۔وہ بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

''ابراہیم خدا کے کہنے پر اپنے بیٹے کو قربان کر سکتے ہیں تو تم شیطان کے بیٹے کی خاطر اپنے بچے کو قربان کیوں نہیں کر سکتے''۔ڈیمین اب اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

ہاروے ڈین کے پاس لفظ نہیں رہے تھے۔اس کی زبان اس کے دہن میں ٹھٹھر گئی تھی۔ایسا لگتا تھا کہ اس کی جان سمٹ کر ٹانگوں میں آ گئی ہے اس نے دروازہ کھولا اور اندھا دھند بھاگا۔سیکریٹریوں کی حیران نگاہوں کی اور اپنے وقار کی پروا کئے بغیر وہ لفٹ کی طرف بھاگا۔

پیٹر اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے سر گھما کر ڈیمین کو دیکھا۔''آپ اسے روکیں گے نہیں؟''۔

ڈیمین نے نفی میں سر ہلایا۔''اس کی کوئی ضرورت نہیں''۔

............x............

ازدواجی زندگی میں وہ پہلا موقع تھا کہ ایک چھت کے نیچے ہوتے ہوئے بھی باربرا اکیلی سوئی تھی۔وہ اپنے لئے کاؤچ گھسیٹ کر بچے کے کمرے میں لے آئی تھی اور اس پر اس طرح سوئی تھی کہ بچہ اس کی پہنچ سے دور نہیں تھا۔رات میں تین بار اس نے اٹھ کر بچے کو چیک کیا کہ وہ خیریت سے ہے۔

ناشتے کے دوران ان کے درمیان زیادہ بات نہیں ہوئی۔اس نے ہاروے سے صاف کہہ دیا کہ شام تک فیصلہ کر لے۔کیونکہ شام کو وہ یہاں سے چلی جائے گی۔چاہے وہ اس کے ساتھ ہو یا نہیں۔

باربرا نے ریسیور رکھا اور طمانیت سے سر ہلایا۔سسیکس میں رہنے والی کیرول کی دوست اسے کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔وہ وہاں اکیلی رہتی تھی۔اب وہ یہی سوچے گی کہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے۔اسی لئے وہ علیحدہ ہو رہی ہے۔

اب اسے روانگی کے انتظامات کرنے تھے۔پہلے استری اور پھر پیکنگ۔اس نے استری اسٹینڈ کھڑا کیا اور استری لگائی۔بچے کا کوٹ کھڑکی کے پاس رکھا تھا۔دھوپ اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ قلقاریاں مار رہا تھا۔وہ ہاتھ یوں چلا رہا تھا، جیسے دھوپ کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔

کام کرنے کے دوران باربرا بار بار سر گھما کر اسے دیکھتی رہی۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر:169

علیم الحق حقی

دو بارتو اس نے اسے قریب سے جا کر بھی دیکھا۔دوسری بار وہ گئی تو بچہ سو رہا تھا۔اس نے دھوپ سے بچانے کے لئے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے تھے۔اس نے بچے کا ہاتھ باہر نکالا اور اسے کمبل میں اڑس دیا۔پھر وہ دوبارہ کپڑے استری کرنے لگی۔وہ سوچ رہی تھی،اب وہ یہاں سے چلی جائے گی...... اپنے بچے کو لے کر!اور ممکن ہے،ہاروے بھی اس کے ساتھ ہو۔

............x............

کتا بڑے محتاط انداز میں گھاس پر آگے بڑھ رہا تھا۔خودرو گھاس کا سلسلہ ختم ہوا تو وہ رک گیا۔اس نے تھوتھنی اوپر اٹھا کر فضا کو جیسے سونگھا۔پھر وہ ایونیو پر چلنے لگا۔کوئی اس کے قریب نہیں آ رہا تھا...... نہ کتے،نہ بچے۔دو مقامات پر وہ مڑا۔پھر ایک ڈرائیووے کے پاس وہ رک گیا۔اس کی کمر اور گردن کے بال کھڑے ہو گئے تھے۔دانت نمایاں ہو گئے تھے اور اس کے حلق سے دھیمی دھیمی غراہٹیں ابھر رہی تھیں۔

وہ گھر کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔اس کے نتھنے پھڑک رہے تھے۔وہ ایک مخصوص بو کی طرف بڑھ رہا تھا۔کچن کی کھڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے پچھلی ٹانگوں پر خود کو کھڑا کیا۔اس کے اگلے پیر کھڑکی کی چوکھٹ پر تھے اور وہ کھلی کھڑکی سے بچے کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔اس کی زرد آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے تھیں اور اس کی گندی رال بچے کے کمبل پر گر رہی تھی۔

باربرا چلائی تو اس نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا۔پھر وہ نیچے اترا اور ڈرائیووے کی طرف چل دیا۔وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

باربرا نے جلدی سے کھڑکی بند کی اور اس کے شیشے سے چہرہ ٹکا کر باہر دیکھنے لگی۔اس کا دل سینے میں دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔اس کتے کو دیکھ کر اسے شاک لگا تھا۔کیسے وہ اچانک ایا تھا...... اور کیسے بچے کو دیکھ رہا تھا۔زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے سر گھما کر بچے کو دیکھا۔

بچے نے سوتے میں کروٹ لی تھی اور اس کے پاؤں یوں چل رہے تھے،جیسے وہ خواب میں دوڑ رہا ہو۔اور وہ منہ کے بل پڑا تھا۔

''سب ٹھیک ہے میری جان''۔باربرا نے کہا۔''میں نے اس کتے کو بھگا دیا ہے''۔

اس نے بچے کو سیدھا کیا...... اور اسے شدید جھٹکا لگا۔وہ بچے کا چہرہ تو نہیں تھا۔وہ تو ایک بڈھے کا جھریوں سے بھرا چہرہ تھا۔دھندلائی ہوئی آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں چہرے کی رنگت کالی تھی۔ہاتھ پنجوں کی طرح کے تھے اور ناخن بڑھے ہوئے تھے۔اس نے اپنا پنجہ باربرا کی طرف بڑھایا۔باربرا گھبرا کر پیچھے ہٹی۔اس کے حلق سے ڈراؤنی چیخ نکلی۔اس نے بے سوچے سمجھے ہاتھ بڑھایا۔استری اس کے ہاتھ میں آ گئی۔اس نے استری اٹھا کر اس چہرے پر پھیر دی......

ننھا سا بچہ موت کی آغوش میں جاتے ہوئے اپنی بے نور ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔باربرا کو ایسا لگا کہ ان آنکھوں میں شکایت ہے۔وہ حیرت سے سوچ رہی تھی کہ وہ منحوس بڈھا کہاں گیا......!

............x............

ہاروے ڈین موٹر سائیکل سوار پولیس والے سے پانچ گز پیچھے تھا۔گھر پہنچنے کی جلدی میں اس نے سگنل توڑا تو اس پولیس والے نے اسے روک لیا۔اس نے اسے اپنے سفارتی کاغذات دکھائے اور پولیس والے سے معذرت کرتے ہوئے وضاحت کی کہ وہ اس وقت ایک ہنگامی صورت حال سے دوچار ہے...... اور اسے جلد از جلد گھر پہنچنا ہے۔پولیس والے نے اس کی معذرت اور وضاحت قبول کی اور کہا کہ وہ اسے گھر پہنچائے گا۔

اور اب پولیس والا آگے آگے تھا۔

ہاروے ڈین نے گاڑی اپنے ڈرائیووے میں روکی۔پولیس والے نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔لیکن ہاروے کو اس کی موجودگی کا بھی احساس نہیں تھا۔وہ تیزی سے گھر کی طرف لپکا،دروازہ کھولا اور ہال میں داخل ہو گیا۔اس کا خیال تھا کہ باربرا اسے دیکھ کر خوش ہو گی۔اب جبکہ اس نے باربرا کے حق میں فیصلہ کر لیا تھا...... اس کی بات مان لی تھی تو اسے طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ بھاگے۔انجام خدا جانے......

''باربرا''۔اس نے پکارا۔

گھر میں سناٹا تھا۔نہ کوئی آواز...... ریڈیو کی،ٹی وی کی،نہ کوئی تحرک کا احساس۔وہ کچھ پریشان ہو گیا۔

اس نے ڈرائنگ روم میں جھانکتے ہوئے آواز دی۔''باربرا؟''

اس نے کچن کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باربرا استری اسٹینڈ کے پاس کھڑی ہے۔اس کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔کھڑکی کے پاس پنگھوڑا تھا۔اس میں لیٹے ہوئے بچے کا ہاتھ اسے نظر آ رہا تھا۔ننھی منی انگلیاں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔مگر ان میں اکڑن تھی۔

''کیا بات ہے باربرا؟تمہیں میری آواز نہیں آئی تھی؟''۔اس نے پوچھا۔

لیکن باربرا اب بھی نہیں پلٹی۔وہ آگے بڑھا۔''تم پیکنگ کر لو جلدی سے۔ہم یہاں سے جا رہے......''۔

باربرا نے پلٹ کر اسے دیکھا...... اور وہ جیسے پتھر کا ہو گیا۔لفظ گھٹ کر رہ گئے اور اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔باربرا کی آنکھیں مسلسل رونے سے سرخ ہو رہی تھیں۔اس کا چہرہ کسی متشددانہ جذبے سے چیخنے...... بگڑ رہا تھا۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔لیکن باربرا اس پر جھپٹی۔باربرا کا ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی طرف لپکا۔اس ثانیے میں اس کے سوا وہ کچھ بھی نہ دیکھ سکا۔استری کا نوکیلا حصہ سیدھا اس کی آنکھ میں گھس گیا۔

اس کی اذیت ناک چیخ میں گرم استری کی پھنکار گھل مل گئی۔اس کی آنکھ غلیظ مائع میں تبدیل ہو گئی۔خالی ڈھیلے سے بھیجے جیسا مواد بہنے لگا۔اگلے ہی لمحے اس کا بے جان جسم فرش پر گرا۔پگھلی ہوئی آنکھ کا مواد بہتا ہوا اس کے رخسار پر آ رہا تھا۔

باربرا نے بڑی احتیاط سے استری کو اسٹینڈ پر رکھ دیا۔پھر اس نے جھک کر مردہ شوہر کے کندھے کو چھوا۔آنکھ کے خلاف سے اسے ہاروے کے دماغ کا مرکزی حصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔وہ اٹھی سنک کے پاس گئی اور وہاں سے ایک کپڑا اٹھا کر لائی۔پھر ہاروے کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے بڑی نرمی اور محبت سے اس کے بے جان رخسار پر بہہ کر آنے والے غلیظ مواد کو صاف کر دیا۔پھر وہ اٹھ کر بچے کے پاس گئی۔اس کی ننھی منی گلابی انگلیوں کو سہلاتے ہوئے اس نے اس کے بری طرح ٹوٹے پھوٹے چہرے کو دیکھا۔پھر وہ وہاں سے ہٹی اور میز کے پاس رکھی کرسی پر جا بیٹھی۔وہ آپ ہی آپ مسکرا رہی تھی۔وہ پاگل ہو گئی تھی...... ہمیشہ کے لئے...... اور یہ پاگل پن لاعلاج تھا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 170

علیم الحق حقی

پرواز کے لئے وہ مناسب ترین دن تھا۔ کے آئی جی کا بوئنگ 757 بحرالکاہل پر پرواز کر رہا تھا۔ اوپر روشن نیلا آسمان تھا۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ جہاز کے مرکزی کیبن میں پاؤلا اور ٹیمز ایک صوفے پر ساتھ بیٹھے تھے۔

''ڈارلنگ، مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ دنیا کو تمہاری ذہانت کا کبھی علم نہیں ہو سکے گا''۔ پاؤلین کہہ رہی تھی۔

''اگر کبھی انہیں پتا چل جائے تو میں تو مصیبت میں پھنس جاؤں گا''۔

پاؤلین نے غور سے اسے دیکھا۔ ''کوئی بات نہیں۔ ہم ایک ملک خرید سکتے ہیں۔ اور پھر ہم ہی اس کے حکمراں ہوں گے۔ تب تو ہمیں کوئی چھو بھی نہیں سکے گا''۔

ٹیمز ہنسنے لگا۔

پاؤلین نے اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''جانتے ہو تم نے پہلی ہی نظر میں مجھے دیوانہ بنا دیا تھا''۔

''نہیں شہزادی۔ مجھے تو یہ یاد ہے کہ تم نے مجھے بہت ستایا تھا۔ میری توہین کرتی رہی تھیں تم''۔

''وہی تو ایک ترکیب تھی تمہارا دل جیتنے کی۔ اور دیکھو، کارگر بھی رہی۔ بدلہ لینے کا خیال نہ ہوتا تو تم دوبارہ کبھی مجھ سے نہ ملتے''۔

''ہاں...... یہ تو ہے''۔ ٹیمز نے کہا اور اسے لپٹا لیا۔

دور کہیں بجلی لہرائی...... آسمان بجلی!

''تمہیں ٹاموآ بہت اچھا لگے گا۔ ہم وہاں سکون سے دو ہفتے گزاریں گے اور پھر دنیا کی سیاحت پر نکلیں گے۔ ہمیں جدائی کے ان برسوں کے ایک ایک پل کا ازالہ کرنا ہے وہ پل جو ہم ساتھ نہیں گزار سکے''۔

پاؤلین مسکرائی۔ ''ہاں...... اور ہم بہترین ازالہ کریں گے''۔

''اور ہر ماہ ہم ٹاموآ واپس آیا کریں گے...... پرائما ٹو سے کام لینے کے لئے۔ ہم دونوں مل کر ہدف کا انتخاب کیا کریں گے''۔

پاؤلین نے کہا۔ ''انگلینڈ میں طوفان تخلیق کریں تو انہیں تو پتا بھی نہیں چلے گا''۔

ٹیمز ہنسنے لگا۔ ''دنیا بہت بڑی ہے شہزادی۔ سو سے زیادہ ملک ہیں وہاں''۔

اسی وقت اسٹیوارڈ ان کے پاس چلا آیا۔ ''کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم کریں''۔

''نہیں۔ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے''۔ ٹیمز نے کہا۔ اور وہ جانتا تھا کہ یہ سچ ہے۔

دور کہیں آسمان پر پھر بجلی کے کئی کوڑے لہرائے۔

''بس طوفان نہ آئے''۔ پاؤلین کی آواز کپکپا رہی تھی۔ ''مجھے خراب موسم میں پرواز بہت بری لگتی ہے''۔

''فکر نہ کرو ڈارلنگ۔ دیکھو آسمان بالکل صاف ہے۔ ایک بادل بھی تو نظر نہیں آ رہا ہے''۔ ٹیمز نے اسے تسلی دی۔ پھر وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔ ''ہمیں موسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسے تو ہم نے پہلے ہی قابو کر لیا ہے''۔ اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''اور پرائما ون ایک گھنٹا پہلے تباہ ہو چکی......''۔

اسی وقت جہاز پر بارش کے موٹے موٹے قطرے کنکروں کی طرح برسنے لگے۔

ٹیمز نے پاؤلین کو اور قریب کر لیا۔ ''پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ یہ معمولی بارش ہے''۔

مگر اسی وقت آسمان پر تیزی سے اندھیرا چھانے لگا اور بجلی اس زور سے کڑکی کہ فضا لرز اٹھی۔ اگلے ہی لمحے جہاز بری طرح اوپر نیچے ہونے لگا۔ ٹیمز نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو اس کی آنکھوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ بارش تیزی سے طوفان کا روپ دھار رہی تھی۔

''ارے دیکھو تو......''۔ ٹیمز کہتے کہتے رک گیا۔ ''یہ تو پرائما......''۔

اسی لمحے طوفان پوری قوت سے جہاز سے ٹکرایا۔ اب جہاز کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ بری طرح ہچکولے کھا رہا تھا۔

پاؤلین پاگلوں کی طرح چیخنے لگی......

............x............

کے آئی جی کی سرخ اینٹوں سے بنی عمارت میں اینڈریو پرائما کو آپریٹ کر رہا تھا۔ کوئی پرانی بات اس کے دماغ میں متحرک ہو گئی تھی۔ اس کے زیر اثر اس کی انگلیاں خودکار انداز میں پرائما کے بٹنوں پر حرکت کر رہی تھیں۔ اسکرین پر اسے متحرک ہدف نظر آ رہا تھا۔ اس کے بھائی کا جہاز 300 میل فی گھنٹا کی رفتار سے چلنے والی ہواؤں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

اس نے ایک اور بٹن دبا دیا......

............x............

محکمہ موسمیات کی درجنوں شاخوں میں ماہرین موسمیات اپنے اپنے کمپیوٹر اسکرین پر نظر آنے والے منظر کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ جو ہو رہا تھا، بہ ظاہر وہ ناممکن تھا۔ لیکن ہو رہا تھا اور اس کی کوئی سائنسی توجیہہ بھی نہیں تھی۔ سمندر پر طوفان گردباد......! اور بھی اوپر کی طرف جاتا ہوا!!

............x............

سرخ اینٹوں والی عمارت میں تنہا اینڈریو دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ وہ دنیا کو انسانوں کے لئے ایک بہتر مقام بنانے کے لئے کم از کم ایک کوشش تو اب بھی کر سکتا تھا۔

اس نے F6 طوفان گردباد تخلیق کر لیا تھا اور اب اسے پرائما کی مدد سے اوپر...... اور اوپر...... اور اوپر لے جا رہا تھا......

............x............

جہاز بری طرح ڈول رہا تھا۔ ٹیمز کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ پھر طوفان کا زور ٹوٹنے لگا۔ لیکن ساتھ ہی اسے ایسی آواز سنائی دینے لگی، جیسے کوئی مال گاڑی چل رہی ہو۔ مگر مال گاڑیاں اڑتی نہیں ہیں۔ اور پھر وہ یہ آواز خوب پہچانتا تھا۔ یہ طوفان گردباد کا شور تھا جو قریب آ رہا تھا۔ پھر اسے فضا میں گھومتا ہوا وہ بہت بڑا بگولا نظر آیا۔ وہ فاتحانہ لہجے میں چلایا۔ ''دیکھو...... دیکھو...... اتنی بلندی پر طوفان گردباد آ ہی نہیں سکتا۔ یہ میری تخلیق ہے۔ یہ میں نے پیدا کیا ہے۔ یہ...... یہ تو معجزہ ہے۔ صرف میں اور خدا ہی ایسا کرنے کی طاقت......

............x............

سرخ اینٹوں والی عمارت میں اینڈریو نے ایک سوئچ دبایا۔ اسکرین پر طوفان گردباد جہاز سے ٹکراتا نظر آیا اور جہاز کے پرخچے اڑ گئے۔ جہاز کا ملبہ اور اس کے مسافروں کی لاشیں فضا میں بکھر گئیں۔

اس کے بعد اینڈریو نے بڑے سکون سے سرخ بٹن کو تین بار دبا دیا......

............x............

کیلی اور ڈیانا تیار ہو رہی تھیں کہ گریس نے دروازے پر دستک دی۔ ''ناشتہ تیار ہے''۔

''ہم آ رہے ہیں''۔ کیلی نے پکارا۔

''میں اخبار پڑھنے کو بےتاب ہو رہی ہوں''۔ ڈیانا نے کیلی سے کہا۔ ''دیکھنا یہ ہے کہ میری اسکیم کس حد تک کامیاب رہی''۔

وہ کمرے سے نکلیں اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دیں۔ وہ گیمز روم بھی تھا، وہاں اخبارات بھی ہوتے تھے اور ٹی وی بھی۔ اس وقت وہاں جو لوگ بھی موجود تھے، وہ ٹی وی کے گرد جمع تھے۔ خبریں ٹیلی کاسٹ ہو رہی تھیں......

رپورٹس کے مطابق حادثے میں کوئی مسافر بھی نہیں بچا۔ ٹیمز کنگسلے کے ساتھ جہاز میں سینیٹر پاؤلین وان لوئن بھی سوار تھیں۔ ان کے علاوہ دو پائلٹ اور ایک اسٹیوارڈ بھی جہاز میں موجود تھے۔

وہ دونوں بت بن کر رہ گئیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ اسکرین پر اب کے آئی جی کی عمارت نظر آ رہی تھی۔

''کے آئی جی دنیا کا سب سے بڑا تھنک ٹینک ہے۔ دنیا کے تیس ممالک میں اس کے دفاتر قائم ہیں۔ محکمہ موسمیات کا کہنا ہے کہ جس وقت وہ غیر متوقع برقیاتی طوفان ٹیمز کنگسلے کے جہاز سے ٹکرایا، اس وقت جہاز جنوبی بحرالکاہل کے علاقے میں پرواز کر رہا تھا......

وہ دونوں سحر زدہ سی لگ رہی تھیں......

اس کے علاوہ اس معاملے سے وابستہ ایک اور اسرار بھی ہے، جسے پولیس سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ یہ کہ کے آئی جی نے پریس کو پرائما کی رونمائی کے ڈنر پر مدعو کیا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 171

علیم الحق حقی

واضح رہے کہ پرائما موسم کو کنٹرول کرنے والے اس کمپیوٹر کا نام ہے، جو کے آئی جی نے ایجاد کیا ہے۔لیکن کل شام ایک دھماکے کے نتیجے میں پرائما مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔آگ بجھانے والوں کو وہاں ملبے میں صرف اینڈریو کنگسلے کی لاش ملی......

............x............

ڈیانا نے کہا۔''تو ٹیمز کنگسلے مر چکا ہے''۔

''ایک بار پھر کہو۔مگر ذرا آہستہ آہستہ......ٹھہر ٹھہر کر''۔

''ٹیمز......کنگسلے......مر......چکا......ہے......''۔ڈیانا نے ٹھہر ٹھہر کر دہرایا۔

کیلی نے گہری سانس لی......طمانیت بھری سانس! پھر وہ ڈیانا کو دیکھ کر مسکرائی۔''اب بھلا زندگی میں ہیجان اور سنسنی خیزی کہاں!''۔

''امید تو یہی ہے''۔ڈیانا بولی۔''آج رات والڈورف۔آسٹوریا ٹاورز میں گزارنے کے بارے میں کیا کہتی ہو؟''۔

کیلی کے دانت نکل پڑے۔''کیوں نہیں''۔

انہوں نے گریس سیڈل سے رخصت چاہی۔کیلی نے گریس کا شکریہ ادا کیا تو اس نے کیلی کو لپٹا لیا۔''اس کی ضرورت نہیں۔میں تمہارے لئے ہمیشہ حاضر ہوں''۔اس نے کہا۔اور اس نے کیلی کو نہیں بتایا کہ ان کا پتا بتانے کے لئے اسے کتنی بڑی رقم کی پیشکش کی گئی تھی۔

............x............

والڈورف۔آسٹوریا ٹاورز کے صدارتی سوئٹ میں ایک ویٹر ان کے ڈنر کے لئے میز سجا رہا تھا۔اس نے پلٹ کر ڈیانا کو دیکھا۔

''آپ نے چار افراد کے لئے ٹیبل سیٹ کرنے کو کہا ہے نا؟''۔

''ہاں''۔

کیلی نے چونک کر ڈیانا کو دیکھا۔لیکن کہا کچھ نہیں۔

ڈیانا جانتی تھی کہ وہ اس وقت دل ہی دل میں اسے اس کی ضعیف الاعتقادی پر برا بھلا کہہ رہی ہوگی۔

پھر جب وہ کھانے کی میز پر بیٹھیں تو ڈیانا نے کہا۔''کیلی، میں نہیں سمجھتی کہ ہم دونوں نے یہ سب بغیر کسی کی مدد کے......اکیلے کیا ہے۔میرا خیال ہے کہ ہماری مدد کی گئی ہے......روحانی مدد''۔اس نے شمپین کا جام اٹھایا اور اپنے برابر رکھی خالی کرسی کی طرف مڑی۔''تھینک یو رچرڈ ڈارلنگ۔میں تم سے محبت کرتی ہوں''۔

ڈیانا اپنا جام ہونٹوں کی طرف لے جا رہی تھی کہ کیلی نے اچانک کہا۔''ذرا رکو......''۔

ڈیانا نے سر گھما کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

کیلی نے اپنا جام اٹھایا اور اپنے برابر والی خالی کرسی کی طرف مڑی۔''مارک، میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں''۔اس نے جام بلند کرتے ہوئے کہا۔''شکریہ''۔ان دونوں نے مشروب کا گھونٹ لیا......

کیلی مسکرائی۔''یقین کرو ڈیانا، یہ مجھے بہت اچھا لگا۔اب یہ بتاؤ، آگے کیا ارادہ ہے؟''۔

''میں واشنگٹن جاؤں گی اور ایف بی آئی والوں کو سب کچھ بتا دوں گی''۔

''یہ کام تو ہم دونوں کو ایک ساتھ کرنا ہے''۔

''ٹھیک کہتی ہو پارٹنر''۔

............x............

ڈنر کے بعد وہ ٹی وی دیکھتی رہیں۔ہر چینل پر ایک ہی گرم خبر تھی......ٹیمز کنگسلے کی موت کی خبر!

کیلی دیکھتی رہی۔پھر پرخیال لہجے میں بولی۔''کہتے ہیں کہ سانپ کا سر کاٹ دیا جائے تو باقی سانپ خود بخود مر جاتا ہے''۔

''اس کا مطلب؟''۔

''ابھی چیک کرتے ہیں''۔کیلی نے کہا اور فون کی طرف بڑھی۔''مجھے پیرس فون کرنا ہے''۔اس نے ریسیور اٹھا کر آپریٹر سے کہا۔

پانچ منٹ بعد اسے فون پر نکولا کی ہیجانی آواز سنائی دی۔''کیلی! مجھے خوشی ہے کہ تم نے فون کیا''۔

کیلی کا دل ڈوبنے لگا۔وہ جانتی تھی کہ اب وہ کیا سنے گی......یہی کہ انہوں نے فلپ کی فیملی اور اینجلو کو ختم کر دیا......

''میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ تم سے کیسے رابطہ کروں؟''۔نکولا کہہ رہی تھی۔

''تم نے وہ خبر سنی؟''۔

''ساری دنیا نے سن لی۔جیروم مالو اور الفانسے جیرارڈ نے جلدی جلدی اپنا سامان پیک کیا اور یوں بھاگے جیسے ان کے پیچھے کتے لگ گئے ہوں''۔

کیلی کی پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔''اور فلپ......اور میرا اینجلو......؟''۔

''فلپ اور اس کی فیملی محفوظ ہے۔اور اینجلو میرے اپارٹمنٹ میں ہے......میرے پاس۔وہ بدمعاش تمہیں مجبور کرنے کے لئے اینجلو کو چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے''۔

کیلی ایک دم خوش ہوگئی۔''واہ......بہت اچھی خبر سنائی ہے تم نے''۔

''اب آپ بتائیں، میں اینجلو کا کیا کروں؟''

''اسے ایئر فرانس کی اگلی فلائٹ سے نیویارک روانہ کردو اور مجھے فون کردو۔تاکہ میں وقت پر جا کر اسے ریسیو کرلوں۔مجھے تم یہاں والڈورف۔آسٹوریا ٹاورز میں فون کرسکتی ہو''۔

''جی......ٹھیک ہے''۔

''شکریہ''۔کیلی نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ڈیانا اب سب کچھ غور سن رہی تھی۔''تو تمہارا اینجلو خیریت سے ہے؟''

''ہاں، وہ بھی......اور فلپ اور اس کی فیملی بھی''۔

''زبردست''۔

''پہلی بار میں خوش ہوئی ہوں۔اچھا یہ بتاؤ، تم اپنے حصے کی آدھی رقم کا کیا کروگی؟''کیلی نے اچانک پوچھا۔

ڈیانا نے حیرت سے اسے دیکھا۔''کون سی رقم؟''

''کے آئی جی نے اپنے ملازمین کے قتل کے معمے کو حل کرنے والے کے لئے پچاس لاکھ ڈالر کا انعام مقرر کیا تھا۔وہ ہمیں ہی ملے گا نا''۔

''لیکن ٹیمز اور اینڈریو کنگسلے......دونوں مر چکے ہیں''۔

''مگر کے آئی جی تو قائم ہے نا۔ادارے تو نہیں مرتے''۔

''ہاں۔یہ تو ہے''۔ڈیانا نے کہا اور وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

''اچھا......واشنگٹن کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے۔تم پھر پینٹنگ شروع کروگی؟''کیلی نے پوچھا۔

ڈیانا چند لمحے سوچتی رہی۔''میرا خیال ہے نہیں''۔پھر چند لمحے کے توقف کے بعد وہ بولی۔

(جاری ہے)

''لیکن ایک تصویر میں بنانا چاہتی ہوں...... سینٹرل پارک میں پکنک کا ایک منظر......'' اس کی آواز بکھرنے لگی۔'' ...... دو محبت کرنے والے...... بارش میں پکنک مناتے ہوئے! اور کون جانے، اس تصویر کے بعد میں باقاعدہ پھر سے...... اچھا، یہ تو بتاؤ تم دوبارہ ماڈلنگ کرو گی؟''

''مجھے نہیں لگتا کہ میں......''

ڈیانا اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

''لیکن ممکن بھی ہے۔ کیونکہ جب میں رن وے پر ہوتی ہوں تو مجھے ہمیشہ ایسا لگتا ہے کہ مارک مجھے دیکھ رہا ہے...... ہاتھ سے میری طرف بوسے اچھال رہا ہے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ مارک چاہتا ہے کہ میں دوبارہ کام کروں۔''

''گڈ۔'' ڈیانا مسکرائی۔

انہوں نے مزید کچھ وقت ٹی وی دیکھتے ہوئے گزارا۔ پھر ڈیانا نے کہا۔'' بھئی اب تو نیند آرہی ہے۔''

پندرہ منٹ بعد وہ دونوں اپنے اپنے بیڈ میں تھیں۔ خطرات میں اتنا عرصہ گزارنے کے بعد وہ پہلا موقع تھا کہ وہ سکون سے لیٹی تھیں۔

''اب نیند برداشت نہیں ہوتی۔ لائٹ آف کردو۔'' کیلی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

ڈیانا نے حیرت سے اسے دیکھا۔'' لیکن تمہیں تو اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔''

''اب نہیں۔ اب تو میرے سارے ڈر نکل گئے۔ اب میں کبھی اندھیرے سے نہیں ڈروں گی۔''

ڈیانا نے مسکراتے ہوئے لائٹ آف کردی!

☆☆☆

پچھلے ایک ہفتے کے دوران فادر ڈی کارلو اس انداز میں جیتا رہا تھا کہ کوئی نارمل انسان نہیں جی سکتا۔ وہ برائے نام کھاتا اور سوتا رہا تھا۔ بس خدا اور ایمان کی قوتیں تھیں، جن کے زور پر وہ چل رہا تھا۔ اس کا جسم آرام کا مطالبہ کرتا تھا۔ مگر دماغ اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے اپنے اوپر آرام کو حرام کرلیا تھا، جب تک کہ اس کا کام نہ نمٹ جائے۔

اس وقت وہ ٹیکسی میں بیٹھا ویسٹ اینڈ کی طرف جا رہا تھا۔ باہر رونق تھی، چہل پہل تھی۔ لوگ اپنے کاموں میں مصروف آ اور جا رہے تھے۔ فٹ پاتھ پر چلتے ایک شخص کو دیکھ کر اسے انتونیو یاد آیا۔ اس نے سر جھکایا اور اپنے چھ ساتھیوں کے لئے ابدی سکون کی دعا کرنے لگا۔ ہر روز سینکڑوں بار ایسا ہوتا تھا۔ وہ اسے یاد آتے اور وہ ان کے لئے دعا کرتا۔

اس نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے ان آنسوؤں کو پونچھ لیا۔ کبھی کبھی اسے ایسا لگتا کہ اداسی اور مایوسی اس کے وجود کو پوری طرح شل کردے گی۔ لیکن ہر بار وہ یہ سوچ کر تازہ دم ہو جاتا کہ اینٹی کرائسٹ ابھی زندہ ہے اور بچہ مسیح غیر محفوظ!

اس نے اپنی نوٹ بک کو چیک کیا۔ پچھلے ایک ہفتے میں اپنی چالاکی نے خود اسے بھی حیران کیا تھا۔ تن تنہا اس نے نومولود مسیح کو چھپانے کا اہتمام بھی کیا تھا اور ساتھ ہی ڈیمین تھورن، کیٹ رینالڈ اور اس کے بیٹے پر نظر بھی رکھی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ تو بہت اچھا سراغ رساں بن سکتا تھا۔

''یہ بی بی سی آگیا سر۔'' ٹیکسی ڈرائیور نے اسے چونکا دیا۔

فادر ڈی کارلو نے شکریہ اور کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی سے اتر آیا۔ عمارت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ لیکن فادر کا تجربہ بتاتا تھا کہ کیٹ رات گئے ہی باہر آتی ہے۔ خوش قسمتی سے دروازے پر کوئی نہیں تھا۔ ورنہ اسے باہر انتظار کرنا پڑتا۔

............x............

اسٹوڈیو سنسان تھا۔ کیٹ نے اپنے نوٹس مکمل کرکے فائل میں رکھے اور فائل کو برابر والی کرسی پر رکھ دیا۔ اسی وقت دو ٹیکنیشین گزرے اور انہوں نے اسے گڈ نائٹ کہا۔ وہ مسکرائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسی وقت اسٹوڈیو میں ایک آواز گونجی۔'' ہم پانچ منٹ میں لاک کرنے والے ہیں مس رینالڈ۔''

''میں آرہی ہوں۔'' کیٹ نے پکار کر کہا۔ عام طور پر یہاں سے جان چھوٹنے پر وہ خوش ہوتی تھی۔ لیکن آج وہ اس لمحے سے خوف زدہ تھی۔

''مس رینالڈ'' ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے سر گھمایا اور غصے سے پادری کو دیکھا۔ یہ شخص یہاں اندر کیسے آگیا؟ یہ آدمی ہمیشہ کسی اندھیرے گوشے سے برآمد ہوتا ہے اور اسے ڈرا دیتا ہے۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''۔

''تم نے اسے دیکھ لیا...... ہے نا مس رینالڈ؟''۔

وہ بیمار نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے تھے۔ آنکھوں میں تھکن تھی اور کندھے جھکے ہوئے تھے۔ (جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 173 | علیم الحق حقی

"اب تو تم جان گئیں نا کہ تھورن اینٹی کرائسٹ ہے"۔ فادر نے آگے بڑھ کر اس کے بازو کو چھوا۔ "تو اب تم کیوں اسے تحفظ دے رہی ہو؟"۔

کیٹ نے جھٹکے سے اپنا بازو ہٹا لیا۔ "تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں سیکورٹی والوں کو بلا لوں گی"۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ غصہ اس کے اندر ابل رہا تھا۔ کوئی سیکورٹی والا نظر آتا تو وہ یقیناً اس پادری کو دھکے دلوا کر نکلوا دیتی۔

"تمہارا بیٹا کہاں ہے مس رینالڈ؟"۔

"وہ اس وقت یقیناً سو رہا ہوگا"۔ کیٹ نے چڑچڑے پن سے کہا۔

فادر ڈی کارلو نے نفی میں سر ہلایا۔ "جی نہیں۔ تمہارا بیٹا اس وقت ڈیمین تھورن کے ساتھ ہے"۔

کیٹ حیرت سے اسے گھورتی رہی۔

"ہاں، وہ اس کے ساتھ ہے مس رینالڈ"۔ فادر نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "اپنے جسم اور روح، دل اور دماغ سمیت۔ وہ اینٹی کرائسٹ کا چیلا بن چکا ہے"۔

کیٹ بڑے بے رحمانہ انداز میں ہنسی۔ وہ اس خرافات سے اکتا چکی تھی۔ اب بس وہ اس پادری سے نجات چاہتی تھی۔

"تم سمجھتی ہو کہ پیٹر باقاعدگی سے اسکول جاتا رہا ہے۔ ہے نا؟"۔ فادر کے لہجے میں چیلنج تھا۔

کیٹ نے تمسخرانہ انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"میری بات کا یقین نہیں تو فون کر کے چیک کر لو"۔ فادر ڈی کارلو نے چیلنج کیا۔

کیٹ کا تمسخر ہوا ہو گیا۔ دماغ میں شک، خوف اور غصے کے کن کھجورے سرسرانے لگے۔

فادر ڈی کارلو نے یہ تبدیلی بھانپ لی۔ "پیٹر ڈیمین تھورن کیلئے کام کر رہا ہے"۔ اس نے کہا۔ "وہ اب شیطان کا چیلا ہے۔ وہ نومولود مسیح کے قتل کی سازش کر رہا ہے۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہونگے۔ بچہ مسیح محفوظ ہے لیکن مس رینالڈ تمہارا بیٹا محفوظ نہیں"۔

کیٹ بار بار نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"پیٹر کو بچانے کی ایک ہی صورت ہے مس رینالڈ۔ اور وہ یہ ہے کہ دجال کو ختم کر دو...... تباہ کر دو"۔ فادر نے جیکٹ کی جیب سے خنجر نکالا۔

کیٹ نے خنجر کو دیکھا تو اس کی آنکھیں فرطِ دہشت سے پھیل گئیں۔ "تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ......"۔ وہ جملہ پورا نہ کر سکی۔ وہ خنجر کی تیز دھار کو دیکھے جا رہی تھی۔

"نہیں مس رینالڈ، یہ تو میری مقدس ذمے داری ہے۔ تم اگر اپنے بیٹے کی روح کو اہمیت دیتی ہو اور اسے بچانا چاہتی ہو تو اس مقدس ذمے داری کو پورا کرنے میں میری مدد کرو۔ میرے ساتھ تعاون کرو"۔

کیٹ کبھی اندھیری راہ داری کی طرف دیکھتی اور کبھی خنجر کی دھار کو۔ اور فادر ڈی کارلو مکمل ارتکاز کے ساتھ کیٹ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ کے تعاون کی بہت اہمیت ہے۔ اس کے تعاون کے بغیر اس کی کامیابی کی امید نہ ہونے کے برابر تھی۔

"جلدی کریں مس رینالڈ"۔ راہ داری میں گارڈ کی آواز گونجی۔

وہ آواز کیٹ کو حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی۔ "آ رہی ہوں"۔ اس نے چیخ کر کہا۔ پھر اس نے سر گھما کر فادر ڈی کارلو کو دیکھا تو وہ پوری طرح اپنے قابو میں تھی۔ "میں اپنے بیٹے کے پاس جا رہی ہوں"

"میری التجا ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو"۔ فادر ڈی کارلو نے کہا۔ "جب وہ گھر پر نہیں ملے گا تو تمہارے ساتھ زیادہ وقت نہیں ہوگا"۔

کیٹ نے کندھے جھٹکے اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ فادر ڈی کارلو اس کے پیچھے چل رہا تھا اور وہ جانتی تھی کہ اسے روکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ جب فلیٹ میں موجود پیٹر کو اسے دکھائے گی تو بات خود بخود ختم ہو جائے گی۔ پھر یہ شخص اس کا پیچھا چھوڑ دیگا۔

............x............

"پیٹر!"۔

لیکن فلیٹ میں گہری تاریکی تھی۔ کیٹ نے سوچا، پیٹر اتنی جلدی تو نہیں سوتا۔ اپنے برتھ ڈے کے بعد سے وہ دیر تک جاگنے لگا تھا۔ کبھی مطالعہ کرتا، کبھی موسیقی سنتا۔ مگر اس وقت فلیٹ میں تاریکی اور سناٹا تھا۔

فادر ڈی کارلو ڈرائنگ روم میں رک گیا تھا۔ کیٹ پیٹر کے بیڈ روم میں گئی۔ وہ واپس آئی تو اس کے چہرے کے تاثر کو دیکھ کر فادر ڈی کارلو کو اس پر ترس آنے لگا۔

"آپ نے ٹھیک کہا تھا"۔ وہ دل گرفتگی سے بولی۔

فادر نے ریسیور اٹھایا اور اس کی طرف بڑھایا۔ کیٹ نے نمبر ملایا اور رابطہ ملنے کا انتظار کرتی رہی۔

"مسز گرانٹ، اتنی رات کو فون کرنے پر معذرت...... میں کیٹ رینالڈ بول رہی......"۔

فادر کھڑکی سے باہر سڑک کو دیکھتا رہا۔ اسے اس کال میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"آپ کی یہ بات بھی درست نکلی"۔ کیٹ نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ "کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ گزشتہ رات وہ پیری فورڈ میں تھا؟"۔

"ہاں...... مجھے افسوس ہے۔ لیکن یہی حقیقت ہے"۔

"او مائی گاڈ"۔ کیٹ نے کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی تھی۔

"اب تم میری مدد کرو گی نا؟"۔ فادر ڈی کارلو کے لہجے میں التجا تھی۔

"جی ہاں"۔

............x............

اب وہ پورا راستہ کیٹ کے لئے جانا پہچانا تھا۔ اسے نہ نشانیاں دیکھنے کی ضرورت تھی نہ نقشہ دیکھنے کی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ فادر ڈی کارلو کے الفاظ پر توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے، تم نے تھورن فیملی کے المیوں کے بارے میں پڑھا ہے۔ لیکن جو کچھ پڑھا ہے، وہ آدھا بھی نہیں"۔

کیٹ نے پرتجسس نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایک پادری تھا...... فادر ٹیسون۔ اس نے ڈیمین کی پیدائش میں شیطان کی مدد کی تھی۔ بعد میں وہ تائب ہوا اور اس نے رابرٹ تھورن کو خبردار کرنے کی کوشش کی۔ وہ بھی ختم کر دیا گیا۔ ایک مسلمان فوٹوگرافر تھا...... حنیف ارشد۔ وہ واحد آدمی ہے، جس نے بہت کچھ کیا لیکن شیطان اسے ختم نہ کر سکا۔ اس کے علاوہ......"

اب وہ انگلیوں پر گنوا رہا تھا۔ "بیوگن ہیگن، ماہر آثار قدیمہ...... زندہ زمین میں دفن ہو گیا۔ پھر بل ایتھرٹن......"۔

"ہاں۔ اس کے متعلق میں نے پڑھا ہے"۔ کیٹ نے جلدی سے کہا۔

"جوآن ہارٹ...... تمہاری طرح صحافی تھی۔ ماری گئی۔ ڈاکٹر چارلس وارن، تھورن میوزیم کا نگران اعلیٰ، مار دیا گیا......"۔

"بس...... بس کرو"۔ کیٹ چلائی۔ "میں کچھ سننا نہیں چاہتی"۔ اس کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا اور آواز لرز رہی تھی۔ (جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 174

علیم الحق حقی

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ایک زبردست کہانی سناتا ہوں''۔ فادر ڈی کارلو نے آنکھیں موندتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے آسمان تین روشن ستاروں کا قران دیکھا تھا۔ وہ اب تک میری زندگی کا خوب صورت ترین تجربہ ہے۔ دو ہزار سال بعد مسیح کی دوبارہ ولادت بہت مبارک ہے''۔

کیٹ نے سکون کا سانس لیا۔ کم از کم اب موت کے بجائے پیدائش کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

''پھر ہم نومولود مسیح کو ڈھونڈنے نکلے۔ اور ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ماہر فلکیات نے ہی حتمی لوکیشن بتادی تھی۔ سو وہ ہمیں وہاں مل گئے...... خانہ بدوشوں کے درمیان!''۔

کیٹ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔

''اتنا خوب صورت، اتنا باوقار ننھا بچہ میں نے کبھی نہیں دیکھا'' فادر ڈی کارلو مسکرایا۔ ''اب تم سمجھیں خدا کی منصوبہ بندی؟ ذرا سوچو، برتھ سرٹیفکیٹ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خانہ بدوش اس تکلف میں کہاں پڑتے ہیں...... اور کون ان کا ریکارڈ رکھتا ہے۔ تو ہے نا ستم، وہ سب بچے بلاوجہ مارے گئے۔ اور ڈیمین تھورن کو کیا ملا؟ کچھ بھی نہیں! وہی بے سکونی، وہی بے یقینی''۔

''اور وہ تمہارا دوست راہب، وہ بھی تو بلاوجہ مارا گیا''۔

''ایک وہی تو نہیں تھا''۔ فادر نے نرم لہجے میں کہا۔

''اور بھی تھے؟''۔

''ہاں......''۔

''بس اب مجھے ان کی تعداد کے بارے میں نہ بتانا۔ میں پہلے ہی بہت سن چکی ہوں''۔

''میں سمجھتا ہوں''۔ فادر ڈی کارلو نے سر ہلا کر کہا۔ ''بس ایک بات اور......''۔ پھر کیٹ کے احتجاج کے باوجود اس نے اسے ڈیمین کی پیدائش، رابرٹ تھورن کے اصل بچے کا سر پتھر سے کچلے جانے کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

''یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟''۔ کیٹ گڑبڑا گئی۔ کار لہرا گئی۔ کیٹ کو اپنے جسم کے کھرونچے، وحشت کے نشان یاد آئے۔ اور ایک سب سے بڑی اذیت اور توہین تو ایسی تھی کہ جس نے اپنا نشان بھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ صرف اس کی اذیت اور توہین نہیں تھی۔ وہ تو نسوانیت کی، انسانیت کی اور خود خدا کی توہین تھی۔ اس کا جسم لرزنے لگا۔ اس کا غلاظت کا احساس...... جسم رگڑ رگڑ کر نہانے کے باوجود دور نہیں ہوا تھا۔

''یہ لو...... ہم پہنچ گئے''۔ فادر ڈی کارلو نے کہا۔

کیٹ نے گاڑی روک دی اور اسے اترتے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کارموڑی اور پیٹر کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس معاملے سے نمٹ کر وہ چھٹی لے گی اور پیٹر کو تفریح کیلئے کہیں لے جائے گی۔ ایک ماہ تک وہ اسے اپنی بانہوں میں چھپا کر رکھے گی...... ایک لمحے کو بھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دے گی۔ یہاں تک دونوں کی روحوں پر سے زخموں کے نشانات مندمل ہو جائیں گے۔

گیٹ پر سیکورٹی گارڈ اسے دیکھ کر مسکرایا ''سفیر صاحب آپ کے منتظر ہیں''۔

اسے یہ سن کر کوئی حیرت نہیں ہوگی۔ اب شاید اس میں حیران ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رہی تھی۔

..................×..................

معبد میں اندھیرا تھا لیکن جو کچھ دیکھنا ضروری تھا، وہ پیٹر کو نظر آرہا تھا۔ وہ ڈیمن کو دیکھ رہا تھا، جو بے ہنگم صلیب کے پاس کھڑا تھا۔

''تو تم سمجھتے تھے کہ تم جیت گئے ہو۔ ہے نا؟'' ڈیمین صلیب پر گڑے کرائسٹ سے کہہ رہا تھا ''تم نے مجھے سو سے زیادہ بچوں کو قتل کرتے دیکھا...... صرف تمہارے چکر میں...... اور تم نے انہیں بچانے کیلئے کچھ بھی نہیں کیا'' وہ آگے بڑھا اور کرائسٹ کے چہرے کو گھورنے لگا ''لیکن یہی تو محتاط کھیل ہے...... صدیوں کے بیچ آنکھ مچولی، چھپم چھپائی...... لیکن سنو، اب یہ کھیل ختم''۔

ڈیمین نے پلٹ کر ایک نظر پیٹر پر ڈالی اور پھر دوبارہ صلیب کی طرف متوجہ ہوگیا ''مجھ پر فتح حاصل کرنے کیلئے معصوم بچوں کی قربانی...... ہنہہ''۔

اس نے پیٹر کا ہاتھ تھاما اور چھت کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ ''شیطان...... اے مرے محبوب باپ، فتح تیری ہی ہے۔ تیری کیا تعریف کروں تو نے مجھے یہ کنوارا لڑکا عطا کیا تاکہ میں نزارین کا سامنا جم کر کرسکوں......''۔

وہ ایک لمحے کیلئے پلٹا اور پھر گھٹنوں کے بل گر گیا۔ اس نے پیٹر کے دونوں ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا ''پیٹر میری بات سنو...... اور دھیان سے سنو...... تمہاری ماں یہاں آرہی ہے...... تمہیں مجھ سے چھین کر لے جانے کیلئے......''۔

پیٹر نے نفی میں سر ہلایا اور دور ہٹنے کی کوشش کی ''نہیں ڈیمین، مجھے مت بھیجنا، میں اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتا''۔

ڈیمین مسکرایا ''تم فکر نہ کرو۔ اس لمحے سے تم میرے ہو...... صرف میرے''۔ اس نے لڑکے کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا ''عیسائی عقیدے میں دس احکامات ربانی ہیں۔ جبکہ میرا صرف ایک حکم ہے''۔

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ راہ دری میں ڈیمین کو قدموں کی چاپ سنائی دی۔ لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ پیٹر کے چہرے کو گھورے جا رہا تھا ''اب تم کہو۔ پھر ہم دونوں ایک ہو جائیں گے''۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں'' پیٹر نے کہا۔

''سب لوگوں سے...... دنیا کی ہر چیز، ہر شخص سے زیادہ''۔

''سب سے بڑھ کر'' پیٹر نے کہا۔

''زندگی سے بھی بڑھ کر''۔

''زندگی سے بھی بڑھ کر''۔

ڈیمین نے ایک گہرا سانس لے کر سر جھکایا۔ اسی لمحے عقب میں کیٹ نے دروازہ کھول ''میں یہاں سودا کرنے آئی ہوں ڈیمین''۔

''وہ کہاں ہے؟'' ڈیمین نے پوچھا۔ وہ اب بھی پیٹر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''مجھے میرا بیٹا واپس دے دو۔ پھر میں تمہیں اس تک پہنچا دوں گی'' کیٹ نے کہا۔

پیٹر نے نفی میں سر ہلایا اور ڈیمین کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا ''نہیں ڈیمین، میں اس کا بیٹا نہیں۔ میں تو تمہارا ہوں''۔

ڈیمین نے کیٹ کی افسردہ کراہ سنی اور مسکرایا۔ پھر اس نے پلٹ کر پہلی بار کیٹ کو دیکھا۔ وہ دروازے میں تن کر کھڑی تھی...... اتنا تن کر جیسے خود کو لرزنے سے روک رہی ہو۔ ''تم مجھے نزارین تک پہنچا دو۔ تمہیں پیٹر واپس مل جائے گا''۔

پیٹر نے پھر خود کو چھڑانے کیلئے زور لگایا ''نہیں ڈیمین...... یہ ایک چال ہے...... دھوکہ ہے''۔

''اگر اسے اپنا بیٹا چاہئے تو یہ ایسا کچھ نہیں کرے گی'' ڈیمین کبھی پیٹر کو دیکھ رہا تھا اور کبھی کیٹ کو۔

کیٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کے پٹ سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ پیٹر ڈیمین سے لپٹا ہوا اس کے سامنے سے گزرا تو اس نے پیٹر کی آنکھوں میں دیکھا۔ لیکن پیٹر کے انداز میں معاندانہ بے مہری تھی۔

(جاری ہے)

دجال

قسط نمبر: 175

علیم الحق حقی

کیٹ نے سر جھکا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی زہریلی بے مہری نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ یہ کیسے قبول کرسکتی تھی۔ وہ تو یہ کبھی قبول نہیں کرے گی۔

''آؤ چلیں'' ڈیمین نے کہا۔

کیٹ نے سر اٹھا کر صلیب کو دیکھا۔ سب کچھ بکھر کر رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ ایسے تو نہیں ہونا تھا۔ مگر اب اس کے سامنے اپنے بیٹے کو خود جال کی طرف لے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ وہ بچہ تھا جس کے تحفظ کیلئے وہ اپنی جان بھی قربان کرسکتی تھی۔ مگر وہ بڑی بے بسی سے اسے خطرہ کی طرف لے جا رہی تھی۔ ''اگر تم کسی کی مدد کرسکتے ہو......'' اس نے مصلوب شبیہہ سے سرگوشی میں کہا'' ......تو اس وقت میری مدد کرو''۔

............x..................

وہ اب بھی صورتحال کی سنگینی کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر تھی۔ بچپن ہی سے وہ ایمان سے محروم تھی۔ نہ اسے خدا پر یقین تھا نہ شیطان پر۔ وہ تو یہ سوچ رہی تھی کہ یہ محض ایک ڈراؤنا خواب ہے۔ ابھی اس کی آنکھ کھلے گی تو پیٹر اس کے بیڈ کے پاس کھڑا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں جوس کا گلاس ہوگا اور لبوں پر کوئی شریر تبصرہ......

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ دو جوڑی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ چاروں آنکھوں میں زردی نمایاں تھی۔ وہ تھرا کر رہ گئی۔ اسٹیئرنگ پر سے اس کے ہاتھ پھسل گئے۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر جڑے بیٹھے سازشی درباریوں کے سے انداز میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کیٹ کے سینے میں رقابت کا الاؤ دہک رہا تھا۔ اسے فرینک کا خیال آیا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اس نے آنسو پونچھ لئے۔ خدا کا شکر کہ فرینک یہ دن دیکھنے کیلئے زندہ نہیں۔ جب وہ مر رہا تھا تو اس نے اس کا ہاتھ تھام کر التجا کی تھی...... میرے بچے کو ایک باپ دے دینا پلیز، اسے محروم نہ رکھنا...... اور اس نے اس بات کا وعدہ کیا تھا اور اب یہ......

اس نے سوچنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا ذہن کچھ سوچنے کے قابل نہیں تھا۔ خیالات کی یلغار تھی اور سب کچھ گڈمڈ ہو رہا تھا۔ کیوں نہ وہ کار ٹکرا دے...... کسی گڑھے میں پھنسا دے...... پیٹر کے زخمی ہونے کا خطرہ مول لے...... لیکن نہیں۔ ایسا ہوا تو وہ کبھی خود کو معاف نہیں کرسکے گی۔ وہ کسی پولیس والے کو روکے۔ لیکن پولیس والا بھلا اس کی بات پر یقین کرے گا؟ وہ گاڑی چلاتی رہے، یہاں تک کہ پیٹرول ختم ہو جائے اور جب ڈیمین بونٹ کھول کر انجن کا جائزہ لے رہا ہو تو وہ......

''کیا ہم پہنچنے والے ہیں؟'' پیٹر نے پوچھا۔

''دو میل کا سفر اور ہے'' ڈیمین نے کہا۔

وہ دونوں ایسے باتیں کر رہے تھے، جیسے اس کے وجود کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ کیٹ کو رونا آنے لگا۔ اسے خیال آیا کہ ڈیمین کو معلوم ہے۔ وہ اس کا ذہن پڑھ سکتا ہے...... پڑھ لیتا ہے۔ وہ اس کے باطن میں بھی جھانک لیتا ہے۔

اس نے ذہن کو خالی کیا اور ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز کی۔ سڑک تنگ تھی۔ اس کے اطراف میں جھاڑیاں تھیں۔ لیکن سڑک بالکل سنسان تھی۔ آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے۔

وہ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچی تو سامنے ایک بہت بڑے چرچ کا کھنڈر نظر آیا۔ اس کے ٹاورز کوئی سو فٹ بلند تر ہوں گے۔ پیٹر نے یوں گہری سانس لی، جیسے وہ منظر اس کیلئے تکلیف دہ ہو۔ لیکن ڈیمین چرچ کو گھور رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں سنسنی تھی۔

کیٹ نے گیئر تبدیل کئے۔ ٹائر رگڑنے کے آواز سے درختوں پر بسیرا کرنے والے کوے کائیں کائیں کرتے اڑے۔ ڈیمین نے ہڑبڑا کر اس بے پروائی پر اس کو برا بھلا کہا۔ اس نے عقب نما میں دیکھا۔ ڈیمین نے پیٹر کو قریب کر کے خود سے لپٹا یا۔

اس لمحے کیٹ کے دل میں ڈیمین کیلئے ایسی تند و تیز نفرت امنڈی کہ وہ خود بھی حیران رہ گئی۔ شاید یہ مقدر تھا۔ اسے یاد تھا کہ ڈیمین اپنے گھر والی دعوت میں پیٹر کو کیسے دیکھتا رہا تھا...... اس کے بارے میں پوچھتا رہا تھا۔

کیٹ نے سوچا، یہ شخص جہنم کا مستحق ہے اور اسے وہیں جانا چاہئے اور وہ اس وقت یہ سوچ کر بھی خوش تھا کہ وہ گناہ گار ہی، لیکن کم از کم ڈیمین کے ہاتھوں ہونے والی نسوانیت کی توہین کسی کام تو آئی۔ اس کا رحم ڈیمین کے نطفے سے تو محفوظ رہ گیا۔ خدا کا شکر ہے۔ ورنہ یہ تو وہ گوارا ہی نہیں کرسکتی تھی کہ ڈیمین کے بچے کو جنم دے۔

چرچ سے 50 گز پیچھے اس نے بریک لگایا اور اگنیشن کا سوئچ آف کر دیا۔ اب فضا پر سکوت طاری تھا۔ کہیں کوئی آواز نہیں تھی۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ اب شاید اس سکوت میں اس کا دماغ پوری طرح سے کام کرنا شروع کر دے گا۔

''میں آگے چلوں گی'' اس نے کہا۔ اور خاموشی کی زبان میں وہ ڈیمین سے گویا التجا کر رہی تھی کہ بس وہ دونوں چلیں...... وہ اور ڈیمین۔ پیٹر کو کار ہی میں چھوڑ دیا جائے۔

''ہم سب ساتھ ہی جائیں گے'' ڈیمین نے کہا۔

اس نے پلٹ کر ڈیمین کو گھورا ''مجھ پر بھروسہ کرو ڈیمین'' اس نے کہا۔ ''میں صرف اس امر کو یقینی بنانا چاہتی ہوں......''۔

''نہیں...... ڈیمین نہیں'' پیٹر نفی میں سر ہلا رہا تھا'' اس پر بھروسہ مت کرو ڈیمین''۔ اور پھر پیٹر کار سے اتر گیا۔ ڈیمین اس کے پیچھے تھا وہ دونوں...... مرد اور لڑکا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑے تھے۔ کیٹ نے ایک پل انہیں دیکھا۔ پھر وہ کار سے اتر آئی۔ میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ اس نے دل میں خود سے کہا۔ معاملات میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔

''تم آگے آگے چلو گی'' ڈیمین نے اس سے کہا۔

کیٹ نے سر اٹھا کر چرچ کو دیکھا۔ وہ سنسان اور اجڑا ہوا تھا...... ایک ایسی گرتی ہوئی عمارت جسے خدا نے بھی نظر انداز کر رکھا تھا، دروازے کے پاس بڑے بڑے ستون گرے پڑے تھے۔ وہ اندھیرے کو ٹٹولتی رہی۔ لیکن کہیں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''چلو آگے بڑھو'' پیٹر نے تحکمانہ لہجے میں اس سے کہا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اسے ڈر تھا کہ وہ کہیں گر نہ جائے۔ فادر ڈی کارلو نے کہا تھا کہ نومولود مسیح نے خانہ بدوشوں کے درمیان جنم لیا ہے۔ مگر اسے یقین نہیں تھا، اسے پروا بھی نہیں تھی۔ اسے تو بس خنجر کی پروا تھی۔

دروازے سے دس گز کے فاصلے پر وہ رک گئی۔ اسے احساس تھا کہ اس سے صرف ایک قدم پیچھے ڈیمین موجود ہے۔ وہ اس کے جسم کے تناؤ تک کو محسوس کر رہی تھی۔

''وہ......وہاں، اندر''۔

''دروازہ کھولو'' ڈیمین نے سرگوشی میں کہا۔

کیٹ آگے بڑھی اور دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کن انکھیوں سے اس نے ایک ستون کے پیچھے سے فادر ڈی کارلو کو برآمد ہوتے دیکھا۔ وہ ہاتھ میں خنجر لئے دبے پاؤں بڑھ رہا تھا۔

جبلی طور پر کیٹ کے حلق سے چیخ نکلی ''نہیں فادر'' وہ چلائی۔

فادر ڈی کارلو صرف ایک لمحے کو ہچکچایا۔ مگر وہ اس ایک لمحے میں ڈیمین کو پلٹنے کا موقع مل گیا۔

(جاری ہے)